Part # XI

فتاوی عالمگیری اردو

CATALOGUED

مکتبہ آفتاب ہدایت آستانہ مفتی اعظم - ابو المعالی - دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا

اور ہم نے تم میں سے ہر ملت کو قانون اور راہ عمل دی

فتاویٰ عالمگیری اردو جدید

کتاب الطلاق ـــــــ جزء نمبر ۱۱

حضرت اورنگزیب عالمگیر قدس اللہ سرہ کا عظیم کارنامہ اسلامی دستور کی مکمل انسائیکلوپیڈیا

فتاویٰ عالمگیری

تازہ فٹ نوٹس، مفید ضمیموں، سلیس و شگفتہ اور بامحاورہ زبان کیساتھ اردو کے حسین قالب میں

34836
22-7-70

ـــــ (مترجمہ) ـــــ

حضرت مولانا نظام الدین صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

ناشر

مکتبہ آفتاب ہدایت ابو المعالی دیوبند

Library IIAS, Shimla
U 297.14 Au 62.I F- Au 62.XIII
00034836

U
297.14
A216%.XI Fj.1

چند قابل مطالعہ کتابیں

تفسیر مظہری (عربی) قاضی ثناء اللہ کی مشہور و معروف تفسیر قرآن، علماء و طلباء کے لئے نعمت غیر مترقبہ، کل دس جلدوں میں مکمل ہدیہ ۶۶/۰

تفسیر مظہری اردو عوام کی ضرورت کے لئے اب یہ تفسیر اردو میں منتقل کی جارہی ہے ترجمہ کی خوبیوں کے لئے مولانا عبد الدائم الجلالی کا اسم گرامی کافی ضمانت ہے، دسویں جلد میں پارہ تبارک الذی (۲۹ واں) و عم (۳۰ واں) ہدیہ دس روپے پچاس پیسے ۱۰/۵۰ پہلی جلد میں پارہ الٓمٓ و سیقول (۲) ہدیہ دس روپے پچاس پیسے ۱۰/۵۰ دوسری جلد میں (پارہ تلک الرسل و لن تنالوا) ہدیہ ۱۱/۰ تیسری جلد میں (پارہ والمحصنٰت ولا یحب اللہ) ہدیہ ۱۱/۰ جلد چہارم ۱۲/۰ جلد پنجم ۱۴/۰

الفوز الکبیر (اردو) اصول تفسیر پر حضرت شاہ ولی اللہ دہلی کا معروف رسالہ قیمت ۱/۵۰

ترجمان السنہ (اردو مع عربی) اردو زبان میں احادیث نبوی کی لاثانی تفسیر و از شیخ الحدیث مولانا سید محمد بدر عالم مہاجر مدنی رحمہ جلد اول ۱۲/۰ جلد دوم ۱۰/۰ جلد سوم ۱۲/۵۰ کل ۳۴/۰

قصص القرآن مکمل انبیاء علیہم السلام کے حالات و واقعات پر مولانا حفظ الرحمن رحمہ کا بیش قیمت کارنامہ، چار جلدوں میں، پہلی جلد فوٹو آفسیٹ کے ذریعہ چھپی ہے، قیمت جلد اول ۱۰/۰ جلد دوم ۸/۰ جلد سوم ۵/۵۰ جلد چہارم ۹/۰، مکمل ۲۸/۵۰، مجلد ۳۴/۵۰

قرآن اور تصوف از ڈاکٹر میر ولی الدین، اسلامی تصوف کیا ہے؟ اس سوال کا جواب کتاب و سنت کی روشنی میں قیمت ۲/۰

بصائر قرآن قرآن کے بیان کردہ واقعات، ہدایت عبرت و نصیحت کا خزانہ ہیں اس مختصر اور جامع کتاب میں ہر واقعہ، قرآن کریم کے نتائج اجاگر کئے گئے ہیں، از خواجہ عبد الحی فاروقی، قیمت مجلد ۱/۰

فہم قرآن از مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی ایم اے کلام ربانی کا اصل منشا معلوم کرنے کے لئے احادیث سے واقفیت کیوں ضروری ہے اور اس طرح کے بہت سے قیمتی مباحث، قیمت صرف ۳/۰

رہنمائے قرآن از ڈاکٹر میر ولی الدین اسلام اور پیغمبر اسلام کے پیغام کو سمجھنے کے لئے اپنے رنگ کی اچھوتی کتاب، قیمت ۱/۰

مکمل لغات القرآن (مع فہرست الفاظ) قرآن کریم کے الفاظ کی مکمل شرح اور تمام متعلقہ مباحث جلد اول سے جلد چہارم تک کے مرتب مولانا عبد الرشید نعمانی، باقی جلدیں مولانا عبد الدائم جلالی کی مرتب کردہ ہیں مکمل چھ جلدوں میں قیمت جلد اول ۵/۰ جلد دوم ۵/۰ جلد سوم ۴/۰، جلد چہارم ۶/۰ جلد پنجم ۸/۰ جلد ششم ۵/۰ مکمل سیٹ ۳۳/۵۰

قرآن اور تعمیر سیرت مصنفہ ڈاکٹر میر ولی الدین، قرآن مجید کی تعلیم و تربیت کا انسانی سیرت کی تعمیر میں کیا دخل ہے؟ تعلیمات قرآنی، فلسفہ تصوف، ادب صالح کا حسین امتزاج، قیمت صرف ۵/۵۰

اسوۂ حسنہ آنحضرت صلعم نے اسلام کی راہ میں جو ہولناک مصائب اور تکالیف برداشت کیں وہ امت کے لئے ثابت قدمی اور استقلال کا عظیم الشان درس ہیں اسوۂ حسنہ اس حصہ میں حضور صلعم کی سیرت کے اسی پہلو کو اجاگر کیا گیا ہے قیمت مجلد ۳/۰

فتاویٰ عالمگیری اردو مجلد کے

ترجمہ، حواشی، اور فٹ نوٹس وغیرہ کے جملہ حقوق مجیب اظہر صدیقی مالکہ مکتبہ آفتاب ہدایت (ابوالمعالی) دیوبند کے نام محفوظ ہیں کوئی صاحب طبع کرانے کی کوشش نہ فرمائیں ورنہ نقصان اٹھائیں گے (منیجر)

مکتبہ آفتاب ہدایت دیوبند

ایک خاص دینی اور علمی ادارہ ہے جو ہندوستان کے ممتاز علمار کرام کی نگرانی میں دین مبین کی خدمت انجام دے رہا ہے آپ کا تعاون اس ادارہ کے علمی پروگراموں کے لئے ازبس ضروری ہے،

آپ کو، جب کسی دینی، مذہبی، تاریخی، درسی یا غیر درسی کتاب، قرآن مجید اور حمائل وغیرہ کی ضرورت ہو تو بلاتکلف اپنے مکتبہ آفتاب ہدایت (ابوالمعالی) دیوبند سے طلب فرمائیں

صفائی معاملات اور تعمیل حکم میں عجلت ہماری خصوصیت ہے مکتبہ کی نئی اور خوبصورت فہرست کتب طلب فرمائیں

قیمت فی جز ــــــ دو روپے پچیس نئے پیسے (علاوہ محصول)

ممبران کرام سے ــــــ محصول ڈاک ہمیشہ کے لئے معاف

فیس ممبری دائمی شرکت کے لئے ــــــ ایک روپیہ

تعداد اشاعت ــــــ بار اول ــــــ ایک ہزار

عرصہ اشاعت ــــــ دو ماہ

طباعت ــــــ آزاد پرنٹنگ پریس دیوبند

کتابت ــــــ سلطان احمد بجنوری اکتوبر ۱۹۶۷ء

فہرست عنوانات فتاویٰ عالمگیری اردو

نمبر شمار	عنوانات	نمبر صفحہ
۱	لعان کی حقیقت	۷
۲	لعان کا حکم	۷
۳	لعان کا سبب	۸
۴	جن جملوں سے لعان کا حق ادا ہو جاتا ہے۔	۸
۵	شرائط لعان	۸
۶	جن چیزوں سے حد لعان ثابت ہو جاتا ہے	۹
۷	لعان کی ایک اور شرط	۹
۸	لعان کا طریقہ	۹
۹	خلائے قاضی کے احکام	۱۰
۱۰	بطلان لعان کی صورتیں	۱۰
۱۱	تفریق کی صورتیں	۱۱
۱۲	لعان و حد کی مختلف دوسری صورتیں۔	۱۱
۱۳	ایک جملہ میں چند عورتوں پر تہمت زنا لگانا۔	۱۲
۱۴	چند لعان جمع ہونے کے احکام	۱۲
۱۵	نابالغہ کو تہمت لگانے کے احکام	۱۳
۱۶	بچہ کی نفی سے لعان کی صورتیں	۱۴
۱۷	لعان کے باوجود ثبوت نسب کی صورتیں	۱۴
۱۸	بچہ کے ذریعہ تہمت کا بیان	۱۵
۱۹	لعان کے بعد والے احکام	۱۷
۲۰	لعان شدہ بچہ کے مسائل	۱۸
۲۱	ولد مذکور لعان کنندہ کے لئے اجنبی ہے	۱۸
۲۲	گواہوں کی تفصیل	۱۸
۲۳	**بارہواں باب** (نامرد کے بیان میں)	۲۰
۲۴	مدت کی تعیین الخ	۲۱
۲۵	مزید مہلت اور مقدمہ کی تفاصیل۔	۲۳
۲۶	مجبوب کے مسائل۔	۲۴
۲۷	**تیرہواں باب** (عدت کے بیان میں)	۲۵
۲۸	عدت کی تعریف	"
۲۹	جن عورتوں پر عدت واجب نہیں ہوتی	۲۶
۳۰	عدت کے متفرق مسائل	"
۳۱	باندی و مدبرہ وغیرہ کی عدت کا بیان	۲۷
۳۲	حاملہ عورتوں کی عدت کا بیان	۲۹
۳۳	عورت کے سن ایاس کی بحث	۳۰
۳۴	عدت وفات کا بیان	"
۳۵	عدت کا شمار کس وقت سے کیا جائیگا	۳۳
۳۶	**چودہواں باب** (سوگ کے بیان میں)	۳۵
۳۶	عدت کی حالت میں پیغام نکاح	۳۶
۳۷	حالت عدت میں باہر نکلنے کے احکام	۳۷
۳۸	نسبت کے ثبوت کا بیان	۳۹
۳۹	متفرق مسائل	۴۱
۴۰	ثبوت نسبت کے مخصوص مسائل	۴۴
۴۱	**سولہواں باب** (گود میں پرورش کرنے کے بیان میں)	۴۵
۴۲	حق پرورش کی مدت اور دوسرے مسائل	۴۷
۴۳	پرورش کی جگہ کا مفصل تذکرہ	۴۹

صدیق اکبرؓ
تالیف مولانا سعید احمد اکبر آبادی ایم اے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مفصل مبسوط اور محققانہ تذکرہ ۸/۰

سیرۃ النعمانؒ
از علامہ شبلیؒ نعمانی، فقیہ اکبر امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مفصل حالات زندگی، قیمت تین روپے پچاس پیسے ۳/۵۰

تاریخ ملت (مکمل)
اسلام کی مکمل و مستند تاریخ، نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے لے کر بہادر شاہ ظفر تک کے حالات گیارہ جلدوں میں، ابتدائی تین جلدوں کے مؤلف قاضی زین العابدین ہیں اور باقی آٹھ حصے مفتی انتظام اللہ شہابی کے ممنونِ قلم ہیں، قیمت جلد اول نبی عربیؐ ۱/۵۰ جلد دوم خلافتِ راشدہ ۵/۰ جلد سوم خلافتِ بنی امیہ ۲/۵ جلد چہارم خلافتِ ہسپانیہ ۲/۰ جلد پنجم خلافتِ بنی عباس اول ۳/۷۵ جلد ششم خلافت بنی عباس ۴/۷۵
جلد ہفتم تاریخ مصر و مغرب اقصیٰ ۴/۰
جلد ہشتم خلافتِ عثمانیہ ۴/۰ جلد نہم تاریخ صقلیہ ۱/۷۵ جلد دہم سلاطینِ ہند اول ۲/۵۰ جلد یازدہم سلاطینِ ہند دوم ۳/۵۰۔ مجلد طلب کرنے پر ہر جلد کی قیمت ۲۵ پیسے زائد مکمل کی قیمت ۳۴/۵۰

تذکرہ شیخ محمد بن طاہر محدث پٹنی
شیخ عبدالوہاب کے رسالہ "مناقب" کا اردو ترجمہ، پروفیسر سید ابو ظفر ندوی کے قلم سے قیمت مجلد ۱/۵۰

اشاعت اسلام
یعنی دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا، از مولانا حبیب الرحمن عثمانیؒ، ہدیہ ۶/۰

تاریخ اسلام پر ایک نظر
مؤلف مولانا عبدالرحمن خاں ایم اے تاریخ اسلام کے مختلف ادوار کے تمام ضروری حالات و واقعات قیمت ۶/۰

خلفائے راشدین اور اہل بیت کے باہمی تعلقات
علامہ جار اللہ زمخشری کی کتاب اَلْمُوَافَقَةُ بَيْنَ أَهْلِ الْبَيْتِ وَالصَّحَابَةِ کا اردو ترجمہ، مترجم مولانا احتشام الحق کاندھلوی مجلد ۱/۷۵

سلاطینِ دہلی کے مذہبی رجحانات
سلطان قطب الدین ایبک سے لے کر ابراہیم لودی تک، تمام سلاطین دہلی کے مذہبی افکار و عقائد اور نظامِ حکومت پر ان کے اثرات، مؤلفہ، پروفیسر خلیق احمد نظامی قیمت آٹھ روپے، ۸/۰

جنگ آزادی ۱۸۵۷ء
غدر کے حالات اور نتائج پر سب سے زیادہ مستند اور مفصل کتاب، مصنفہ، سید خورشید مصطفی رضوی (بی، ایس، سی،) قیمت مجلد سات روپے ۷/۰

۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ
۱۸۵۷ء کے تاریخی ہنگامے کے چشم دید واقعات، مرتبہ، عبداللطیف صاحب، ترتیبِ جدید و ترجمہ پروفیسر خلیق احمد نظامی، قیمت ۳/۵۰

معارف الآثار
تاریخ قدیم اثریات ARCHEA97 کے موضوع پر اردو میں سب سے پہلی کتاب دل چسپ اور قابلِ قدر، قیمت صرف ۳/۰

اسلام کا اقتصادی نظام
مولانا حفظ الرحمن کی مشہور تالیف جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ دنیا کے تمام اقتصادی نظاموں میں صرف اسلامی نظام ہی ایسا نظام ہے جس نے محنت و سرمایہ میں صحیح توازن پیدا کیا ہے، مفصل اور جامع کتاب، قیمت ۶/۰

مسلمانوں کا نظام مملکت
ڈاکٹر حسن ابراہیم ایم اے پی ایچ ڈی کی لاجواب تالیف النظم الاسلامیہ کا اردو ترجمہ، کتابت و طباعت عمدہ، قیمت ۵/۵۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الطلاق (مسلسل)

گیارھواں باب

لعان (تہمت) کے بیان میں

لعان کی حقیقت لعان ہمارے (احناف کے) نزدیک ایسی (چار) شہادتوں کا نام ہے جو قسم سے مؤکّد ہوتی ہے (اور) (زوجین) کے درمیان جاری ہوتی ہے شوہر کی قسم لعنت پر مشتمل ہوتی ہے اور بیوی کی قسم غضب پر مشتمل ہوتی ہے (یہ شہادتین) شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہوتی ہیں اور بیوی کے حق میں حد زنا کے قائم مقام ہوتی ہیں کافی، اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر کئی بار زنا کی تہمت لگائے جب بھی شوہر پر ایک ہی لعان واجب ہوگا (مبسوط) اور علماء نے اس بات پر اجماع کر لیا ہے کہ زوجین کے درمیان ایک ہی بار لعان جاری ہو سکتا ہے۔ تحریر شرح جامع کبیر للحصیری سے اسی طرح منقول ہے،

لعان کا حکم حکم لعان ثابت ہوتے کے بعد معاف کر دینے کا یا بری کر دینے کا یا صلح کر لینے کا احتمال بھی نہیں رکھتا اسی طرح (حکم لعان ثابت ہونے کے بعد) اگر بیوی قاضی کے پاس مقدمہ لے جانے سے قبل معاف کر دے یا (کسی مقدار) مال پر مصالحت کرلے تو یہ بھی صحیح نہیں بلکہ عورت پر بدل صلح کا واپس کر دینا واجب ہوتا ہے اور اس (واپسی) کے بعد عورت کو (پھر) لعان کے مطالبہ کا حق باقی رہتا ہے لعان میں قائم مقامی اور نیابت نہیں چلتی، حتیٰ کہ اگر زوجین میں سے کوئی ایک کسی شخص کو لعان کرانے کا وکیل بنا دے تو یہ توکیل صحیح نہیں ہوگی (لعان زوجین کو قاضی کی عدالت میں براہ راست خود کرنا ہوگا ورنہ قاضی مقدمہ خارج کر دے گا اور لعان نہیں کرائے گا) ہاں لعان کا ثبوت پیش کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا امام ابو حنیفہ و امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے (بدائع)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۴۴	**ستر ہواں باب** (نفقات کے بیان میں)	۵۰
۴۵	پہلی فصل :۔ (بیوی کے نفقہ کے بیان میں)	
۴۶	نفقات کے مخصوص جزئیات و تفاصیل	۵۱
۴۷	بعض مخصوص امراض اور دوسرے احکام	۵۲
۴۸	نفقات کے مختلف پہلو	۵۴
۴۹	نفقہ کے جزوی مسائل	۵۶
۵۰	زوج غائب کے احکام	″
۵۱	نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم	۵۸
۵۲	نفقہ کے لئے شوہر کے نام پر قرض لینے کے احکام	۵۹
۵۳	نکاح کی شرط میں نفقہ دینے کا حکم	۶۰
۵۴	شوہر کو نفقہ کے لئے قید کرنے کا حکم	″
۵۵	نفقہ کے علاوہ دیگر قرضوں پر قید کا حکم	۶۰
۵۶	نفقہ کے لئے شوہر کی جائیداد فروخت کرنے کا حکم	۶۱
۵۷	نفقہ میں اختلاف کی صورت	۶۲
۵۸	غلام پر نفقہ زوجہ واجب ہونے کا حکم	۶۵
۵۹	بیوی کو لباس و کپڑا دینے کا حکم	۶۷
۶۰	**فصل دوم** (عورت کو قیام کے لئے جگہ دینے کا حکم)	۶۸
۶۱	**تیسری فصل** (عدت کے نفقہ اور اخراجات کے بیان میں)	۷۰
۶۲	نفقہ عدت میں قاعدہ کلیہ	۷۱
۶۳	بیوی کے نفقہ کا بیان	۷۲
۶۴	نفقہ عدت ساقط ہونے کی ایک صورت	″
۶۵	نفقہ اور عدت کا مشترکہ بیان	۷۳
۶۶	منکوحہ اگر باندی ہے تو....	۷۴

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۷	بذریعۂ حاکم شوہر سے نفقہ وصول کرنے کے مسائل	۷۴
۶۸	**چوتھی فصل** (اولاد کے نفقہ اور اخراجات کے بیان میں)	۷۶
۶۹	اولاد کے نفقہ نہ دینے میں	۷۸
۷۰	باپ کی قید....	″
۷۱	اولاد کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کے نفقہ کا بیان	″
۷۲	دادا وغیرہ پر نفقہ واجب ہونے کا بیان	۷۹
۷۳	نابالغ اولاد سے کسب و مزدوری	″
۷۴	غائب شخص پر نفقہ کی تفصیل	۸۰
۷۵	نفقہ میں کلی قاعدہ	۸۱
۷۶	میت کے احکام	۸۱
۷۷	**پانچویں فصل** (نفقہ واجب ہونے میں قاعدہ کلیہ)	۸۲
۷۸	نفقہ میں تنازع کے وقت فیصلہ کا طریقہ	۸۶
۷۹	**چھٹی فصل** (باندی اور غلام کے اخراجات کے بیان میں)	۸۸

قیمت فی جز —— ۲/۲۵

محصول ڈاک —— ۰/۸۷

فیس ممبری —— ۱/۰

ممبران سے محصول ڈاک معاف

فیس سالانہ ممبری —— ۱۲/۰

جن چیزوں سے حد لعان ساقط ہو جاتا ہے

جب اہلیت شہادت میں خلل کی وجہ سے لعان ساقط ہوگا تو دیکھا جائے گا اگر یہ خلل مرد کی جانب سے ہو تو مرد پر حد قذف جاری ہوگی اور اگر یہ خلل عورت کی جانب سے ہے تو نہ حد جاری ہوگی اور نہ لعان جاری ہوگا (شرح طحاوی) اگر دونوں میاں بیوی ایسے ہوں کہ دونوں پر کبھی حد قذف جاری ہو چکی ہو تو مرد پر حد قذف جاری ہوگی (ہدایہ) اور جب یہ صورت ہو کہ مرد غلام ہو اور عورت ایسی ہو کہ اسے کبھی حد جاری ہو چکی ہے تو اس صورت میں غلام جب تہمت لگائے گا تو غلام ہی پر حد جاری ہوگی اگر عورت کسی طرح بھی زنا کا اقرار کرے گی تو پھر لعان کرانے کی اہل نہ رہیگی کیونکہ لعان کی اہلیت سے خارج ہو جائے گی (مبسوط)

لعان کا حکم

لعان کا حکم وطی اور استمتاع کا حرام ہو جانا ہے یعنی لعان سے فارغ ہوتے ہی وطی ومباشرت اور اس قسم کی تمام چیزیں حرام ہو جائیں گی لیکن نفس لعان سے فرقت و طلاق نہیں واقع ہو جائے گی، بلکہ رشتۂ نکاح ابھی باقی رہے گا یہاں تک کہ اگر شوہر اس کو اسی حالت میں طلاق بائن دے گا تو وہ واقع ہو جائے گی، ایسے ہی اگر شوہر اپنی تکذیب خود کر دے تو بغیر تجدید نکاح مباشرت کر لینا بھی جائز رہے گا حضرت امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ جو فرقت لعان میں واقع ہوتی ہے وہ فرقت ایک طلاق بائن کے ساتھ واقع ہوتی ہے اس لئے ملک نکاح زائل ہو جائے گی اور جب تک میاں بیوی دونوں حالت لعان پر رہتے ہیں یکجا ہونے اور نکاح کرنے کی حرمت ثابت رہے گی (بدائع)

لعان کی ایک اور شرط

اور لعان کے لئے عورت کا مطالبہ کرنا شرط ہے، پس اگر شوہر مطالبہ کرنے کے بعد لعان سے رک جائے تو حاکم وقت شوہر کو قید میں رکھے یہاں تک کہ شوہر لعان کرائے یا اپنے نفس کی تکذیب کر دے (ہدایہ) پس اگر اپنے نفس کی تکذیب کر دے گا تو اس پر حد قذف جاری کر دی جائیگی (سراج الوہاج) اور جب مرد لعان کرائے تو عورت پر لعان واجب ہوگا اور اگر عورت لعان سے رکے گی تو حاکم اس کو قید کرے گا یہاں تک کہ لعان کرائے یا شوہر کی تصدیق کرے (ہدایہ) عورت کے لئے بہتر و افضل یہ ہے کہ مخاصمہ و مطالبہ نہ کرے بلکہ ترک کر دے لیکن اگر مطالبہ ترک نہ کرے بلکہ شوہر سے قاضی کے پاس مخاصمہ کر دے تو قاضی کے لئے بہتر ہے کہ عورت کو ترک مطالبہ کی طرف دعوت دے اور عورت سے کہے کہ تو مخاصمہ و مطالبہ ترک کرا دے اور روگردانی کر لے پس اگر عورت ترک مطالبہ و مخاصمہ کر لے اور واپس چلی جائے، پھر اس کو یہی مناسب معلوم ہو کہ مخاصمہ کرے تو اس کو اس کا حق رہے گا اگرچہ زمانہ زیادہ گذر گیا ہو اس لئے کہ یہ مطالبہ و مخاصمہ عورت کا حق ہے اور یہ حق العباد میں سے ہے اور حق العباد تقادم زمانہ سے یعنی زیادہ زمانہ گذر جانے سے ساقط نہیں ہوتا (بدائع)

لعان کا طریقہ

لعان کا طریقہ یہ ہے کہ حاکم وقت شوہر سے ابتدا کرے یعنی پہلے مرد سے شہادت لے تو مرد چار مرتبہ شہادت دے اس طرح پر کہ ہر دفعہ کہے اشہد باللہ انی لمن الصادقین فیما رمیتھا بہ من الزنا یعنی کہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں یقیناً اس زنا کی تہمت لگانے میں سچا ہوں جو میں نے اس عورت کو لگائی ہے پھر پانچویں مرتبہ میں یہ بھی کہے کہ لعنۃ اللہ علیّ ان کان من الکاذبین فیما رمیتھا بہ من الزنا یعنی اللہ کی لعنت ہو مجھ پر اگر میں زنا کی اس تہمت میں جھوٹا ہوں جو میں نے اس

لعان کا سبب

کسی شخص کا اپنی بیوی کو بغیر شرعی ثبوت کے زنا کی ایسی تہمت لگانا ہے کہ اگر یہی تہمت کسی اجنبی وغیر شخص کو لگاتا تو ثابت نہ ہونے پر حد قذف جاری ہوتی یہی تہمت جب بیوی کو لگائے گا اور چار گواہ پیش نہ کرسکے گا تو اس کی وجہ سے زوجین کے درمیان لعان واجب ہوگا (نہایہ)

جن جملوں سے لعان کا حق ہو جاتا ہے

جب بیوی کو زانیہ کہکر پکارے یا "تو نے زنا کرایا ہے" یا تجھ کو میں نے زنا کراتے دیکھا ہے کہے تو اس قسم کے جملوں سے لعان واجب ہو جاتا ہے (سراج الوہاج)، اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو زنا کی تہمت لگائے اور بیوی ان عورتوں میں سے ہو جس پر تہمت لگانے سے حد قذف نہیں واجب ہوسکتی تو ان دونوں (میاں بیوی) کے درمیان لعان نہیں جاری ہوگا مثلاً کبھی بیوی ہونے کے شبہ سے کسی نے اس سے مباشرت کرلی ہو یا اس تہمت سے قبل اس کی زنا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہو یا اس کا کوئی لڑکا بغیر باپ کا مشہور ہو (غایۃ البیان) اگر کوئی اپنی عورت سے اس طرح کہے کہ تجھ کو جماع حرام یا وطی حرام کی گئی ہے تو اس سے نہ لعان واجب ہوگا اور نہ حد قذف، اسی طرح اگر کوئی بیوی کو قوم لوطؑ کے عمل کی تہمت لگائے جب بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہ لعان ہوگا اور نہ حد قذف (بدائع)

شرائط لعان

لعان کی شرط یہ ہے کہ (لعان کے وقت) دونوں آپس میں نکاح صحیح کے ساتھ میاں بیوی ہوں عام اس سے کہ دونوں میں خلوۃ صحیحہ (تنہائی میں یکجائی) ہو چکی ہو یا نہ ہو چکی ہو، پس اگر بیوی کو تہمت لگائے پھر تین طلاق یا ایک طلاق بائن دیدے تو نہ لعان ہوگا اور نہ حد قذف اسی طرح جب دونوں میں نکاح فاسد ہو جب بھی لعان نہ ہوگا کیوں کہ وہ ہر اعتبار سے زوج نہیں ہے (غایۃ البیان) اسی طرح اگر تہمت لگا کر طلاق (بائن) دیدے پھر طلاق کے بعد اسی سے دوبارہ نکاح کرلے اور وہ عورت اسی سابق تہمت کی بنا پر لعان کا مطالبہ کرے تو بھی نہ تو حد جاری ہوگی اور نہ لعان ہوگا (سراج الوہاج)، ہاں اگر طلاق رجعی دی تھی تو لعان ساقط نہ ہوگا (بلکہ حق لعان باقی رہے گا. فتاویٰ ظہیریہ میں اسی طرح مذکور ہے، اگر طلاق بائن یا تینوں طلاق دیدے پھر زنا کی تہمت لگائے تو رشتۂ زوجیت ختم ہو جانے کی وجہ سے لعان ثابت نہ ہوگا اور اگر طلاق رجعی دے اور پھر تہمت زنا لگائے تو لعان واجب ہوگا. اگر کوئی شخص بیوی کے مرنے کے بعد اس کو زنا کی تہمت لگائے تو لعان نہیں کرایا جائے گا (بدائع)، ہمارے نزدیک لعان کا اہل وہی شخص ہوگا جو شہادت کا بھی اہل ہو یہاں تک کر ہمارے یعنی حنفیہؒ کے نزدیک لعان جاری نہ ہوگا جب وہ میاں بیوی دونوں یا ان دونوں میں سے کسی ایک پر حد قذف کبھی جاری ہو چکی ہو یا دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک غلام یا کافر ہو یا دونوں یا دونوں میں کوئی ایک گونگا ہو یا دونوں یا دونوں میں کوئی ایک بچہ یا مجنون ہو اور ان کے ماسوا میں لعان جاری ہوگا (محیط) اور اگر کوئی شخص کسی کو زنا کی تہمت لگائے اور پھر اس پر کچھ حد جاری کی گئی اور کچھ نہ جاری کی گئی یعنی پوری حد ابھی جاری نہیں کی گئی تھی کہ اسی اثنا میں اس نے اپنی بیوی کو تہمت لگا دی تو اس پر لعان نہ ہوگا بلکہ اس پر اس تہمت کی وجہ سے حد پوری کی جائے گی ادھوری حد نہ چھوڑی جائے گی (مبسوط)

اگر دونوں میاں بیوی فاسق ہوں، یا اندھے ہوں تو لعان واجب ہوگا اس لئے کہ دونوں فی الجملہ شہادت کے اہل ہیں

بہرے کا اپنی بیوی کو تہمت زنا لگانا لعان واجب کرتا ہے (العنایہ)

صورتوں میں لعان باطل ہو جائے گا اور کوئی حد بھی جاری نہ ہوگی اور نہ زوجین میں تفریق کی جائے گی

تفریق کی صورتیں

اگر لعان سے فارغ ہوتے ہی کوئی ایک مجنون ہو جائے تب بھی حاکم دونوں میں تفریق کر دے گا (سراج الوہاج) اگر کسی مرد اور عورت نے آپس میں لعان کر لیا اور قاضی نے ابھی ان میں تفریق نہیں کی تھی کہ ان میں سے کوئی ایک معتوہ[1] ہو گیا تو اگرچہ معتوہ ہونا اہلیت لعان میں مخل ہوتا ہے، لیکن قاضی ان میں تفریق کر دے گا، اور اگر مرد نے لعان کیا اور عورت نے لعان ابھی شروع بھی نہیں کیا تھا کہ معتوہ ہو گئی، یا لعان شروع کر چکی تھی لیکن فارغ ہونے سے قبل معتوہ ہو گئی، یا مرد لعان سے فارغ ہو چکا تھا اور عورت نے ابھی لعان نہیں کیا تھا کہ مرد خود معتوہ ہو گیا تو قاضی تفریق نہیں کرے گا اور نہ عورت کو لعان کا حکم ہی کرے گا اور اگر دونوں نے لعان کر لیا پھر مرد نے یا عورت نے کسی کو فرقت کے واسطے اپنا وکیل بنایا اور خود غائب ہو گیا تو بھی قاضی تفریق کر دے گا اس لئے کہ لعان کے بعد تفریق کی ضرورت ابھی باقی ہے اور تفریق ان چیزوں میں سے ہے جس میں نیابت و وکالت جاری ہوتی ہے (شرح جامع کبیر للحصیری)

اور اگر دونوں میاں بیوی لعان کرائیں، پھر دونوں غائب ہو جائیں، پھر اس کے بعد دونوں کسی کو فرقت کے لئے وکیل بنائیں تو بھی قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا (سراج الوہاج)

اگر کسی شخص نے کسی کی بیوی پر زنا کی تہمت لگائی، اور اس پر شوہر نے یہ کہدیا کہ تم نے سچ کہا وہ ایسی ہی ہے جیسی تم نے کہا ہے، تو یہ شوہر تہمت زنا لگانے والا قرار دیا جائے گا یہاں تک کہ عورت اس پر لعان کرا سکتی ہے اور اگر مرد نے فقط یہ کہا کہ تم نے سچ کہا اور کچھ اس کے علاوہ نہیں کہا تو وہ تہمت لگانیوالا نہیں قرار پائے گا (ظہیریہ) اور اگر مرد نے اس طرح کہا تجھ کو تین طلاق ہے اے زانیہ تو اس صورت میں صرف حد قذف واجب ہوگی لعان واجب نہ ہوگا، اور اگر (اے زانیہ کا لفظ مقدم کر کے) اس طرح کہا اے زانیہ تجھ کو تین طلاق ہے تو اس صورت میں نہ حد جاری ہو اور نہ لعان (غایۃ السروجی)

لعان و حد کی مختلف دوسری صورتیں

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی ایسی بیوی سے کہے جس سے ابھی خلوۃ صحیحہ[2] نہیں ہوئی تھی کہ تجھ کو تین طلاق اے زانیہ تو یہ تین طلاقیں شمار ہوں گی اور حد قذف و لعان کچھ نہ جاری ہوگا (بدائع کتاب الایمان) اور اگر مرد نے کہا اے زانیہ اس پر بیوی نے کہا کہ تم مجھ سے زیادہ زانی ہو تو فقط مرد پر لعان واجب ہوگا اس لئے کہ عورت کا یہ کلام مرد کے لئے تہمت زنا نہیں ہے، کیونکہ اس جملہ کے معنی یہ ہیں کہ تم مجھ سے زیادہ زنا پر قادر ہو نہ کہ تم زانی ہو) اور اسی وجہ سے اگر کوئی اجنبی کسی عورت کو اسی لفظ (تو مجھ سے زیادہ زنا پر قادر ہے) سے زنا کی تہمت لگائے تو اس مرد پر حد قذف لازم نہ ہوگی، ایسے ہی اگر شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ تو فلاں عورت سے زیادہ زانی ہے یا یہ کہے کہ تو تمام انسانوں سے زیادہ زانی ہے تو بھی کوئی حد یا لعان نہ ہوگا (مبسوط)

اور اگر بیوی سے بجائے اے زانیہ کے اے زانی (مذکر کا صیغہ) کہے، تو یہ تہمت زنا ہے اس لئے کہ ت (کبھی کبھی بولنے میں) حذف کر دی جاتی ہے اور دل میں مراد لی جاتی ہے یعنی عربی محاورہ میں مذکر کا صیغہ بول کر مؤنث کی ذات مراد لیجاتی

[1] معتوہ ایسا بے عقل کہ مجنوں تو نہ ہو لیکن اس انجام سوچنے کی صلاحیت نہ ہو۔ [2] تنہائی میں ایسی یکجائی جس میں جماع کو کوئی مانع شرعی یا طبعی نہ رہے،

عورت پر لگائی ہے اور ان تمام قسموں اور شہادتوں میں اس عورت کی طرف (انگلیوں سے) اشارہ بھی کرتا رہے۔
پھر اس کے بعد عورت بھی اسی طرح چار مرتبہ شہادت دے اور ہر دفعہ میں کہے کہ اشھد باللہ انہ لمن الکاذبین فیما رمانی بہ من الزنا۔ یعنی عورت بھی کہے کہ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ یہ مرد اس زنا کی تہمت میں یقیناً جھوٹا ہے جو اس نے مجھ پر لگائی ہے اور پھر پانچویں مرتبہ میں یہ بھی کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہو اس زنا کی تہمت میں جو اس نے مجھ پر لگائی ہے (ہدایہ) عورت کا کھڑا ہونا لعان کے وقت اگرچہ شرط نہیں ہے لیکن مستحب ہے (بدائع) اور لعان ہمارے نزدیک لفظ شہادت پر موقوف رہتا ہے یہاں تک کہ اگر شوہر کہے کہ احلف باللہ انی لمن الصادقین یعنی اگر یہ کہے کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں میں سچا ہوں یا سچوں میں سے ہوں یا عورت بھی یہی جملہ کہے تو لعان صحیح نہ ہوگا (سراج الوہاج) جب دونوں میاں بیوی لعان کرا چکیں تو حاکم دونوں میں تفریق واقع کر دے اور جب تک حاکم شوہر پر فرقت کا فیصلہ نہیں کر دے گا فرقت واقع نہ ہوگی، الغرض حاکم طلاق دلا کر تفریق کرائے ہاں اگر شوہر طلاق دینے سے رکے تو قاضی خود ان دونوں میں تفریق واقع کر دے اور جب تک قاضی تفریق واقع نہ کر دے فرقت واقع نہ ہوگی بلکہ زوجیت قائم رہے گی اور شوہر کی طلاق اور اس کا ظہار اور ایلا رسب واقع و درست رہے گا اور اگر اسی حالت میں ان دونوں میں سے کوئی مر جائے گا تو ان میں آپس میں وراثت بھی جاری ہوگی، اور اگر دونوں لعان سے فارغ ہونے کے بعد قاضی سے درخواست کریں کہ قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کرے تو قاضی ان کی یہ درخواست قبول نہ کرے بلکہ تفریق واقع کر دے (جوہرہ نیرہ)

خطائے قاضی کے احکام

اگر قاضی خطا کر جائے اور لعان مکمل ہونے سے قبل ہی تفریق واقع کر دے تو دیکھا جائے گا، اگر زوجین میں سے ہر ایک نے کلمات لعان میں سے اکثر کلمہ ادا کر لئے ہیں تو تفریق نافذ ہو جائے گی اور اگر ایسا نہیں ہے یعنی دونوں نے یا دونوں میں سے فقط ایک نے کلمات لعان میں سے اکثر کلمہ ادا نہیں کئے تو تفریق نافذ نہیں ہوگی (بدائع) اور اگر قاضی نے مرد کے لعان کے بعد اور عورت کے لعان سے قبل تفریق واقع کر دی تو قاضی کا یہ حکم نافذ ہو جائے گا کیونکہ یہ صورت مجتہد فیہ ہے اور گنجائش صحت رکھتی ہے (ظہیریہ) اور اگر حاکم نے خطا کی اور مرد سے قبل عورت سے لعان کرانا شروع کر دیا تو حاکم کو چاہیئے کہ مرد کے لعان کے بعد پھر دوبارہ عورت سے لعان کرائے لیکن اگر حاکم نے ایسا نہیں کیا اور دونوں میں تفریق واقع کر دی تو یہ فرقت واقع و صحیح ہو جائے گی (فتاویٰ کرخی) لیکن قاضی نے یہ برا فعل کیا (ینابیع)، اگر زوجین نے کسی حاکم کے پاس لعان کیا اور ابھی حاکم نے تفریق نہیں کی تھی کہ حاکم معزول ہو گیا یا مر گیا تو دوسرا حاکم امام اعظم ابو حنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ کے قول میں ان دونوں کے درمیان پھر سے نیا لعان کرائے گا (فتاویٰ کرخی)

بطلان لعان کی صورتیں

اور اگر لعان کے بعد زوجین کے ساتھ یا ان میں سے فقط ایک کے ساتھ کوئی ایسی چیز پیدا ہو گئی جو تفریق حاکم سے قبل لعان سے روک دیتی ہیں تو لعان باطل ہو جائے گا اور اس کی صورتیں اس طرح ہو سکتی ہیں، مثلاً لعان سے فارغ ہونے کے بعد اور تفریق کا حکم جاری ہونے سے قبل زوجین یا زوجین میں سے فقط ایک گونگا ہو جائے، یا فقط کوئی ایک مرتد ہو جائے یا کوئی ایک اپنے کو خود جھٹلا دے یا کوئی ایک کسی انسان کو زنا کی تہمت لگا دے، اور اسی تہمت میں اس پر حد قذف جاری ہو جائے یا عورت سے وطی حرام کر دی گئی تو ان سب

ہوگئی، تو عورت مذکورہ کو عدت کا نفقہ و سکنیٰ (مکان رہائش) بھی ملے گا (مبسوط) اگر میاں بیوی دونوں کافر تھے ان میں سے زوجہ مسلمان ہوگئی اور شوہر مسلمان نہ ہوا اور ابھی قاضی نے شوہر پر اسلام پیش نہیں کیا تھا کہ خاوند نے اس عورت پر زنا کی تہمت لگا دی، یا اس کے بچہ کی نفی کر دی یعنی یہ کہہ دیا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو مرد مذکور پر حد قذف واجب ہو جائے گی پس اگر ابھی ادھوری حد جاری کی گئی تھی کہ وہ مسلمان ہو گیا اور پھر دوبارہ عورت مذکور کو تہمت زنا لگا دی تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ اس پر باقی حد پوری کر کے ان میں باہم لعان کرایا جائے گا (ینابیع)

اور اگر قذف کو کسی شرط پر معلق کیا تھا تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگا اسی طرح اگر یوں کہا کہ اگر میں نے تجھ سے نکاح کیا تو تو زانیہ ہے یا یہ کہا کہ تو زانیہ ہے اگر فلاں چاہے یہ سب جملے لغو ہیں، تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگا،

اور اگر اپنی بیوی سے اس طرح کہے کہ تو میرے ساتھ نکاح کرنے سے قبل زنا کرا چکی ہے یا یہ کہا کہ میں تجھ کو اپنے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے زنا کراتے دیکھ چکا ہوں تو وہ اس کہنے سے آج تہمت زنا لگانے والا شمار ہوگا اور اس پر لعان واجب ہوگا بخلاف اس کے اگر اس نے اس طرح کہا کہ میں نے تجھ سے نکاح کرنے سے پہلے تجھ پر زنا کی تہمت لگائی تھی اس صورت میں اس پر حد قذف واجب ہوگی اس لئے کہ شوہر ہی کے اقرار سے یہ بات ظاہر و ثابت ہوئی ہے کہ اس نے نکاح سے قبل تہمتِ زنا لگائی ہے اور یہ تہمت بالکل گواہوں کے ذریعہ ثابت شدہ تہمت کی طرح ہے،

اور اگر عورت سے اس طرح کہا کہ تیری فرج (شرم گاہ) زانی ہے یا تیرا جسد (جسم) یا تیرا بدن زانی ہے تو یہ بھی تہمت زنا (قذف) ہے بخلاف ہاتھ یا پاؤں کی طرف نسبت زنا کرنے کے۔ غرض جس زبان میں بھی عورت کو زنا کی تہمت لگاوے قذف ہی شمار ہوگا اور قذف ہی کے احکام اس پر جاری ہوں گے،

نابالغہ کو تہمت لگانے کے احکام

اگر کسی نے نو برس کی لڑکی کو زنا کی تہمت لگائی اور لڑکی نے بالغ ہونے کے بعد حد (قذف) کا مطالبہ قاضی سے کیا تو اس تہمت لگانے والے پر حد جاری کی جائے گی۔ اور اگر لڑکی نو برس سے بھی کم عمر کی ہو تو قاذف (تہمت لگانے والے) کو محض تعزیر[1] کی جائے گی حد قذف جاری نہ کی جائے گی (عینی) اور اگر اپنی بیوی سے یہ کہا کہ میں نے تجھ کو باکرہ نہیں پایا تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگا یہ جمہور ائمہؒ کا قول ہے اور یہی چاروں اماموں اور ان کے اصحاب کا بھی قول ہے اور یہی اصح ہے (غایۃ السروجی) اور اگر یہ کہا میں نے عورت کے ساتھ ایک مرد کو جماع (ہمبستری) کرتے پایا یا یہ کہا کہ اس نے تیرے ساتھ زبردستی زنا کیا، یا یہ کہا کہ تیرے ساتھ طفل (بچہ) نے زنا کیا تو ان سب صورتوں میں قاذف (تہمتِ زنا لگانیوالا) نہ ہوگا (مبسوط) اسی طرح اگر عورت سے یہ کہا کہ تو نے بچپن میں زنا کرایا یا مجنون ہونے کی حالت میں زنا کرایا اور اس کا مجنون ہونا مشہور و معلوم ہو تو حد و لعان کچھ واجب نہ ہوگا اور مرد کو فی الحال قاذف نہ کہا جائے گا (غایۃ السروجی)

اور اگر عورت سے کہا کہ تو نے زنا کرایا ہے اور یہ حمل زنا سے ہے تو تہمت زنا پائی جانے کی وجہ سے دونوں میں باہم لعان کرایا جائے گا کیونکہ مرد نے صراحتہً زنا کا ذکر کیا ہے، مگر لعان کے بعد قاضی اس حمل کی نفی نہ کرے گا یعنی یہ نہ کرے گا کہ اس بچہ کا نسب باپ سے منقطع کر کے صرف ماں کی طرف منسوب کر دے (ہدایہ)

[1] تعزیر اس سزا کو کہتے ہیں جو حد شرعی سے کم ہو اور اس کو حاکم وقت اپنی صواب دید سے خود مقرر کرے۔

ہے بخلاف اس کے کہ اگر عورت مرد سے کہے اے زانیہ تو حد قذف نہ ہوگی اس لئے کہ کے لئے کبھی بھی اس طرح بولنا صحیح نہیں ہوتا،

ایک ہی جملہ میں چند عورتوں کو تہمت زنا لگانا

اور اگر عورت سے کہا اے زانیہ کی بچی زانیہ تو یہ جملہ عورت اور عورت کی ماں دونوں کے حق میں تہمت زنا ہوگی (عنابیہ) پس اگر ماں بیٹی دونوں حد قذف کے مطالبہ کو جمع ہو جائیں تو قاضی ماں کے لئے حد قذف لگانے سے ابتدا کرے گا اور لعان ساقط ہو جائے گا اور اگر صرف عورت حد قذف کا مطالبہ کرے ماں نہ کرے تو میاں بیوی دونوں میں لعان کرایا جائے گا اور ماں کے لئے حد قذف جاری کیا جائے گا بشرطیکہ ماں لعان کے بعد حد کا مطالبہ کرے ظاہر الروایۃ یہی ہے اگر ماں مرچکی ہو۔ پھر شوہر نے کہا اے زانیہ کی بچی زانیہ تو عورت کو مطالبہ کا حق رہے گا پس اگر دونوں تہمتوں میں ساتھ ساتھ مطالبہ اور مخاصمہ کرے تو ماں کے لئے حد قذف لگائی جائے گی اور لعان زوجین میں ساقط ہو جائے گا اور اگر عورت ماں کے بارے میں مخاصمہ نہ کرے بلکہ صرف اپنے بارے میں مخاصمہ کرے تو لعان واجب ہوگا (شرح طحاوی) اگر کسی شخص نے کسی اجنبی عورت کو تہمت لگائی اور اس کے بعد اسی سے نکاح کیا اور نکاح کے بعد پھر اس کو تہمت زنا لگائی اور عورت نے حد قذف و لعان دونوں چیزوں کا مطالبہ کیا تو فقط حد لگائی جائے گی لعان نہ کرایا جائے گا اور اگر عورت نے حد کا مطالبہ نہیں کیا فقط لعان کا مطالبہ کیا اور لعان کرا دیا گیا پھر عورت نے حد کا بھی مطالبہ کیا تو حد بھی لگائی جائے گی اس لئے کہ حد و لعان دونوں کو جمع کرنا جائز ہے (محیط سرخسی)

چند لعان جمع ہونے کے احکام

اگر کسی کے چار بیویاں ہیں اور اس نے ان سبھوں کو ایک ہی جملہ میں یا الگ الگ جملوں میں تہمت زنا لگا دی تو اگر شوہر اور وہ سب عورتیں لعان کی اہل ہوں (یعنی اہلیت لعان کی تمام شرطیں ان میں پائی جاتی ہوں جو اوپر مذکور ہو چکیں ہیں) تو شوہر مذکور سے ہر تہمت پر ہر عورت کے ساتھ الگ الگ لعان کرایا جائے گا اور اگر شوہر مذکور لعان کا اہل نہ ہو تو اس کو حد قذف کی سزا دی جائے گی اور سب تہمتوں کے بدلہ میں ایک ہی حد کافی ہوگی اور اگر شوہر میں شرائط لعان کی ہوں مگر ان عورتوں میں محض بعض کے اندر شرائط اور اہلیت لعان ہو اور بعض میں نہ ہو تو جس عورت میں اہلیت لعان ہوگی فقط اسی سے لعان کرایا جائے گا (بدائع) اگر حر آزاد مرد نے اپنی ذمیہ (یہودیہ یا نصرانیہ) بیوی کو یا باندی منکوحہ کو تہمت زنا لگائی پھر یہ ذمیہ (کتابیہ) مسلمان ہوگئی۔ یا باندی آزاد ہوگئی تو اس مرد پر حد یا لعان کچھ واجب نہ ہوگا اور اگر منکوحہ باندی آزاد کی گئی پھر اس کے بعد خاوند نے تہمت زنا لگائی تو خاوند پر لعان واجب ہوگا کیونکہ آزاد کئے جانے کے وقت دونوں میں نکاح قائم تھا پھر اگر آزاد شدہ باندی نے خیار عتق[1] کے ذریعہ اپنے نفس کو اختیار کر لیا یعنی اپنے کو آزاد کر لیا تو حق لعان ختم ہو جائے گا اور اگر اب تک اس سے دخول (خلوۃ صحیحہ) نہ ہوئی ہو تو مہر بھی واجب نہ ہوگا، اور اگر اس آزاد شدہ (معتقہ) باندی نے خیار عتق سے کام نہ لیا اور اپنے کو آزاد کرایا یہاں تک کہ باہم لعان واقع ہو گیا اور دونوں میں تفریق کر دی گئی تو خاوند مذکور پر نصف مہر واجب ہو جائے گا اور اسی طرح اگر اس سے دخول (خلوۃ صحیحہ) کر چکا ہو پھر دونوں میں لعان کی وجہ سے تفریق واقع

---

[1] خیار عتق اس اختیار کو کہتے ہیں جو منکوحہ باندی کو آزاد ہونے کے بعد ملتا ہے کہ چاہے تو اس نکاح کو ختم کرکے اپنے کو اس نکاح سے آزاد کر لے

اس کو لازم نہ ہوگا[1] ایسے ہی اگر دو بچے جنے اور ان میں سے ایک مرجائے اور شوہر دونوں بچوں کی نفی کرے تو بھی لعان کرایا جائے گا اور دونوں کا نسب لازم کیا جائے گا اور ایسے ہی اگر عورت نے بچہ جنا اور شوہر نے بچہ کی نفی کردی پھر بچہ لعان سے قبل ہی مرگیا تو بھی لعان کرایا جائے گا اور بچہ اس کو لازم ہوگا (بدائع) اگر کوئی عورت ایک ہی بطن (حمل) سے دو بچے جنے اور شوہر اول بچہ کا اقرار کرے اور دوسرے بچہ کی نفی کرے تو دونوں بچے اس کو لازم ہوں گے اور لعان واجب ہوگا اور اگر پہلے بچہ کی نفی کرے اور دوسرے بچہ کا اقرار کرے تو بھی دونوں بچے اس کو لازم ہوں گے یعنی دونوں کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور اس شخص پر حد قذف واجب ہوگی۔ اور اگر دونوں کی نفی کرے پھر ان میں سے ایک لعان سے قبل مرجائے تو زندہ بچہ کے بارے میں لعان کرایا جائے گا اور وہ دونوں بچے اس کے قرار دیئے جائیں گے اور ایسا ہی حکم ہے اس صورت میں کہ دو بچے جنے جس میں سے ایک مردہ جنے اور شوہر دونوں بچوں کی نفی کرے تو دونوں اسی کے قرار دیئے جائیں گے اور زندہ بچہ کے بارے میں لعان ہوگا (فتاوی قاضی خاں)

اور اگر عورت نے کوئی بچہ جنا اور شوہر نے بچہ کی نفی کردی اور لعان بھی ہوگیا، پھر اس کے بعد اگلے دن دوسرا بچہ جنا تو دونوں بچے اس شخص کو لازم ہوں گے اور لعان پہلے ہی والا کافی ہوگا اب دوبارہ نہ ہوگا، پھر اگر شوہر کہے کہ وہ دونوں میرے میرے ہی بچے ہیں تو صادق شمار ہوگا اور اس پر حد نہ جاری ہوگی۔ اور اگر کہے کہ یہ دونوں بچے میرے نہیں ہیں تو بھی دونوں بچے اسی کے قرار دیئے جائیں گے اور اس پر حد نہ جاری ہوگی، اور اگر شوہر کہے کہ میں نے جھوٹ اور غلط لعان کرایا اور جو کچھ میں نے اس عورت کو تہمت لگائی تھی وہ جھوٹ تھی، تو اس پر حد قذف جاری ہوگی (مبسوط) اور اس عورت سے دوبارہ نکاح جائز ہونے کیلئے عورت کا چار بار اباحت نکاح کی تصدیق کرانا شرط قرار دیا جائے گا، یعنی جب عورت چار بار اباحت نکاح اور اجازت نکاح کی تصدیق کردے گی تو اس کے بعد نکاح کیا جائے گا۔ لیکن حد اور لعان ساقط ہونے میں فقط ایک بار عورت کی تصدیق کافی ہوگی۔ (سراج وہاج)

اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دی پھر اس نے دو برس سے ایک دن کم ہی میں بچہ جنا اور شوہر نے اس بچہ کی نفی کردی پھر اس عورت نے دو برس سے ایک روز بعد دوسرا بچہ جنا اور شوہر نے اس دوسرے بچہ کا اقرار بھی کرلیا جب بھی وہ عورت مذکور اس شخص سے بائنہ ہوگئی یعنی اس کے نکاح سے نکل گئی اور امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک حد اور لعان کچھ نہ ہوگا۔

اور اگر طلاق بائن دی ہو اور بقیہ مسئلہ بحالہا رہے، تو شخص مذکور کو حد لگائی جائے گی اور دونوں بچوں کا نسب امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے قول میں ثابت ہوگا (ایضاح)

حسن بن زیاد نے امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی عورت ایک ہی بطن (حمل) سے تین بچے جنے اور شوہر اول بچہ اور تیسرے بچے کا اقرار کرے اور دوسرے کا نہ کرے تو شوہر پر لعان کرایا جائے گا اور تینوں بچے اسی شوہر کے قرار دیئے جائیں گے اور اول و ثالث کی نفی کرے اور ثانی کا اقرار کرے تو شوہر کو حد لگائی جائے گی اور تینوں بچے اسی کے قرار دیئے جائیں گے، اسی طرح ایک ہی بچہ کے بارے میں جب پہلے اقرار کرے پھر نفی کرکے پھر دوبارہ

---

[1] نسب لازم ہونے کے مختلف ثمرے مرتب ہوں گے۔ مثلاً اخراجات، تجہیز و تکفین اس شخص پر عائد ہوں گے یا مثلاً بچہ پر کوئی قسم وغیرہ معلق کی ہو تو وہ پوری شمار ہوگی۔

بچہ کی نفی سے لعان کی صورتیں

اور اگر شوہر نے یہ کہا کہ تیرا یہ حمل مجھ سے نہیں ہے تو لعان واجب نہ ہوگا اور یہ قول امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام زفر رحمہما اللہ کا ہے، اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر چھ ماہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا تو دونوں میں لعان کریں گے اور اگر اس سے زیادہ مدت میں بچہ پیدا ہوا تو لعان نہیں ہے اور یہی صحیح ہے (مضمرات) اور ایسا ہی تمام متنوں میں مذکور ہے، اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بچہ کی نفی[1] ولادت کے بعد فوراً کرے یا اس وقت کرے جب مبارکباد قبول کی جاتی ہے یا سامانِ ولادت خریدا جاتا ہے، تو یہ نفی صحیح ہوگی یعنی نسب اس بچہ کا اس شخص سے ثابت نہ ہوگا اور لعان واجب ہوگا اور اگر ان وقتوں کے بعد بچہ کی نفی کرے گا تو اگرچہ لعان کرایا جائے گا لیکن نسب ختم نہیں کیا جائے گا بلکہ نسب بچہ کا اسی شخص سے ثابت کیا جائے گا، اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس سے غائب ہوا اور اس کو بچہ پیدا ہونے کا علم نہ ہو یہاں تک کہ وہ سفر سے واپس آگیا تو جس مدت مقدار تک مبارکباد قبول کی جاتی ہے، اس مدت کی مقدار تک امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کو بچہ کی نفی کا اختیار رہے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک واپس آنے کے بعد مدت نفاس کی مقدار تک بچہ کی نفی کر سکتا ہے، اس لئے کہ نسب لازم نہیں ہوتا مگر بچہ کا علم ہونے کے بعد پس سفر سے واپس آنے کی حالت بمنزلہ ولادت کی حالت کے ہوئی (کافی)

لعان کے باوجود ثبوت نسب کی صورتیں

اور جب شوہر نسب کا اقرار کرے خواہ صراحتہً اقرار کرے یا دلالۃً، تو اب اس کے بعد نفی و انکار صحیح نہ ہوگا عام اس سے کہ عین ولادت کے وقت اقرار کیا ہو یا بعد میں، اور صریح اقرار یہ ہے کہ یوں کہے کہ لڑکا میرے نطفہ سے ہے یا یوں کہے کہ یہ لڑکا میرا ہے، اور دلالۃً اقرار یہ ہے کہ جب مبارکباد دی جائے تو سکوت کرے، لیکن اس صورت میں بوقت مطالبہ لعان کیا جا سکتا ہے (غایۃ البیان) کسی شخص کی عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اس شخص نے بچہ کا انکار کر دیا اور کہا کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے، یا یہ کہا کہ یہ بچہ زنا کا ہے اور کسی وجہ سے لعان ساقط ہو گیا تو اس سے نسب منتفی نہیں ہوگا عام اس سے کہ اس شخص (شوہر) پر حد واجب ہو یا نہ واجب ہو، اور ایسے ہی جب شوہر لعان کا اہل ہو، لیکن دونوں نے لعان نہیں کرایا تو بھی نسب منتفی نہ ہوگا بلکہ ثابت ہوگا (شرح طحاوی)

اور اگر اپنی حرہ (آزاد) بیوی کے بچہ کی نفی کی اور اس بیوی نے اس کی تصدیق کر دی تو نہ حد جاری ہوگی اور نہ لعان ہوگا اور یہ بچہ ان دونوں سے ثابت النسب ہوگا ان دونوں کی تصدیق اس معاملہ میں نہ ہوگی (اختیار فی شرح المختار)

اسی طرح اگر اپنے زوجہ کے بچہ کی نفی کی اور میاں بیوی دونوں ایسی حالت میں ہیں کہ دونوں میں لعان نہیں ہو سکتا، تو بھی نسب منتفی نہ ہوگا اور اسی طرح اگر علوق (استقرار حمل) ایسی حالت میں ہو کہ اس حالت میں دونوں میں لعان نہیں ہو سکتا تھا پھر دونوں ایسی حالت پر ہو جائیں کہ دونوں میں لعان ہو سکتا ہے مثلاً حالت علوق کے وقت بیوی باندی تھی، یا کتابیہ تھی، پھر آزاد ہو گئی، یا کتابیہ مسلمان ہو گئی، تو لعان نہ کیا جائے گا اور نہ نسب ہی منتفی کیا جائے گا۔ (محیط سرخسی) اگر کسی عورت نے بچہ جنا اور بچہ مر گیا پھر اس کے بعد شوہر نے اس بچہ کی نفی کی تو لعان کرایا جائے گا اور بچہ کا نسب

---

[1] نفی ولد سے مراد یہ ہے کہ شوہر یہ کہدے کہ بچہ میرا نہیں ہے کسی اور کا ہے۔

بچہ کے ذریعے تہمت کا بیان

اگر اپنی بیوی کو تہمت بچہ کے ذریعہ[1] دی تو قاضی اس لڑکے کا نسب باپ کے ساتھ ختم کر کے اس کی ماں کے ساتھ کر دے گا اور اس لعان کی صورت یہ ہے کہ حاکم وقت اس مرد کو حکم دے کہ اس طرح قسم کھائے۔ اللہ کی قسم میں شہادت دیتا ہوں کہ اس عورت کو بچہ کی نفی[2] جو میں نے لگائی ہے اس میں یقیناً سچا ہوں اور اسی طرح حاکم عورت کو حکم دے گا کہ وہ یہ کہے۔ قسم اللہ کی گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے نفی ولد کی بات جو مجھے لگائی ہے اس میں یہ جھوٹا ہے اور اگر مرد نے عورت کو زنا اور نفی ولد دونوں سے تہمت دی ہو تو لعان میں دونوں باتیں ذکر کرنی چاہئیں، مرد یوں کہے اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ اس عورت کی بابت زنا اور نفی ولد جو میں نے کہا ہے یقیناً میں سچوں میں سے ہوں اور عورت اس طرح کہے اللہ کی قسم میں گواہی دیتی ہوں کہ اس مرد نے زنا اور نفی ولد کی جو تہمت لگائی ہے اس میں یقیناً وہ جھوٹا ہے (کافی) اور جب قاضی نے لعان کے بعد ان دونوں میں تفریق کر دی تو یہ بچہ اپنی ماں کو لزوماً منسوب ہوگا، اور بشر نے امام ابو یوسف رحمہ سے روایت کی ہے کہ ضروری ہے کہ قاضی یوں کہے کہ میں نے تم دونوں میں تفریق (جدائی) کر دی اور اس کا نسب اس مرد سے ختم کر دیا اور اگر قاضی نے اس طرح بات نہیں کہی تو اس مرد سے بچہ کا نسب منقطع نہیں ہوگا (مبسوط و نہایہ) پھر قاضی اس بچہ کا نسب ختم کر کے اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا اور امام ابو یوسف رحمہ سے روایت ہے کہ قاضی دونوں میں تفریق کر دے گا اور یہ کہے گا کہ میں نے یہ بچہ اس کی ماں کے ساتھ ملا دیا اور اس مرد کو اس بچہ کے نسب سے خارج کر دیا، چنانچہ اگر قاضی نے یہ نہیں کہا تو نسب منقطع نہ ہوگا (کافی) مبسوط میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے،

لعان کے بعد والے احکام

اگر لعان کے بعد مرد و عورت میں سے ایک کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے ایسی بات پائی گئی کہ اگر لعان سے پہلے پائی جاتی تو لعان کو ختم کرنے والی ہوتی، تو ایسی صورت میں مرد و عورت لعان کرنے والے باقی نہیں رہیں گے، لہٰذا یہ مرد اس عورت سے نکاح کر سکتا ہے اس کی صورت یہ ہے کہ مرد نے لعان کے بعد اپنے آپ کو جھٹلا دیا اور اس کو حد[3] ماری گئی، یا عورت نے اپنے آپ کو جھٹلایا، یا دونوں میں سے کسی نے کسی دوسرے آدمی کو تہمت دی جس کی وجہ سے اسے حد قذف[3] ماری گئی یا دونوں میں سے کوئی گونگا ہو گیا، یا عورت عجوزہ ہو گئی، یا حرام طریقے سے اس کے ساتھ وطی کی گئی یا دونوں میں سے کوئی مرتد ہو کر مسلمان ہو گیا لہٰذا ان ذکر کی ہوئی چیزوں میں سے اگر کوئی بات بھی پائی گئی تو امام اعظم رحمہ اور امام محمد رحمہ کے نزدیک اس مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا حلال ہوگا (ینابیع سراج الوہاج) اور اگر دونوں میں جدائی کر دی گئی بعد ازاں عورت کم عقل ہو گئی تو مرد کو اس عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے کیوں کہ معتوہ (کم عقل) ہونے میں لعان کی اہلیت باقی رہتی ہے (شرح جامع کبیر حصیری) اور اگر مرد مجبوب (عضو تناسل

---

[1] یعنی زنا کی تہمت کسی کلام سے نہیں لگائی بلکہ اس طرح کہ بچہ کے نسب سے انکار کیا کہ یہ میرا نہیں ہے بلکہ کسی اجنبی مرد کا ہے،

[2] نفی ولد سے مراد اس جگہ لڑکے کا انکار ہے،

[3] حد قذف یہاں مراد جس میں اسی کوڑے مارے جائیں،

اقرار کرے تو لعان کرایا جائے گا اور بچہ ثابت النسب اور اسی کو لازم کیا جاتے گا اور اگر پہلے نفی کرے، پھر اقرار کرے تو شوہر کو حد لگائی جائے گی اور بچہ کا نسب اسی شوہر سے ثابت کیا جائے گا (محیط سرخسی)

اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس سے خلوۃ صحیحہ نہیں کی یہاں تک کہ اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور اس شخص نے اس بچہ کی نفی کر دی تو وہ شخص اس عورت سے لعان کرا سکتا ہے اور بعد لعان بچہ اپنی ماں کو لازم ہوگا اور اسی ماں کی طرف منسوب ہوگا اور زوج پر کامل مہر لازم ہوگا (تحریر شرح تلخیص للحصیری)

اور اگر اپنی دو عورتوں سے کہا کہ تم میں سے ایک کو تین طلاق ہے اور دونوں سے دخول (خلوۃ صحیحہ) کر چکا ہے اور دونوں میں سے کسی ایک کو متعین طور سے واضح نہیں کیا یہاں تک کہ دونوں عورتوں میں سے ایک نے دو برس سے زیادہ مدت میں بچہ دیا، تو دوسری عورت طلاق کے لئے متعین ہو جائے گی اور جس عورت نے بچہ دیا ہے وہ نکاح کے ساتھ متعین ہو جائے گی، پھر اگر اس شخص نے بچہ کی نفی کی تو قاضی ان دونوں میں لعان کرائے گا کیونکہ لعان کا سبب موجود ہے اور بچہ کا نسب اس شخص سے ختم نہ ہوگا،

اور اگر کسی عورت کا شوہر غائب (پردیس) ہے اور عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اس عورت نے اس بچہ کا دودھ پوری مدت پلا کر چھڑایا اور قاضی سے درخواست کی اور اس کا اور اس کے بچہ کا نفقہ کی مقدار معین کرے اور اس پر گواہ قائم کر دے کہ بچہ اس شخص کا ہے اور قاضی نے دونوں کا نفقہ اس شخص کے مال میں مقرر کر دیا۔ پھر شوہر آیا اور اس نے بچہ کی نفی کر دی، تو قاضی ان دونوں میں لعان کر کے بچہ کا نسب اس شخص سے منقطع وختم کر دے گا اور اگر نسب قاضی کے حکم سے ثابت ہو چکا ہے تو قاضی اس حکم کی وجہ سے پھر لعان کرائے گا،

اور اگر عورت کے بچہ پیدا ہوا اور یہ بچہ دائی کے دودھ پیتے بچہ پر گرا جس سے دودھ پیتا بچہ مر گیا اور اس کی دیت کا حکم اس گرنیوالے بچہ کے باپ کی مددگار برادری پر کیا گیا یعنی بچہ کے باپ کے عاقلہ پر دیت کا حکم قاضی نے کر دیا پھر باپ نے اس بچہ کے نسب کی نفی کر دی تو قاضی اس بچہ کے ماں باپ میں باہم لعان کرائے گا اور بچہ کے نسب کو باپ سے قطع وختم نہ کرے گا (تنویر شرح تلخیص الجامع الکبیر) اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور عورت کو نکاح کے وقت سے چھ مہینے پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو قاضی اس بچہ کے ثبوت نسب کا اور عورت مذکور سے دخول واقع ہونے کا حکم لگا دیگا یہاں تک کہ اگر طلاق واقع ہو جائے تو قاضی اس عورت کے لئے پورا مہر اور عدت کے نفقہ کا حکم لگائے پھر اگر شوہر اس بچہ کی نفی کرے گا تو قاضی ان دونوں میں لعان کرائے گا اور بچہ کا نسب ختم ومنقطع کر دے گا اگرچہ قاضی کی جانب سے اس عورت کا پورا مہر اور عدت کے نفقہ کے فیصلے کے وقت ہی اس بچہ کے نسب کا حکم بھی اس شخص سے ہو چکا تھا (کیونکہ یہ حکم نسب ضمنی تھا اس لئے مزید لعان کا موجب ہوگا)

اسی طرح طلاق رجعی سے مطلقہ عورت کے جب دو برس سے زیادہ میں بچہ پیدا ہوا تو رجعت تسلیم کر لی جائے گی، اور رجعت کا حکم لگا دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ مرد نے رجعت کر لی تھی اور اس بچہ کا نسب باپ سے ثابت مان لیا جائے گا، پھر اگر مرد نے اس بچہ کی نفی کر دی تو قاضی ان دونوں میں باہم لعان کرائے گا اور بچہ کو اس کی ماں کے ساتھ لاحق کر دے گا یعنی بچہ کو ماں کی طرف منسوب کر دے گا اور باپ سے نسب ختم کر دے گا (تحریر شرح جامع کبیر للحصیری)

ہو گی ، اور ہمارے نزدیک حد زنا جاری کی جائے گی اور اگر شوہر عورت کو تہمت پہلے دے چکا ہے اور پھر اپنے علاوہ زنا کے اور تین گواہ قائم کیئے تو یہ گواہ تہمت دینے والے مانے جائیں گے اور ان گواہوں پر حد قذف جاری کی جائے گی اور عورت چوتھے شخص یعنی شوہر سے لعان کرے گی اور اگر شوہر اور اس کے علاوہ تین گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے زنا کیا ہے ، مگر ان گواہوں کی تعدیل[۱] نہ ہوئی تو عورت پر حد زنا واجب نہ ہو گی اور ان گواہوں پر حد قذف بھی نہ ہو گی اور نہ شوہر پر لعان واجب ہو گی (بدائع) ، اور اگر شوہر کے ساتھ تین اندھوں نے گواہی دی تو ان اندھوں کو حد قذف ماری جائے گی اور شوہر پر لعان واجب ہوگا

اور اگر عورت کی طرف سے اس کے دو لڑکوں نے اس کے شوہر کے خلاف گواہی دی کہ اس مرد نے اسے تہمت دی تو ان لڑکوں کی گواہی جائز نہ ہو گی اور اسی طرح اگر عورت کے باپ اور عورت کے لڑکے نے اس طرح گواہی دی تو بھی ناجائز ہے ، اور اگر عورت کے دو گواہوں میں سے ایک نے گواہی دی کہ عورت کے اس شوہر نے اس عورت کو زنا کی تہمت دی ہے اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کے بچہ کو کہا کہ یہ زنا سے پیدا ہوا ہے تو یہ گواہی جائز نہ ہو گی اور تہمت دینا ثابت نہ ہوگا اور اگر ایک گواہ نے کہا کہ اس مرد نے عورت کو عربی زبان میں تہمت دی اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے فارسی زبان میں تہمت دی تو یہ گواہی قبول نہ ہو گی ، اور ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس مرد نے اس عورت کو کہا تیرے ساتھ زید نے زنا کیا اور دوسرے نے گواہی دی کہ اس نے اس عورت سے کہا کہ تیرے ساتھ عمرو نے زنا کیا ہے تو مرد پر لعان واجب ہوگا ،

اور اگر کسی مرد نے اپنی عورت کو زید کے ساتھ تہمت دی ، پھر زید آیا اور اس نے اس مرد سے اپنی تہمت کا مطالبہ کیا تو اس مرد کو حد قذف ماری جائے گی اور لعان ساقط ہو جائے گا اور جب دو گواہوں نے کسی عورت کے شوہر پر اس کے تہمت دینے کی گواہی دی تو قاضی شوہر کو قید کر لے گا ، یہاں تک کہ ان گواہوں کا پابند شرع ہونا معلوم کرے ، اور اس مرد سے نفس کا ضامن قبول نہ کرے گا ، اور اگر دونوں گواہوں نے کہا ، کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اس مرد نے اپنی بیوی اور باندی کو ایک ہی کلمہ[۲] سے تہمت دی تو یہ گواہی جائز نہ ہو گی ،

اور اگر زید کے دو بیٹوں نے جو اس کی بیوی ہندہ کے علاوہ دوسری بیوی کے پیٹ سے ہیں زید کے خلاف گواہی دی کہ زید نے اس ہندہ کو تہمت دی ہے اور ان دونوں کی ماں زید کے پاس ہے تو ان دونوں کی گواہی جائز نہ ہو گی لیکن زید اگر غلام ، یا محدود القذف تہمت دینے کی وجہ سے حد لگائی گئی ہو) ہو ، تو ان دونوں کی حد مارنے کی گواہی زید پر قبول ہو گی ، اور اگر زید پر دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنی بیوی کو تہمت دی ہے ، پھر دونوں گواہ پابند شرع بھی قرار دیئے گئے ، پھر اس سے پہلے کہ قاضی ان کی گواہی پر کچھ حکم دے یہ دونوں گواہ مر گئے یا کہیں چلے گئے ، تو قاضی لعان کا حکم دیدے گا ، کیوں کہ مر جانا یا غائب ہو جانا ان کے پابند شرع ہونے میں نقصان دہ نہیں ہے ، بخلاف اس کے اگر دونوں اندھے ہو گئے ، یا مرتد یا فاسق ہو گئے تو قاضی اس گواہی پر حکم نہ دے گا (مبسوط) ، اور اگر عورت نے چار گواہ قائم کیئے ، جن میں سے دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے شوہر زید نے جمعرات کے دن تہمت دی اور باقی دو گواہوں نے گواہی دی ، کہ اس نے جمعہ کے دن تہمت دی ہے ، تو امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاضی دونوں مرد و عورت کو لعان کرنے کا حکم دے گا (تاتارخانیہ) اور اگر شوہر نے دعویٰ کر دیا کہ میرے تہمت دینے کے

۱؎ پابند شرع ہونا ۱۲

۲؎ بات - جملہ ۱۲

کٹا ہوا) ہو یا خصی (خصیتین نکلے ہوئے ہوں) بچہ کی انکار کی صورت میں لعان جائز نہیں ہے (بحر الرائق)

لعان شدہ بچہ کے مسائل

جس بچہ کا نسب لعان کرنے والے مرد کے ساتھ منقطع کر کے اس کی ماں کے ساتھ کر دیا گیا ہے بعض احکام میں وہ باپ کے نسب کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے، چنانچہ عطار رحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر لعان کرنے والے کے بچہ نے اپنے باپ کے لئے گواہی دی تو قبول نہ ہوگی اسی طرح اگر لعان کرنے والے انکار کرنے والے باپ نے اس بچہ کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہ ہوگی، ایسے ہی اگر مرد نے اپنے مال کی زکوٰۃ اپنی لعان کرنے والی عورت کی اس بچہ کو دی جس کی نسبت لعان کیا ہے یا اس بچہ نے اپنے مال کی زکوٰۃ اس مرد کو دی تو یہ ناجائز ہے[1] اسی طرح اگر لعان کرنے والی کے اس بچہ کا لڑکا پیدا ہوا اور اس لعان کرنے والے مرد کی لڑکی جو کسی دوسری بیوی سے پیدا ہوئی اور دونوں میں نکاح ہوا یا لعان کرنے والی کے بچہ کی لڑکی اور اس مرد کی دوسری بیوی سے لڑکا پیدا ہوا اور اسی لڑکے نے اس لڑکی سے نکاح کیا تو یہ نکاح جائز نہیں ہے، اسی طرح لعان کرنے والی کے اس بچہ کے نسب کا کسی نے اپنے ساتھ دعویٰ کیا تو یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے، چاہے یہ بچہ اس کی بات کی تصدیق کیوں نہ کرے۔

ولد مذکور لعان کنندہ کے لئے اجنبی ہے

اور بعض احکام میں لعان کرنے والی کا بچہ اجنبیوں کے ساتھ لاحق[1] کیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ بچہ لعان کرنے والے مرد کا وارث نہ ہوگا، ایسے ہی وہ مرد اس بچہ کا وارث نہ ہوگا، اسی طرح ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر نفقہ کا مستحق نہیں ہے (ذخیرہ)

گواہوں کی تفصیل

ایسے ہی اگر عورت نے مرد کے خلاف دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے تہمت دی اور مرد نے انکار کیا تو تہمت ثابت کرنے کے لئے عورت کی طرف سے صرف دو باشرع مردوں کی گواہی مانی جائے گی اور عورتوں کی گواہی قبول نہ ہوگی اور اسی طرح گواہوں نے اپنی گواہی پر اور گواہ قائم کئے، تو اسے بھی قبول نہیں کیا جائے گا اور ایک قاضی کا خط دوسرے قاضی کے پاس اس تہمت کے ثابت کرنے کے لئے مقبول نہ ہوگا، جیسا کہ اجنبی پر تہمت ثابت کرنے کے لئے غیر مقبول ہے (بدائع) اور اگر عورت نے دو مرد گواہ قائم کئے، پھر مرد نے بھی دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنایا جنہوں نے گواہی دی کہ مدعیہ[2] عورت نے اس مرد کی تہمت کی تصدیق کی تھی، تو لعان ختم ہو گیا اور مرد پر حد[3] لازم نہ ہوگی اور اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں اور وہ چاہتی ہے کہ مرد سے قسم دلادے تو عورت کو قسم دلانے کا اختیار نہیں ہے (شرح طحاوی) اور اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ عورت نے میری تصدیق کی تھی اور چاہتا ہے کہ عورت کو اس بات پر قسم دلادے تو عورت پر قسم ضروری نہیں ہے (مبسوط) اور اگر عورت پر زنا کے چار گواہ قائم ہوئے تو لعان واجب نہ ہوگی اور عورت پر حد زنا جاری کی جائے گی اور اگر چار گواہ ایسے قائم ہوئے کہ ایک گواہ اس کا شوہر ہے تو ایسی حالت میں اگر اس سے پہلے مرد کی طرف سے تہمت نہ تھا ہو تو ان لوگوں کی گواہی قبول

---

[1] (قولہ لاحق) ملا دیا جاتا ہے
[2] (قولہ مدعیہ) دعویٰ کرنے والی عورت کو کہتے ہیں
[3] (قولہ حد الخ) کیونکہ مرد کے گواہ اگرچہ ثابت کرنے والے نہیں ہیں لیکن شبہ پیدا کرنیوالے ہونگے اور حد شبہ سے دور ہو جاتی ہے،

مقبول ہوگی ہاں مرد سے قسم لے لی جائے گی (بدائع) اگر مرد نے قسم کھالی تو عورت کا حق باطل ہوگیا اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا، تو قاضی اُسے ایک سال کی مہلت دے گا (کافی) اور اگر عورت نے کہاکہ میں ویسی ہی باکرہ موجود ہوں تو عورتیں اس کو دیکھیں گی اور دیکھنے کے لئے ایک عورت بھی کافی ہے، اور اگر دو عورتیں ہوں تو زیادہ احتیاط اور قابلِ اعتماد ہے لہٰذا اگر عورتوں نے کہا کہ یہ ثیبہ ہے، تو قسم کے ساتھ شوہر کی بات قبول ہوگی (سراج الوہاج) اور اگر مرد نے قسم کھالی تو عورت کا کچھ حق نہیں ہے اور اگر اس نے قسم سے انکار کیا تو اسے ایک سال کی مہلت دی جائے گی (ہدایہ) اور اگر عورتوں نے کہا کہ تو باکرہ ہے تو بغیر قسم کے عورت کی بات قبول نہ ہوگی اور اگر عورتوں کو اس کے معاملہ میں شک پیدا ہوا تو اس عورت کا امتحان کیا جائے گا، بعض فرماتے ہیں کہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ دیوار پر پیشاب کرے اگر وہ عورت دیوار پر دھار پھینک سکے تو باکرہ ہے ورنہ ثیبہ ہے

اور بعض کہتے ہیں کہ مرغی کے انڈے سے اس کا امتحان کیا جائے گا اگر مرغی کا انڈا اس کے اندام نہانی میں چلا جاوے اور سما جاوے تو ثیبہ ہے اور اگر انڈا نہ سماوے تو باکرہ ہے (سراج الوہاج) اور اگر بعض عورتوں نے کہا کہ باکرہ ہے اور بعض نے کہا کہ ثیبہ ہے، تو ان عورتوں کے علاوہ دوسری عورتوں کو دکھلادے لہٰذا جب ثابت ہو جائے کہ اس کے مرد نے اس سے جماع نہیں کیا ہے تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی چاہے یہ مرد ایک سال کی درخواست کرے یا نہ کرے اور قاضی مہلت دینے پر گواہ مقرر کردے اور اس کی تاریخ لکھدے (فتاویٰ قاضی خاں)

مدت کی تعین سن قمری سے ہوگی یا سن شمسی سے

اور کچھ اس سے متعلق مسائل

مدت کا شروع وقت قاضی کے پاس مقدمہ لیجانے کے بعد سے ہوگا اور یہ مہلت قاضی شہر کلاں یا خود ہی دے سکتا ہے اگر عورت خود مرد کو مہلت دیتی ہے، یا قاضی شہر کے علاوہ کوئی دوسرا مہلت دیتا ہے تو اس مہلت کا اعتبار نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اس مدت میں سالِ قمری[1] معتبر ہے، یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور حسن رح نے امام اعظم رح سے روایت کیا ہے کہ سالِ شمسی معتبر ہے[2] اور وہ سالِ قمری سے چند دن زیادہ ہوتا ہے، شمس الائمہ سرخسی رح حسن رح کی روایت کو پسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کے اختیار کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، صاحبِ تحفہ کا قول بھی سالِ شمسی کا ہے اور یہی قول مصنف کا پسندیدہ ہے (مبسوط) اور امام قاضی خاں اور امام ظہیر الدین نے مہلت کی مدت میں یہ اختیار کیا ہے، کہ سالِ شمسی کی مہلت دیجائے، کہ اسے اختیار کرنے میں احتیاط ہے (کفایہ) اور اسی پر فتویٰ ہے (علامہ شمس الائمہ حلوائی رح سے منقول ہے کہ سالِ شمسی تین سو پینسٹھ ۳۶۵ دن اور ایک چوتھائی دن اور ایک سو بیسواں حصہ دن کا ہوتا ہے اور سالِ قمری تین سو چون ۳۵۴ روز کا ہوتا ہے (کافی) اور مجتبیٰ میں لکھا ہے، اگر مدت کی تعین درمیان مہینہ سے واقع ہوئی تو اتفاق طور پر سال کا اعتبار دنوں کے شمار سے ہوگا (بحر الرائق) ان دنوں میں

---

[1] سالِ قمری، جس سال کا اعتبار چاند سے کیا جائے،
[2] سالِ شمسی، جس سال کا اعتبار آفتاب سے کیا جاوے،

34836

دن یہ باندی، یا ذمیہ[1] تھی، تو لعان واجب ہوگا، مگر یہ کہ وہ عورت قاضی کے علم میں آزاد یا مسلمان مشہور ہو اور اگر شوہر نے گواہ قائم کئے، کہ تہمت کے دن یہ عورت باندی یا غیر مسلمہ تھی اور عورت نے اپنے آزاد ہونے یا مسلمان ہونے کے گواہ قائم کئے تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے، لیکن اگر شوہر کے گواہوں سے یہ بات ثابت ہوئی ہو کہ یہ عورت اسلام کے بعد اسلام سے منحرف ہوگئی تھی تو یہ حکم نہ ہوگا (عتابیہ) اور اگر تہمت دینے والے مرد نے دو مرد گواہ اس بات کے لئے قائم کئے، کہ عورت نے خود زنا کا اقرار کیا ہے، تو شوہر کے ذمہ سے لعان ختم ہو جائے گا، اور عورت پر حد زنا لازم نہ ہوگی، جیسا کہ عورت ایک مرتبہ اقرار کرے تو حد لازم نہیں ہوتی ہے اور اگر ایک مرد اور دو عورتوں نے عورت کے خلاف اسی مضمون کی گواہی دی تو بھی استحسانًا[2] لعان ساقط ہو جائے گا، اور اگر مرد نے یہ دعوی کیا کہ یہ عورت زناکار ہے، یا حرام طریقے پر اس سے وطی کی گئی ہے تو مرد پر لعان واجب ہوگا بعد ازاں اگر شوہر نے دعوی کیا، کہ میرے پاس اس بات کے گواہ ہیں کہ جس طرح کہتا ہوں یہ عورت ایسی ہی ہے، تو مجلس سے قاضی کے اٹھنے تک اس کو مہلت دی جائے گی، پس اگر وہ گواہ لے آیا تو بہتر ہے ورنہ عورت سے لعان کرنا ہوگا اور اگر شوہر نے کہا کہ میں نے اس عورت کو نابالغہ ہونے کی حالت میں تہمت دی تھی اور عورت نے کہا کہ بالغ ہونے کے وقت اس نے تہمت دی تھی، تو شوہر کی بات مانی جاوے گی اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے تو عورت کے گواہ مقبول ہوں گے، اور اگر عورت نے دعوی کیا کہ بہت زمانہ پہلے اس نے مجھے تہمت دی تھی، اور پھر اس پر گواہ قائم کئے تو یہ جائز ہے، پھر اگر شوہر نے گواہ قائم کئے کہ میں نے اس عورت کو اس کے بعد طلاق رجعی دیدی اور پیغام نکاح کے بعد نکاح کرلیا تو دونوں میں لعان اور حد کچھ واجب نہ ہوگی (مبسوط)

بارھواں باب ——— (عنین) نامرد کے بیان میں!

عنین اس کو کہتے ہیں، جو باوجود عضو تناسل کے عورتوں سے جماع نہ کرسکے اگر وہ ثیبہ[3] عورتوں سے جماع کرسکتا ہو اور باکرہ[4] عورتوں سے جماع نہ کرسکتا ہو یا بعض عورتوں سے جماع کرنے پر قادر ہو اور بعض سے جماع پر قادر نہ ہو اور یہ بیماری کسی مرض، یا پیدائشی کمزوری یا بڑھاپے یا جادو کی وجہ سے ہو تو جن عورتوں سے جماع نہیں کرسکتا ان کے حق میں یہ نامرد ہوگا (نہایہ) اور اگر جماع کے وقت عضو تناسل کا سر عورت کی شرمگاہ میں کر دیتا ہے تو اسے عنین (نامرد) نہیں کہیں گے اور اگر عضو تناسل کا سر کٹا ہوا ہے، تو نامرد نہ ہونے کے لئے عضو تناسل کے باقی حصہ کو عورت کی شرمگاہ کے اندر کرنا ضروری ہے (بحر الرائق) اور اگر عورت اپنے شوہر کو قاضی کے پاس لے گئی اور اس پر دعوی کیا کہ یہ عنین (نامرد) ہے اور قاضی سے فرقت (جدائیگی) کی درخواست کی تو قاضی اس کے شوہر سے دریافت کرے گا کہ تم اس عورت سے جماع کرنے پر قادر ہو یا جماع پر قادر نہیں ہو اگر مرد نے اپنی نامردی کا اقرار کرلیا، تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے گا، خواہ عورت غیر شادی شدہ ہو یا شادی شدہ ہو اور اگر شوہر نے عورت کے دعوی سے انکار کیا اور کہا، کہ میں نے اس عورت سے جماع کیا ہے تو دیکھنا ہے کہ اگر یہ عورت شادی شدہ ہے تو مرد کی بات

[1] غیر مسلم عورت دار الاسلام میں رہنے والی،
[2] وہ دلیل جو ظاہر قیاس کے مقابلہ میں ہو [3] جو شادی شدہ رہ چکی ہو،
[4] باکرہ غیر شادی شدہ عورت کو کہتے ہیں۔

اور یہ قاضی کی طرف سے جدائیگی ایک طلاق بائن کے حکم میں ہوگی (کافی) اگر شوہر نے اس سے تنہائی اختیار کی تھی تو پورا مہر اور عدت واجب ہوگی اس مسئلہ پر اجماع و اتفاق ہے، اور اگر عورت سے خلوت (تنہائی) نہ کی ہو تو عورت پر عدت واجب نہ ہوگی اور آدھے مہر کی مستحق ہوگی، جب کہ مہر مقرر شدہ ہو اور اگر مہر مقرر نہ ہو تو پھر متعہ[1] واجب ہوگا (بدائع) اور اگر مہلت کی میعاد ایک سال گذر گئی اور اس کے بعد ایک زمانہ تک عورت نے مقدمہ قاضی کے پاس پیش نہیں کیا تو اس کا حق باطل نہیں ہوگا اگرچہ اس نے اس مدت میں مرد کے ساتھ سونے میں موافقت کی ہے (فتاویٰ قاضی خاں) اور اسی پر فتویٰ ہے (فتاویٰ کبریٰ)

مزید مہلت اور مقدمہ کی تفاصیل

اور اگر مہلت گذرنے کے بعد شوہر نے قاضی سے درخواست کی کہ مجھے مزید ایک سال یا ایک مہینہ یا زیادہ مہلت دی جائے تو قاضی کو ایسا کرنا نہیں چاہیے، ہاں عورت کی رضامندی سے ایسا ہو سکتا ہے، اور اگر عورت پہلے اس پر راضی ہوئی، پھر اس سے رجوع کر لیا تو اس کو یہ اختیار ہے اور وہ مہلت باطل ہو جائے گی اور عورت کو اختیار حاصل ہوگا (نہایہ) مہلت کا سال گذر گیا اور قاضی مر گیا، یا معزول کیا گیا اور ابھی عورت نے اپنے معاملہ میں کچھ اختیار نہیں کیا اور دوسرا قاضی اس کی جگہ مقرر کیا گیا، پھر عورت اپنے شوہر کو دوسرے قاضی کے پاس لائی اور گواہ قائم کئے، کہ فلاں پہلے قاضی نے میرے اس شوہر کو ایک سال کی مہلت میرے بارے میں دی تھی اور وہ سال گذر گیا تو دوسرا قاضی اس مقدمہ کو پہلے قاضی کے طریقے پر دیکھے گا اور از سر نو نہیں شروع کرے گا بلکہ جس قدر کام اس مقدمہ میں ہو چکا ہے اس کے بعد سے پورا کریگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر قاضی کے تفریق (جدائی) کرنے کے بعد دو گواہوں نے گواہی دی کہ اس عورت نے تفریق سے پہلے یہ اقرار کیا تھا کہ اس مرد نے عورت سے وطی کر لی ہے تو قاضی کی تفریق باطل ہوگی اور اگر عورت نے قاضی کی تفریق کے بعد اقرار کیا کہ یہ مرد مجھ سے جماع کر چکا ہے تو اس کے قول دیانت کی تصدیق نہ ہوگی (ظہیریہ)

اور اگر عورت کا مرد ایک بار جماع کر چکا ہو، پھر عاجز ہو گیا تو عورت کے واسطے کوئی اختیار نہ ہوگا (تبیین) اور اگر عورت کو نکاح کے وقت یہ معلوم ہو کہ یہ مرد نامرد ہے، عورتوں سے جماع نہیں کر سکتا تو عورت کو مقدمہ پیش کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا اور اگر عورت کو اس وقت معلوم نہ تھا، پھر اس کے بعد معلوم ہوا تو اسے حق مقدمہ کے پیش کرنے کا حاصل ہوگا اور مقدمہ نہ پیش کرنے سے اس کا حق ختم نہ ہوگا، چاہے زمانہ دراز تک وہ مقدمہ پیش نہیں کرتی جب تک کہ وہ اس امر پر راضی نہ ہو جائے، اسے حق رہے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اگر عنین (نامرد) اور اس کی بیوی کے درمیان قاضی نے تفریق کر دی، پھر اس عورت کے ساتھ اس نامرد شخص نے نکاح کر لیا تو عورت کو اپنا اختیار حاصل نہ ہوگا اور اگر عنین (نامرد) نے دوسری عورت سے نکاح کیا جو کہ مرد کے حال سے واقف ہے تو مبسوط میں لکھا ہے، کہ اختیار حاصل نہ ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے (محیط سرخسی) اور صحیح ہے کہ دوسری عورت کو حق خصومت (مقدمہ پیش کرنا) حاصل ہوگا جب کہ وہ مرد اس عورت سے جماع نہ کر چکا ہو (فتاویٰ قاضی خاں) اور ایسا ہی غایۃ سروجی میں ہے، اور اگر عورت سے نکاح کیا اور ایک مرتبہ اس نے جماع کیا، پھر نامرد ہو گیا اس کے بعد اسے طلاق دیدی، پھر نکاح کر لیا اور اس سے جماع نہیں کیا تو اس عورت کو اختیار حاصل نہ ہوگا (محیط سرخسی)

ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس سے اگلی شرمگاہ کے علاوہ مباشرت کرتا تھا یہاں تک کہ انزال ہو جاتا تھا اور اس عورت کی اگلی شرمگاہ میں جماع نہیں کر سکتا تھا اور یہ عورت مدت تک اس کے ساتھ یوں ہی رہی اور یہ عورت باکرہ ہے

---

[1] متعہ، تین کپڑے عورت کے حال کے اعتبار سے چادر[1]، قمیص[2]، دوپٹہ[3]۔

ماہ واری اور ماہ رمضان کے دن شمار ہوں گے (شرح جامع کبیر قاضی خاں) اور مرد کے مرض یا عورت کے مرض کے دن شمار نہ کئے جاویں گے (ہدایہ) اگر اس سال وہ مرد بیمار ہوگیا تو امام محمد رحمہ کے نزدیک مدت مرض کی مقدار اس کو مزید مہلت دی جائے گی۔ اور اسی پر فتوی ہے (فتاوی کبری) اور اگر مرد نے حج کیا یا کہیں غائب ہوگیا تو یہ دن مرد کے ذمہ شمار ہوں گے، اور اگر عورت نے حج کیا یا کہیں غائب ہوگئی تو یہ دن مرد کے حساب مدت میں شمار نہ ہوں گے (تبیین)

اور اگر مقدمہ پیش کرنے کے وقت عورت احرام میں ہو تو قاضی مرد کے واسطے مہلت کی مدت مقرر نہ کرے گا جب تک کہ عورت حج سے فارغ نہ ہو جاوے (نہایہ) امام محمد رحمہ فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے مرد سے ایسے وقت میں قاضی کے یہاں مقدمہ پیش کیا جب کہ وہ مرد احرام باندھے ہوئے تھا تو قاضی احرام سے فارغ ہونے کے بعد سے ایک سال کی مہلت دے گا اور اگر عورت نے مقدمہ پیش کیا اور مرد ظہار کرنے والا تھا لہٰذا اگر مرد غلام آزاد کرنے کی طاقت رکھتا ہو تو قاضی اس کو ایک سال کی میعاد مقدمہ پیش کرنے کے وقت سے دے گا اور اگر مرد غلام آزاد کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کے لئے قاضی چودہ مہینہ کی مہلت مقرر کرے گا اور اگر قاضی نے ایک سال کی مدت مقرر کر دی اور مرد ظہار کرنے والا نہیں تھا، پھر سال ہی کے اندر اس نے اس عورت سے ظہار کر لیا تو مدت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا (بدائع)، اور اگر عورت کا شوہر ایسا مریض پایا گیا کہ جماع پر قادر نہیں ہے تو اس کو ابھی سے مہلت اور تعین مدت قاضی نہیں کرے گا بلکہ جب اچھا ہو جائے گا تب سے مہلت دیجائے گی اگرچہ بیماری کا زمانہ دراز ہو جائے اور اگر ناقص العقل (مجنون)، سے اس کے ولی نے کسی عورت کا نکاح کیا، مگر اس مجنون خفیف العقل نے اس عورت سے جماع نہیں کیا تو خفیف العقل کی طرف سے کسی مدعی کے مقابلہ میں قاضی معتوہ (ناقص العقل) کو ایک سال کی مہلت دے گا (فتاوی قاضی خاں)

اور اگر شوہر قید کیا گیا اور عورت نے قید خانے میں اس کے پاس آنے سے انکار کیا تو یہ دن مہلت کے دنوں میں شمار نہ ہوں گے اور اگر عورت نے انکار کیا اور قید خانہ میں کوئی جگہ خلوت (تنہائی) کی بھی ہے تو یہ ایام مرد کے مہلت کے ایام شمار ہوں گے اور اگر کوئی جگہ خلوت کی نہ ہو تو یہ دن شمار نہیں کئے جاویں گے، اور اسی طرح اگر عورت کے مہر کے واسطے مرد کو قید کیا گیا تو بھی اسی تفصیل سے حکم ہے (تبیین)، اور اگر عورت کسی حق کے واسطے قید کی گئی اور شوہر اس کے پاس جا سکتا ہے اور خلوت میں اس کے ساتھ رہ سکتا ہے اور رات گذار سکتا ہے تو یہ دن شوہر کی مہلت کے ایام میں شمار ہوں گے، ورنہ شمار نہ ہوں گے (فتاوی قاضی خاں) اور اگر عورت میعاد مہلت گذر جانے کے بعد قاضی کے پاس آئی اور دعوی کیا کہ میرے شوہر نے مجھ سے جماع نہیں کیا ہے اور شوہر نے جماع کا دعوی کیا لہٰذا اگر عورت پہلے سے ثیبہ ہو تو قسم کے ساتھ مرد کا قول مقبول ہوگا، لہٰذا اگر شوہر نے قسم کھائی تو عورت کا حق باطل ہوگیا اور اگر شوہر نے قسم سے انکار کیا تو قاضی اس عورت کو اختیار دے کہ عورت اس مرد کے پاس رہے یا جدائی کرالے اور اگر عورت نے کہا کہ میں ویسی ہی باکرہ (غیر شادی شدہ) موجود ہوں تو عورتیں اس کو دیکھیں گی، ایک عورت بھی کافی ہے، دو عورتیں ہوں تو یہ زیادہ احتیاط ہے اگر ان عورتوں نے کہا کہ وہ ثیبہ (شادی شدہ کی طرح) ہے تو قسم لے کر مرد کی بات مانی جائے گی اور اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ باکرہ ہے، یا شوہر نے خود اقرار کیا کہ میں نے اس عورت سے جماع نہیں کیا ہے تو قاضی اس عورت کو جدائی کے بارے میں اختیار دے گا (شرح جامع کبیر قاضی خاں) اگر عورت نے شوہر کے ساتھ رہنا اختیار کر لیا یا مجلس سے اٹھ کھڑی ہوئی، یا قاضی کے پیادوں (چپراسیوں) نے اسے اٹھا دیا، یا اس کے اختیار کرنے سے پہلے قاضی اٹھ کھڑا ہوا تو عورت کا اختیار باطل ہوگیا (محیط)، اور امام محمد رحمہ سے ایسی ہی روایت ہے اور اسی پر فتوی ہے (تاتارخانیہ) اور اگر عورت نے جدائیگی کو اختیار کیا تو قاضی اس کے شوہر کو حکم دے گا کہ ایک طلاق بائن عورت کو دیدے اگر شوہر نے انکار کیا تو قاضی ان دونوں کے درمیان جدائی کر دے گا امام محمد رحمہ نے مبسوط میں ایسا ہی فرمایا ہے (تبیین)

عورت کے مقدمہ پیش کرنے پر فی الحال تفریق کردے گا اور شوہر کے بالغ ہونے کا انتظار نہ کرے گا اور لڑکے کو حکم دے گا کہ اس کو طلاق دیدے اور بعض علماء نے فرمایا کہ یہ جدائی بلا طلاق ہوگی، پہلا مسئلہ زیادہ صحیح ہے لیکن قاضی اس وقت تفریق کرے گا جب کہ لڑکے کی طرف سے اس کا باپ یا باپ کا وصی[1] مقدمہ کی دیکھ بھال کرسکے، اور اگر اس لڑکے کا کوئی ولی یا وصی نہ ہو تو اس کا دادا یا دادا کا وصی اس کی طرف سے مقدمہ کی دیکھ بھال کرے گا اور اگر وہ بھی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے کسی کو خصم قرار دے گا اور اگر ایسے گواہ پیش ہوئے جن سے عورت کا حق باطل ہوجاتا ہے مثلاً گواہوں نے گواہی دی کہ یہ عورت اس کے حال پر راضی ہوچکی ہے یا عقد کے وقت سے اس کے حال سے واقف تھی تو قاضی دونوں میں فرقت (جدائی) نہ کرے گا اور اگر گواہ نہ ہوں اور عورت کی قسم طلب کی تو عورت سے قسم لی جائے گی اگر عورت نے قسم سے انکار کیا تو دونوں میں تفریق نہ کی جائے اور اگر عورت نے قسم کھالی تو قاضی تفریق کردے گا (غایۃ السروجی)،

اور اگر عورت صغیرہ (نابالغہ) ہے اور اس کے باپ نے نکاح کردیا ہو اور اس نے اپنے شوہر کو مجبوب پایا تو اس نابالغہ کے باپ کی خصومت (مقدمہ لڑنے) سے قاضی ان دونوں میں تفریق نہ کرے گا یہاں تک کہ یہ عورت خود بالغ ہوا اور اگر عورت بالغہ اور باقی مسئلہ بحالہ ہو اور عورت نے کسی کو وکیل کیا کہ اس کے شوہر سے لڑے اور یہ عورت خود غائب ہے تو سوال یہ ہے کہ قاضی وکیل کی خصومت (مقدمہ لڑنے) سے ان دونوں میں تفریق کرے گا یا نہیں، اس صورت کو امام محمدرحؒ نے کتاب میں ذکر نہیں فرمایا ہے، اور مشائخ رحمہم نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا کہ تفریق نہیں کرے گا بلکہ اس عورت کے حاضر ہونے کا انتظار کرے گا اور بعض نے فرمایا کہ قاضی دونوں میں تفریق کردے گا (محیط) اور اگر باندی کا شوہر مجبوب ہو تو تفریق (جدا کرنے) کے بارے میں اختیار اس کے آقا کو ہوگا، امام اعظم رحؒ وامام زفر رحؒ کا یہی قول ہے (فتاوی قاضی خاں)

اور اگر کم عقل جس کی صحت کی کوئی امید نہیں ہے اس کے ولی نے کسی بالغہ عورت سے اس کی شادی کردی پھر وہ مجبوب نکلا تو اس کے ولی کی موجودگی میں قاضی ان دونوں میں تفریق کردے گا اور اگر وہ مجبوب نہ ہو بلکہ اس عورت سے جماع نہیں کرسکتا ہے اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے ایک شخص متعین کرے گا جو اس کی طرف سے مقدمہ لڑے گا اور قاضی اس کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا بعد ازاں اگر اس مدت کے اندر اگر اس عورت سے جماع نہیں کرسکا تو قاضی ان دونوں میں تفریق کردے گا (ذخیرہ) اور اگر عورت میں کوئی عیب ہو تو شوہر کو نکاح کے بارے میں کوئی اختیار تفریق وغیرہ کا حاصل نہ ہوگا، اور اگر شوہر کو جذام یا برص یا جنون ہو، تو عورت کو کوئی اختیار نہیں (کافی) اور امام محمدرحؒ نے فرمایا کہ اگر جنون ظاہر ہوگیا تو مرض نامردی کی صورت میں قاضی شوہر کو ایک سال کی مہلت دے گا پھر اگر وہ سال کے درمیان میں اچھا ہوگیا اور سال پورا ہوگیا تو عورت کو اختیار دے گا اور اگر جنون شروع ہی سے ہو تو وہ مجبوب کی طرح ہے اور ہمارا پسندیدہ یہی ہے (حاوی قدسی)

تیرھواں باب ــــــــ عدت کے بیان میں

عدت کی تعریف نکاح ختم ہونے کے بعد متعین مدت تک انتظار عورت کے لئے ضروری ہوتا ہے جو نکاح دخول سے یا موت سے مضبوط ہوا ہو (شرح نقایہ برجندی) ایک مرد نے ایک عورت سے جائز طور پر نکاح کیا پھر دخول جماع کے

[1] وصی جس شخص کو وصیت کی گئی ہو،

ہے، یا تبیہ، پھر اس نے قاضی کے پاس نالش کی تو قاضی اس مرد کو ایک سال کی مہلت دے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر عورت کے پائخانے کے سوراخ میں جماع کرتا ہے تب بھی نامرد رہے گا (معراج الدرایہ) اور اگر مرد کے منی نہ ہو اور وہ جماع کرتا ہو مگر اسے انزال نہیں ہوتا ہے تو عورت کو مقدمہ پیش کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا (نہایہ) اگر نابالغہ عورت نے اپنے نابالغ شوہر کو نامرد پایا تو بالغ ہونے تک انتظار کرے اور اگر عورت سن بلوغ کو نہیں پہونچی ہے تو اس کا ولی بھی تفریق نہیں کرا سکتا ہے، اور اگر عورت نے اپنے کم عقل شوہر کو نامرد پایا تو اس شوہر کے ولی سے شرعی طور پر مقدمہ کرے گی، اور بعد ازاں اس شوہر پر فاتر العقل کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی،

اور اگر باندی کا شوہر نامرد ظاہر ہوا تو امام اعظم رح کے نزدیک اختیار باندی کے آقا کو ہوگا اور اسی پر فتویٰ ہے (فتاویٰ کبریٰ) اور جیسے نامرد کو ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے اسی طرح خصی[1] کو بھی مہلت دی جائے گی یہی حکم بوڑھے آدمی کا ہے اگرچہ بوڑھا خود کہے کہ میں اس عورت سے جماع نہیں کر سکوں گا (فتاویٰ قاضی خاں) مخنث اگر مردوں کے آلہ سے پیشاب کرتا ہو تو وہ مرد ہے اس کا نکاح کرنا جائز ہے اور اگر اس نے نکاح کیا اور عورت سے جماع نہیں کر سکا تو نامرد کی طرح اس کو بھی مہلت دی جائے گی (مبسوط) اور خنثیٰ مشکل[2] کا حکم عورت کی طرح ہے اگر عورت نے اپنے شوہر کو خنثیٰ مشکل پایا تو وہی حکم ہوگا جو نامرد کے ساتھ ہوتا ہے (سراج الوہاج) اور اگر نامرد کی عورت رتقاً یا قرناً ہے تو اسے مہلت نہیں دی جائے گی (بدائع)

مجبوب (جس کے عضوِ تناسل اور خصیے نہ ہوں) کے تفصیلی مسائل اور عدالتی احکام!

اور اگر عورت نے اپنے شوہر کو مجبوب (عضوِ تناسل کٹا ہوا) پایا تو قاضی عورت کو فی الحال اختیار دے گا اور اس مرد کو ایک سال کی مہلت نہ دے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اور جس مرد کا عضوِ تناسل بہت ہی چھوٹا ہو، جیسے گھنڈی تو وہ بھی مجبوب کے حکم میں ہوگا اور جس شخص کا عضوِ تناسل اتنا چھوٹا ہے کہ عورت کی اندرونی شرم گاہ تک نہیں داخل ہوتا ہے وہ مجبوب کے حکم میں نہیں ہوگا (بحر الرائق) اور اگر عورت نے کہا کہ یہ مجبوب ہے اور مرد نے کہا کہ میں مجبوب نہیں ہوں اور صورتِ حال یہ ہے کہ میں اس عورت سے جماع کر چکا ہوں تو قاضی اس مرد کو کسی مرد کو دکھلائے گا اگر چھونے اور ٹٹولنے سے کپڑے کے باہر ہی سے معلوم ہو جائے تو اس کو بے پردہ نہ کرے گا اور اگر بغیر پردہ کئے ہوئے اور نظر ڈالے ہوئے معلوم نہ کر سکے تو کسی غیر کو حکم دے گا کہ اس کو دیکھے کیوں کہ ضرورت ہے، اور اگر مرد اس عورت سے جماع کر چکا ہو پھر مجبوب ہو گیا ہو تو عورت کو اختیار حاصل ہوگا (غایۃ السروجی) اور اگر مجبوب کی عورت نکاح کے وقت اس کو جانتی ہو پھر اس کو اختیار حاصل نہ ہوگا (شرح طحاوی) اور اگر شوہر مجبوب ہو اور عورت نہ جانتی ہو پھر عورت کے بچہ پیدا ہوا اور اس مجبوب نے اس بچے کے نسب کا دعویٰ کیا اور قاضی نے اس کا نسب اس مجبوب سے ثابت کر دیا بعد ازاں عورت اس کے حال سے واقف ہوئی اور اس نے جدائیگی کی درخواست کی تو عورت کو اس بات کا اختیار ہوگا کیوں کہ بچہ اس شخص کے ساتھ بغیر جماع کے لازم ہوا ہے (محیط) اور اگر قاضی نے مجبوب اور اس کی بیوی کے درمیان خلوت (شرعی تنہائی) واقع ہونے کے بعد تفریق کی، پھر دو برس میں اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مجبوب سے ثابت نہ ہوگا اور قاضی کی تفریق باطل نہ ہوگی اور نامرد کی صورت میں نسب ثابت ہوگا اور قاضی کی تفریق باطل ہو جائے گی، بشرطیکہ شوہر دعویٰ کرتا ہو کہ میں اس عورت سے جماع کر چکا ہوں (ظہیریہ) اور اگر عورت نے اپنے نابالغ شوہر کو مجبوب پایا تو قاضی

---

[1] خصی وہ مرد جس کے دونوں خصیے (دانڈے) کم نکال گئے ہوں

[2] جس کے پاس مرد و عورت کی شرم گاہیں ہوں اور دونوں سے یک وقت پیشاب نکلتا ہو،

ہے، چاہے یہ عورت آزاد مسلمان ہو، یا یہودیہ یا نصرانیہ ہو (سراج الوہاج) اور جس عورت کو بڑھاپے یا نابالغ ہونے کی وجہ سے حیض نہ آتا ہو، یا اس عورت کی عمر بالغہ عورت کی ہے لیکن حیض نہیں آتا تو ایسی عورت کی عدت تین مہینے ہیں (نقایہ) اسی طرح جس عورت نے خون ایک مرتبہ دیکھا پھر اس کے بعد اسے خون نظر نہیں آتا اس کی عدت بھی مہینوں کے حساب سے تین مہینے ہوگی اور یہی صحیح ہے اور اگر عورت نے تین دن تک خون دیکھا پھر اس کا خون بند ہو گیا تو اس کی عدت کا حساب حیض ہی سے ہوگا چاہے زمانہ دراز تک عدت گذارنی پڑی یہاں تک کہ وہ بوڑھی ہو کر نا امیدی کی عمر کو پہونچ جائے، اور پھر مہینوں کے اعتبار سے عدت ہوگی، (عنایہ) جوامع الفقہ میں لکھا ہے کہ جس عورت نے تین دن سے کم خون دیکھا اس کی عدت مہینوں کے اعتبار سے ہوگی اور یہی صحیح ہے اور جس عورت نے تین دن خون دیکھا اس کی عدت حیض ہی سے شمار ہوگی (غایۃ السروجی)

اور اگر نابالغہ عورت مہینوں کے شمار سے عدت پوری کر رہی تھی کہ اس درمیان میں اس نے حیض کا خون دیکھا تو مہینوں والا شمار باطل ہو جائے گا اور از سر نو حیض کے حساب سے عدت کا شمار کرے گی (سراج الوہاج) اور جب طلاق یا وفات کی عدت مہینوں کے شمار سے واجب ہوئی، بعد ازاں اگر اتفاقاً شروع مہینہ میں خون دیکھا، تو مہینوں کا شمار چاند سے ہوگا اگرچہ تیس۳۰ دن سے کم میں چاند نکل آئے اور اگر یہ واقعہ مہینہ کے درمیان پیش آیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک اور ایک روایت کے اعتبار سے امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مہینوں کا پورا کرنا دنوں کے شمار سے ہوگا، چنانچہ طلاق کی عدت نوے۹۰ دن میں اور وفات کی عدت ایک سو تیس۱۳۰ دن میں پوری ہوگی (محیط)، اگر چاند کی شروع تاریخ میں عصر کے وقت اپنی عورت کو طلاق دی اور اس کی عدت کا شمار مہینوں سے ہوتا ہے تو اس کی عدت کا حساب چاند سے لگایا جائے گا اور ایک دن کا جو حصہ گذر گیا اس کی وجہ سے عدت کا حساب دنوں سے نہیں لگایا جائے گا، ہاں اگر دوسری یا تیسری تاریخ کو طلاق دی تو یہ حکم نہ ہوگا (فتاویٰ صغریٰ) اور اگر اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو اس پر عدت کے تین پورے حیض واجب ہوں گے اور یہ حیض جس میں طلاق دی عدت میں شمار نہ کیا جائے گا (ظہیریہ)

باندی و مدبرہ وام ولد و مکاتبہ ——— کی عدت کا بیان

باندی، مدبرہ[1] وام ولد[2] ومکاتبہ[3] کی طلاق و فسخ کی مدت دو حیض ہے، اگر ایسی عورت ہو کہ اسے حیض نہ آتا ہو تو طلاق و فسخ میں اس کی مدت ڈیڑھ مہینہ ہے (کافی) جو باندی آزاد ہو گئی ہو، مگر اس پر سعایت (کوشش) واجب ہو اس وجہ سے وہ مستسعاۃ (کوشش کرنیوالی) ہو تو امام اعظمؒ کے نزدیک وہ مکاتبہ کی طرح ہے اور صاحبین[4] کے نزدیک وہ آزاد عورت کی طرح ہے (سراج الوہاج) اور اگر کسی مرد نے کسی عورت سے بطور شبہ یا نکاح فاسد سے جماع کیا تو اس مرد پر اس کا مہر واجب ہوگا اور عورت پر عدت واجب ہوگی، اگر یہ عورت آزاد ہے تو تین حیض واجب ہیں اور اگر باندی ہو تو دو حیض خواہ یہ مرد اس عورت کو چھوڑ کر مرگیا ہو یا دونوں میں جدائیگی کر دی گئی اور عورت زندہ ہو اور اگر اس عورت کو کم عمری، یا بڑھاپے کی وجہ سے ماہواری نہ آتی ہو تو آزاد عورت کی عدت تین مہینے اور باندی کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے (غایۃ البیان) اور اگر کسی مرد نے دوسرے کی باندی کو جو اس کی بیوی ہے خرید لیا

---

[1] مدبرہ جس باندی کے آقا نے کہدیا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو،

[2] آقا نے باندی سے جماع کیا اور آقا کے نطفہ سے بچہ ہوا تو یہ آزاد عورت کی طرح ہے،

[3] باندی نے اپنے آقا سے طے کر لیا کہ ایک مقررہ رقم دینے کے بعد آزاد ہو جاؤں گی اور آقا نے اقرار کر لیا ہو [4] امام محمدؒ و امام ابو یوسفؒ،

بعد یا صحیح تنہائی کے بعد اسے طلاق دیدی تو عورت پر عدت واجب ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر نکاح ہی غلط طریقے سے ہوا اور قاضی نے دونوں میں تفریق کردی اگر جماع سے پہلے تفریق کی تو عدت واجب نہ ہوگی اسی طرح اگر خلوت و تنہائی کے بعد تفریق کی تو بھی یہی حکم ہے اور اگر جماع کے بعد تفریق واقع ہوئی، تو تفریق کے وقت سے عورت پر عدت واجب ہوگی اور اسی طرح اگر فرقت (جدائی) قاضی کے فیصلے کے بغیر واقع ہوئی تب بھی عدت لازم ہے (ظہیریہ) اور فضولی[1] کے نکاح کرنے میں وطی واقع ہونے سے عدت واجب نہیں ہوتی ہے (محیط سرخسی) اور زانیہ (زنا کرنے والی) پر، عدت واجب نہیں ہوتی ہے، امام اعظم رح و امام محمد رح کا یہی قول ہے (شرح طحاوی)

ایک مرد نے کہا کہ ہر وہ عورت جس سے نکاح کروں وہ طلاق پانے والی ہے پھر جو اس نے کہا تھا اسے بھول گیا اور ایک عورت سے نکاح کر لیا اور اس کے ساتھ جماع کیا تو اسے طلاق ہو جائے گی اور ایک پورا مہر اور ایک آدھا مہر واجب ہوگا اور اس پر عدت واجب ہوگی اور اگر بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا (خلاصہ) ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ جماع کیا، پھر کہا کہ میں قسم کھا چکا تھا کہ اگر میں کسی ثیبہ سے نکاح کروں تو وہ تین طلاق پانے والی ہے اور مجھے اس کا ثیبہ ہونا معلوم نہیں تھا تو اس مرد کے اقرار کی وجہ سے طلاق واقع ہو جائے گی، پھر اگر عورت نے اس کی تصدیق کی تو اس عورت کو آدھا مہر طلاق قبل جماع کی وجہ سے حاصل ہوگا اور مہر مثل[2] کامل جماع کی وجہ سے پائے گی اور عورت پر ایسی وطی کی وجہ سے عدت واجب ہوگی مگر اس کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا اور اگر عورت نے اس مرد کو جھٹلا دیا کہ اس نے قسم نہیں کھائی تھی تو عورت کو ایک ہی مہر ملے گا، اور اس کو رہنے کا گھر اور نفقہ (خرچ) بھی ملے گا (فتاویٰ قاضی خاں)

جن عورتوں پر عدت واجب نہیں ہوتی ہے

پہلی شکل:- وہ عورت جس کو جماع سے پہلے طلاق دی گئی ہو،

دوسری شکل:- وہ عورت جو دار الحرب کی رہنے والی ہو اور دار الاسلام میں پناہ وامان لے کر داخل ہوئی اور اس کا شوہر دار الحرب میں موجود ہے۔

تیسری شکل:- دو بہنیں جن سے ایک ہی عقد میں نکاح کیا گیا بعد میں نکاح فسخ ہوا،

چوتھی شکل:- کسی مرد نے چار عورتوں سے زیادہ عورتوں کو نکاح میں جمع کر لیا اس کے بعد ان کا نکاح فسخ کیا گیا (تاتارخانیہ)

عدت کے متفرق مسائل!

عورتوں پر عدت واجب ہونا اجماعی مسئلہ ہے (تمرتاشی) اگر کسی مرد نے اپنی بیوی کو طلاقِ بائن یا طلاق رجعی یا تین طلاق دیں اور دونوں میں بغیر طلاق جدائی واقع ہوگئی اور یہ آزاد عورت ایسی ہے کہ اسے حیض آتا ہے تو اس کی عدت تین حیض (ماہ واری)

[1] فضولی وہ شخص ہے جو نکاح کے بارے میں اصیل یا وکیل نہ ہو،

[2] مہر مثل جو مہر اس جیسی عورت مثلاً اس کی بہن یا پھوپھی کا ہو،

وہ عورت تین حیض سے عدت پوری کریگی اور اگر مکاتب نے جماع نہ کیا ہو تو مہر و عدت کچھ بھی واجب نہ ہوگی (محیط سرخسی) جس عورت کو حیض آتا ہو وہ اپنی عدت حیض سے پوری کرے گی اگر اس کا حیض دس دن کا ہو تو اس کے غسل کرنے میں جو وقت خرچ ہوگا وہ اس کے حیض میں داخل نہ ہوگا اور اگر دس دن سے کم اس کو حیض آتا ہو تو غسل کرنے کا وقت حیض کے دنوں میں داخل ہوگا اور اگر عورت غیر مسلمہ ہو، تو یہ وقت کسی صورت میں حیض میں داخل نہیں ہوگا، اور شوہر کو اس سے جماع کرنا حلال ہوگا اور اس کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا جائز ہوگا جب کہ یہ غسل آخری عدت کا ہو (سراج الوہاج)

حاملہ (حمل والی) عورت کی عدت کا بیان!

حمل والی عورت کی عدت حمل کے جننے سے متعلق ہے (کافی) اور جو عورت حیض سے اپنی عدت گذارتی ہے اگر اس کے حیض کے پورے دس روز ہوں تو اس کے غسل کا وقت حیض میں داخل نہیں ہے لہٰذا تیسرے حیض میں خون ختم ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل ہو جائے گا اور اگر شوہر نے طلاق نہ دی ہو تو اس سے جماع کر سکتا ہے اور اگر طلاق دیدی ہو تو عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینے کا اختیار حاصل ہوگا، اور اگر اس کے ایام حیض دس دن سے کم ہوں اور اس نے غسل نہ کیا یا ایک نماز کا پورا وقت گذر گیا تو رجعت باطل نہ ہوگی اور عورت کے واسطے دوسرے شوہر سے نکاح کرنا جائز نہ ہوگا یہ حکم مسلمان عورت کے لئے ہے اور اگر عورت اہل کتاب میں سے ہے تو خون ختم ہوتے ہی رجعت کا حکم باطل اور ختم ہو جائے گا اور اگر طلاق نہ دی ہو تو اس کے شوہر کو اس سے وطی کرنا جائز ہوگا اور عورت کو دوسرے شوہر سے نکاح کر لینا جائز ہوگا خواہ اس کے ایام حیض دس دن ہوں یا کم ہوں (سراج الوہاج)

حاملہ عورت کی عدت بچہ جننا ہے (کافی) چاہے عدت کے واجب ہونے کے وقت حمل والی ہو یا عدت کے واجب ہونے کے بعد حاملہ ہو گئی ہو (فتاویٰ قاضی خاں) چاہے وہ عورت آزاد ہو، یا باندی کسی طریقے کی ہو، یا مدبرہ یا ام ولد، یا مسعات (کوشش کرنیوالی) خواہ مسلمان عورت ہو یا کتابیہ ہو (بدائع) خواہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی عدت ہو، یا نکاح یا وطی بشبہہ کی عدت ہو (نہر فائق) خواہ حمل ثابت النسب ہو یا نہ ہو اور نہ ہونے کی صورت یہ ہے، کہ کسی نے زنا سے حمل والی عورت کو اپنے نکاح میں شامل کیا (سراج الوہاج)

اور اگر شوہر کی موت کے بعد عدت میں حمل پیدا ہو گیا تو شیخ کرخی رح فرماتے ہیں کہ عورت کا اختتام وضع حمل سے ہوگا اور صحیح یہ ہے کہ ایسی صورت میں عدت کا اختتام حمل کے جننے پر نہ ہوگا مسئلہ کی تاویل یہ ہے کہ نطفہ کا ٹھیرنا موت کے قبل وقت کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اسی وجہ سے میت سے نسب ثابت ہوتا ہے اور جب یہ مسئلہ فرض کیا گیا کہ نطفہ کا علوق (ٹھیرنا) موت کے بعد پیدا ہوا تو عدت کا اختتام ایسے حمل کے جننے پر بالاتفاق نہ ہوگا (عنایہ) حمل سے عدت گذارنے والی عورت کے واسطے کوئی مدت مقرر نہیں ہے چاہے طلاق یا موت سے ایک دن یا اس سے کم کے بعد وضع حمل ہو تو عدت پوری ہو جائے گی (جوہرہ نیرہ)

اور مبسوط میں مذکور ہے کہ اگر شوہر مر گیا اور ابھی وہ تختہ پر نہلایا جا رہا ہے، یا کفنایا جا رہا ہے اور اس کی عورت نے بچہ جنا تو عدت پوری ہو گئی اور ایسی عدت کے ختم ہونے کی شرط یہ ہے کہ جو وضع (جننا) ہوا ہو اس کی خلقت و پیدائش ظاہر ہو گئی ہو اور اگر بالکل ظاہر نہ ہوئی، مثال کے طور پر بندھا ہوا خون یا گوشت کا لوتھڑا گر گیا تو اس سے عدت پوری نہ ہوگی (بدائع) اور اگر عدت گذارنے والی عورت حاملہ ہو اور اس کے دو بچے پیدا ہوئے تو آخری بچہ کی پیدائش پر عدت ختم ہوگی (محیط) اور اگر عورت کے پیٹ سے بچہ کا اکثر حصہ نکل آیا تو علماء کا قول ہے اگر طلاق رجعی ہو تو اسی وقت سے رجعت ختم ہو جائے گی لیکن عورت کو

اور اس کے ساتھ جماع کر چکا ہے تو نکاح فاسد ہو گیا اور اس مرد کے حق میں اس عورت پر عدت واجب ہو گی یہاں تک کہ اس سے جماع کرنا مرد کو حرام نہیں ہے، مگر دوسرے مرد کے حق میں یہ باندی معتدۃ الغیر کی طرح ہو گی یہاں تک کہ اس مرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی دوسرے مرد سے اس باندی کا نکاح کر دے جب تک کہ اس کو دو ماہواری نہ آ جائے (محیط سرخسی)

اور اگر زید نے اپنی بیوی کو خرید لیا اور اس عورت کا اس زید سے ایک لڑکا ہے، بعد ازاں زید نے اسے آزاد کر دیا تو اس عورت پر تین حیض واجب ہوں گے اور دو ماہواری میں جن چیزوں کا پرہیز منکوحہ عورت سے ہوتا ہے اس سے بھی ہو گا اور ایک حیض آزادی کا ہے اس میں کسی چیز سے پرہیز نہ ہو گا (ظہیریہ) اور اگر زید نے اپنی بیوی کو خریدا اور اس کو ایک ماہواری آ گئی، پھر اس کو آزاد کیا تو آزادی کے بعد دوسرے دو حیض سے اپنی عدت پوری کرے گی، انہیں چیزوں سے پرہیز کیا جائے گا جن چیزوں سے آزاد عورت سے پرہیز کیا جاتا ہے اور اگر اس کو ایک طلاق بائن دیکر خریدا تو ملک یمین[1] سے وطی کر سکتا ہے، لیکن اگر دو طلاقیں بائن دیں اور پھر خریدا تو اس پر حلال نہیں ہو گی یہاں تک کہ دوسرے شوہر سے حلالہ کرا دے اور اگر اس کو دو ماہواری آ گئیں پھر اس کو آزاد کر دیا، تو اس پر نکاح کی عدت واجب نہیں ہو گی، لیکن اس پر آزادی کی عدت واجب ہو گی اس لئے کہ اس میں ایک قسم کی سختی ہے بشرطیکہ اس مرد سے اس کی کوئی اولاد ہو (عتابیہ) مکاتب اپنی منکوحہ عورت کو خریدے تو نکاح فاسد نہیں ہو گا پھر اگر مکاتب بدل کتابت کی ادائیگی سے عاجز ہو گیا تو دونوں اپنے نکاح میں بدستور باقی رہیں گے اور اگر بدل کتابت ادا کر کے آزاد ہو گیا تو نکاح فاسد ہو جائے گا اور اس عورت پر عدت واجب نہیں ہو گی (فتاویٰ قاضی خاں)

اور اگر مکاتب نے اپنی بیوی کو خریدا اور پھر مر گیا اور اس قدر مال چھوڑا جو بدل کتابت کی ادائیگی کے واسطے کافی ہے پھر مال کتابت ادا کر دیا گیا تو حکم دیا جائے گا کہ مکاتب کے تادم واپسی آزاد ہو گیا نکاح فاسد ہو جائے گا اور اس عورت پر فساد نکاح کی عدت واجب ہو گی اور وہ دو حیض ہیں بشرطیکہ مکاتب سے اس کی اولاد نہ ہوئی ہو، چاہے اس نے اس کے ساتھ جماع کیا ہو اور اگر اولاد ہوئی ہو تو اس پر پورے تین حیض عدت کے واجب ہوں گے اور اگر مکاتب نے ادائے کتابت کے واسطے مال نہ چھوڑا ہو اور اس عورت کے اس مکاتب سے کوئی اولاد نہ ہوئی ہو، تو اس پر دو مہینہ پانچ دن عدت واجب ہو گی خواہ مکاتب نے اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو اگر اس عورت نے مکاتب سے کوئی اولاد پیدا کی ہو تو یہ عورت اور اس کا بچہ مکاتب کی طرف سے اس کے قسطوں کے موافق کوشش کریں گے اور اگر دونوں سعایت (کوشش) سے عاجز ہوئے یعنی ادا نہ کر سکے تو اس کی عدت دو مہینے پانچ دن ہو گی اور اگر دونوں نے مال کتابت ادا کر دیا تو آزاد ہو جائیں گے اور مکاتب بھی آزاد ہو جائے گا، یعنی حکم دیا جائے گا کہ وہ آخری جزو زندگی میں آزاد ہو کر مرا ہے اور اگر مال کتابت کی ادائیگی عدت کے بیچ میں واقع ہوئی، تو اس عورت پر تین حیض از سر نو اس کے آزاد ہونے کے دن سے واجب ہوں گے کہ اس میں دو مہینہ پانچ دن مکاتب کے مرنے کے دن سے پورے کرے گی اور اگر مکاتب نے اپنے آقا کی لڑکی سے اس کی اجازت سے نکاح کیا پھر مکاتب آقا کے مرنے کے بعد بدل کتابت کے ادائیگی کی مقدار کافی مال چھوڑ کر مر گیا تو اس عورت کی عدت چار مہینہ دس دن ہو گی خواہ مکاتب نے اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو اور اس عورت کو مہر اور میراث ملے گی اس واسطے کہ وہ مکاتب آزاد مرا ہے اور اگر وہ مکاتب بغیر کافی مال چھوڑے مر گیا تو اس کا نکاح فاسد ہو گیا اس لئے کہ وہ عورت اس کی زندگی کے آخر حصہ میں اس کی مالک ہو گئی اگر مکاتب نے اس کے ساتھ جماع کر لیا ہو تو مہر میں سے اتنی مقدار جتنی اس کی مالک ہوئی ہے ساقط ہو جائے گی اور

---

[1] خریدنے سے جو ملکیت حاصل ہوتی ہے۔

میت یا جنازہ کو اپنی آنکھ سے معائنہ کیا اور یہ خبر دینے والا شخص پابند شرع ہے تو اس عورت کو گنجائش ہے کہ عدت پوری کر کے دوسرا نکاح کرلے اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ خبر دینے والوں نے تاریخ نہیں بتائی ہے اور اگر تاریخ بیان کی مگر جن لوگوں نے اس کے زندہ ہونے کی تاریخ بیان کی ہے ان کی تاریخ موت کی خبر دینے والے بہ نسبت پیچھے ہے تو ان ہی دونوں کی گواہی زیادہ بہتر ہوگی (فتاوی قاضی خاں) شیخ رح سے دریافت کیا گیا کہ ایک عورت کا شوہر سفر میں غائب ہے ایک مرد اس عورت کے پاس آیا اور اس کے شوہر کے مرنے کی خبر دی عورت اور گھر والوں نے اہل مصیبت کی طرح تعزیت کی اور عدت پوری کر کے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور دوسرے شوہر نے اس کے ساتھ جماع کیا، پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے اس عورت کو خبر دی کہ اس کا شوہر تو زندہ ہے اور کہا کہ میں نے اس کو فلاں شہر میں دیکھا ہے، لہٰذا اس کے دوسرے نکاح کی کیا کیفیت اور حالت ہے اور آیا اس کو دوسرے شوہر کے پاس ٹھیرنا جائز ہے یا نہیں اور یہ اور دوسرا شوہر کیا کرے، تو شیخ رح نے جواب دیا کہ اگر اس نے پہلے خبر دینے والے کی تصدیق کی تھی تو اس سے یہ ممکن نہیں ہے کہ دوسرے خبر دینے والے کی تصدیق کرے اور ان دونوں میں دوسرا نکاح باطل نہ ہوگا اور ان دونوں کو اختیار ہے، کہ اس نکاح پر ٹھیرے رہیں (تاتارخانیہ وبحرالرائق منقول از تتمہ)

اگر کسی مرد نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک متعین بیوی کو دونوں سے جماع کے بعد طلاق دیدی اور یہ دونوں حائضہ ہوتی ہیں اور وہ مرد مر جاتا ہے اور یہ پتہ نہیں کہ مطلقہ کون ہے تو ان میں سے ہر ایک پر عدت وفات واجب ہوگی کہ اس عدت میں تین ماہواری کی تکمیل کرے گی اسی طرح اگر اس نے دو بیویوں میں سے ایک غیر متعین کو تین طلاق دیدیں اور صحت کے زمانہ میں طلاق دی پھر صحت کرنے سے پہلے مر گیا تو ان میں سے ہر ایک پر وفات کی عدت واجب ہوگی جن میں وہ تین حیض کی تکمیل کریگی (فتاوی قاضی خاں)

اگر اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں اس گھر میں آج کے دن داخل نہ ہوا تو تجھے تین طلاق ہے، پھر اس دن گذرنے کے بعد مر گیا اور یہ معلوم نہیں ہوتا ہے کہ وہ داخل ہوا تھا یا نہیں تو اس عورت پر وفات کی عدت واجب ہوگی اور حیض کی عدت واجب نہیں ہے (مبسوط) اگر نابالغ لڑکا اپنی بیوی کو چھوڑ کر مر گیا، پھر اس کے مرنے کے بعد عورت کو حمل ظاہر ہوا تو مہینوں کے شمار سے عدت پوری کرے گی اور اگر حاملہ ہونے کی حالت میں مرا ہے تو بطور استحسان[1] عدت سے وضع حمل پورے کرے گی (محیط سرخسی) اور دونوں صورت میں بچہ کا نسب اس نابالغ لڑکے سے ثابت نہ ہوگا (ہدایہ) اور موت کے دن حمل موجود ہونے کا علم اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ عورت لڑکے کی موت سے چھ مہینے سے کم میں بچہ جنے اور موت کے بعد حمل پیدا ہونے کی شناخت اس طرح ہو سکتی ہے کہ موت کے دن سے چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنے (جامع صغیر)

اور اگر خصیے نکالا ہوا مرد اپنی بیوی کو چھوڑ کر مر گیا اور اس کی بیوی حاملہ تھی، یا موت کے بعد حمل پیدا ہوا تو اس کی عدت وضع حمل ہے، اور مجبوب (جس کے خصیتین اور عضو تناسل ختم ہو گئے ہوں) اگر بیوی کو حاملہ چھوڑ کر مر گیا یا اس کی موت کے بعد حمل پیدا ہوا تو ایک روایت میں ہے کہ اس کا حکم نر کی طرح ہے کہ بچہ کا نسب اس مجبوب سے ثابت ہوگا اور عدت کا اختتام وضع حمل سے ہوگا اور دوسری روایت میں ہے وہ مجبوب نابالغ لڑکے کی طرح ہے (جوہرہ نیرہ) اور اگر مجنون (پاگل) اپنی بیوی کو چھوڑ کر مرا تو بچہ کا نسب اور عدت میں اس کا حکم تندرست مرد کی طرح ہے (بحرالرائق) اگر اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر مر گیا، اگر طلاق رجعی ہے تو اس کی عدت وفات کی عدت سے بدل جائے گی خواہ اس مرد نے اس کو مرض کی حالت میں یا صحت کی حالت میں طلاق دی ہو اور طلاق کی عدت ختم ہو جائے گی اور اگر طلاق

[1] استحسان، قیاس کے خلاف جو حکم اور دلیل ہو،

دوسرے شوہر سے اسی وقت نکاح کر لینا احتیاطاً جائز نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) ہشام ؒ نے امام محمد رح سے روایت کی ہے کہ اگر اپنی عورت کو طلاق دی حالاں کہ وہ حاملہ ہے تو جب بچہ اس کے پیٹ سے سرکے بل، یا پاؤں کے بل آدھا بدن اس کا سر اور ٹانگوں کے علاوہ نکل آیا تو عدت پوری ہوگئی اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس کا بدن چوتڑوں سے لے کر کندھوں تک ہے (ذخیرہ)

عورت کے سنِ ایاس کی بحث

اور اگر حیض سے ناامید ہونے والی آزاد عورت ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہے، (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر حیض سے ناامید ہونے والی عورت نے مہینوں کے شمار سے عدت شروع کی، پھر اس نے خون دیکھا تو جس قدر دن اس کی عدت سے گذر چکے ہیں وہ سب باطل ہوگئے اور اس پر واجب ہے کہ از سر نو حیض سے اپنی عدت پوری کرے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اپنی عادت کے مطابق خون دیکھا کیوں کہ عادت کے موافق خون دیکھنے سے اس کا حیض سے ناامید ہونا باطل اور ختم ہوگیا اور یہی صحیح ہے (ہدایہ) اور صدر شہید رح نے ذکر فرمایا ہے کہ قاضی جب عورت کو آئسہ (حیض سے ناامید ہونے والی) ہونے کا حکم دیدے، اور اس کے بعد جو خون اس کو دکھلائی دیا ہے اگر وہ خون خالص ہے تو حیض ہے اور حیض سے ناامید ہونے کا حکم باطل ہو جائے گا لیکن یہ بات آئندہ زمانہ کے حق میں ہوگی زمانہ ماضی کے احکام میں نہ ہوگی اور اگر دیکھا ہوا خون خالص نہ ہو، بلکہ گدلا یا سبز ہو تو یہ حیض نہیں ہے، اور فساد منبت[1] پر محمول کیا جائے گا اور یہی پسندیدہ قول ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے اور جب عورت عدت ایاس تک پہونچ گئی ہے اور وہ خون نہیں دیکھتی ہے اور اس نے مہینوں سے عدت گذارنی شروع کی تو اس کے گذشتہ وقت عدت کے نہ باطل ہونے کے واسطے آیا حاکم کا فیصلہ ناامید ہونے کے لئے شرط ہے یا نہیں اس میں مشائخ اختلاف کرتے ہیں بہتر یہ ہے کہ حاکم کا فیصلہ کرنا شرط ہے کہ یہ آئسہ (حیض سے ناامید ہونے والی) ہے (سراج الوہاج)

مجموع النوازل میں لکھا ہے کہ اگر آئسہ عورت نے مہینوں سے عدت پوری کر کے کسی مرد سے نکاح کیا پھر اس نے خون دیکھا تو بعض کے نزدیک نکاح فاسد ہوگا اور اگر قاضی نے نکاح جائز ہونے کا حکم دیدیا ہوا اور پھر اس نے خون دیکھا تو نکاح فاسد نہ ہوگا اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ نکاح جائز ہے اور قاضی کا فیصلہ شرط نہیں ہے، ہاں آئندہ حیض سے عدت ہوگی (خلاصہ) آئسہ عورت نے اگر کچھ عدت مہینوں سے گذاری تھی کہ اتنے میں حاملہ ہوگئی تو اب وضع حمل (بچہ جننے) سے عدت پوری کرے گی (فتاویٰ قاضی خاں)

عدتِ وفات کا بیان

آزاد عورت کی عدت وفات چار مہینہ دس دن ہے اس عورت سے جماع کیا گیا ہو یا اس عورت سے جماع نہ کیا گیا ہو، عورت مسلمان ہو، یا مسلمان مرد کے نکاح میں یہودیہ یا نصرانیہ ہو، خواہ نابالغہ ہو یا بالغہ، یا آئسہ، خواہ اس کا شوہر آزاد ہو یا غلام خواہ اس مدت میں اس کو حیض آوے یا نہ آوے مگر حمل ظاہر نہ ہو (فتح القدیر) یہ عدت صرف نکاح صحیح میں واجب ہوتی ہے (معراج الدرایہ) اور اگر منکوحہ عورت باندی ہو اور اس کا شوہر مرگیا تو اس کی عدت دو مہینہ پانچ دن ہے، اور مدبرہ وام ولد، ومکاتبہ ومستسعاۃ کا بھی امام اعظم رح کے قول پر یہی حکم ہے (غایۃ البیان) ایک مرد سفر میں دور گیا ہوا ہے اس کی بیوی کو ایک مرد نے خبر دی کہ وہ مرگیا ہے اور دو مردوں نے خبر دی کہ وہ زندہ ہے جس شخص نے اس کے شوہر کی موت کی خبر دی ہے اگر عورت کو یوں خبر دے کہ میں نے اس کی

---

[1] (فساد منبت) بچہ دانی کی خرابی کیوں کہ جب نشوونما کی جگہ بچہ دانی خراب ہو جائے گی تو پھر حیض کیسے آئے گا،

بلکہ توقف کیا جائے گا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس کو اس جماع سے حمل رہا ہے یا نہیں (تمرتاشی) نابالغہ کو اس کے شوہر نے طلاق دی پھر اس نے دو مہینہ انتیس دن گذارے، پھر اسے حیض آگیا تو جب تک اسے تین حیض نہ آجاویں عدت ختم نہ ہوگی،

ایک مرد نے اپنی بیوی کو طلاق رجعی دی، پھر اس نے تین حیض سے عدت پوری کرنی شروع کی مگر ایک دن باقی رہا تھا کہ اس کا شوہر مرگیا، تو اس پر چار مہینہ دس دن کی عدت واجب ہوگی (غایۃ البیان) اگر مطلقہ عورت نے اپنی عدت ماہ واری سے پوری کرنی شروع کی اور ایک حیض یا دو حیض آگئے تھے کہ اس کا حیض ختم ہوگیا تو وہ عدت سے باہر نہ ہوگی، یہاں تک کہ ناامید ہو جائے، پھر خون بند رہا یہاں تک کہ وہ آئسہ[۱] ہوگئی تو از سرنو مہینوں سے عدت پوری کرے گی (فتاویٰ قاضی خاں) منکوحہ باندی کو اس کے شوہر نے طلاق رجعی دی، پھر اس کی عدت میں اس کے آقا نے اسے آزاد کر دیا تو طلاق کے وقت سے اس کی عدت آزاد عورتوں کی شمار ہوگی، اگر اس کو حیض آتا ہے تو اس پر تین حیض کی عدت پوری کرنی ضروری ہے

اور اگر اس کو حیض نہ آتا ہو، تین مہینہ سے عدت پوری کرنی ضروری ہوگی اور اگر اس کے شوہر نے ایک طلاق بائن یا تین طلاق دیدیں، یا اس کو چھوڑ کر مرگیا، پھر وہ عدت میں آزاد کردی گئی تو اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت سے نہیں بدلے گی اور اسے ضروری ہوگا کہ دو حیض سے عدت پوری کرے، یا ڈیڑھ مہینے سے پوری کرلے یا دو مہینہ پانچ دن سے عدت پوری کرے گی عورت کی حالات کے اختلاف کی حیثیت سے مذکورہ مسائل ہوں گے (غایۃ البیان) نابالغہ باندی کو جماع کے بعد طلاق دی گئی تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہوگی اگر عدت ختم ہونے کے قریب اس کو حیض آگیا تو اس کی عدت حیض سے منتقل ہو جائے گی دو حیض سے عدت پوری کرے گی پھر جب حیض کی عدت پوری ہونے کے قریب ہوئی تو آزاد کردی گئی تو اس کی عدت تین حیض ہو جائے گی پھر جب اس کی عدت گذرنے کے قریب پہونچی تو اس کا شوہر مرگیا تو اس پر چار مہینہ دس دن کی عدت لازم ہوگی (عتابیہ)

عدت کا شمار کس وقت سے کیا جائے گا

طلاق کی صورت میں عدت کی ابتدا طلاق کے بعد سے ہوگی، اور وفات میں عدت کا شمار شوہر کی وفات کے بعد سے ہوگا اور اگر عورت کو طلاق یا وفات کا حال معلوم نہ ہوا یہاں تک کہ مدت عدت گذر گئی تو اس کی عدت پوری ہوگئی (ہدایہ) اور اگر عورت کو شوہر کی موت میں شک ہوا تو جس وقت سے یقین ہو جائے اس وقت سے عدت شروع کرے گی (عتابیہ) اور نکاح فاسد میں عدت کی ابتداء تفریق سے ہوگی یا جس وقت سے وطی کرنے والے نے اس عورت سے جماع چھوڑنے پر پختہ ارادہ کرلیا ہو (ہدایہ) اور اگر مرد نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی اس بیوی کو فلاں وقت سے طلاق دی ہے تو عدت اسی اقرار کے وقت سے ہوگی چاہے عورت نے اس مرد کے قول کی تصدیق کی یا جھٹلا دیا، یا کہا کہ مجھے معلوم نہیں ہے مگر اس صورت میں شوہر کی بات نہیں مانی جائے گی اور یہی پسندیدہ ہے اور امام محمدؒ نے کتاب میں یوں جواب دیا ہے کہ جب عورت نے اس کی بات کی تصدیق کی تو عدت اسی وقت سے ہوگی جس وقت طلاق

---

[۱] آئسہ، یعنی اس مطلقہ کی عدت سن ویاس میں پہونچنے کے بعد ختم ہوگی جب کہ وہ بوڑھی ہو جائے خواہ زمانہ دراز ہو جائے، مگر اس حکم میں خون اور نفقہ ہیں وہ ظاہر ہیں کہ باوجود طبعی شہوت کے دوسرے شوہر سے شادی نہیں کرسکتی ہے عصمۃ، و عدت اگرچہ من جانب اللہ ہوتی ہے مگر شریعت اس امت سے تنگی کو دور کرتی ہے لہٰذا عقل کو اس سے نجات کے بارے میں غور کرنا چاہیئے۔

بائن، یا تین طلاق ہوں اور عورت اگر وارث نہ ہو سکتی ہو، یا ایسی صورت کہ اس کو حالتِ تندرستی میں طلاق دی ہو تو اس کی عدت طلاق وفات کی عدت سے نہیں بدلے گی اور اگر وہ وارث ہو سکتی ہے مثلاً اس کو بیماری کی حالت میں طلاق دی ہو پھر عدت گذرنے سے پہلے مرگیا، لہٰذا وہ عورت وارث ٹھہری تو چار مہینہ دس دن وفات کی عدت پوری کرے گی جن میں تین حیض کی تکمیل کا لحاظ رکھے گی یہاں تک کہ اگر چار مہینہ دس دن میں اس کو تین حیض نہ آئے تو اس کے بعد تک پورے کرے گی یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے (بدائع)

اگر مرتد مرد اپنی حالتِ ارتداد میں قتل کیا گیا یہاں تک کہ اس کی بیوی اس کی وارث ہوئی تو اس کی عدت دونوں عدتوں[1] میں سے دراز اور لمبی عدت ہو گی، یہ امام اعظمؒ و امام محمدؒ کا قول ہے، اور اگر ام ولد کا آقا اس کو چھوڑ کر مر گیا، یا اس کو آزاد کر دیا تو اس کی عدت تین حیض ہو گی اور یہ اس وقت ہے جب کہ ام ولد عدت کے اندر نہ ہو اور نہ کسی شوہر کے نکاح میں ہو اور اس ام ولد کی عدت کا نفقہ نہیں ملے گا اور اگر وہ حائضہ نہ ہوتی ہو تو اس کی عدت تین مہینہ ہیں اور اگر ایسی باندی کو چھوڑ کر مرا جس سے آقا وطی اور جماع کیا کرتا تھا یا ایسی مدبرہ کو چھوڑ کر مرا، جس سے جماع کیا کرتا تھا، یا اس قسم کی باندی یا مدبرہ کو آزاد کر دیا تو اس پر کچھ عدت واجب نہیں ہے (سراج الوہاج)

اور اگر اپنی ام ولد کا کسی سے نکاح کر دیا پھر خود مرگیا اور وہ ام ولد اپنے شوہر کے نکاح میں تھی، یا کسی شوہر کی عدت میں تھی تو آقا کی موت کی عدت اس پر واجب نہ ہو گی، اور اگر آقا نے اس کو آزاد کر دیا، پھر شوہر نے اس کو طلاق دیدی تو اس پر آزاد عورتوں کی عدت واجب ہو گی اور اگر شوہر نے اس کو پہلے طلاق دی، پھر آقا نے اس کو آزاد کر دیا اگر طلاق رجعی ہو، تو اس کی عدت آزاد عورتوں کی عدت سے بدل جائے گی اگر طلاق بائن ہو تو عدت نہیں بدلے گی، پھر اگر اس کی عدت ختم ہو گئی اس کے بعد آقا مرگیا تو اس پر آقا کے مرنے سے تین حیض کی عدت واجب ہو گی اور اگر آقا اور شوہر دونوں مرگئے اگر یہ معلوم ہو کہ شوہر پہلے مرا ہے اور یہ معلوم ہو کہ دونوں کی موت کے درمیان دو مہینہ پانچ دن کا فرق ہے تو اس پر دو مہینہ پانچ دن کی عدت واجب ہو گی، جیسے باندیوں پر اپنے شوہر کے مرنے پر واجب ہوتی ہے، پھر آقا کے مرنے کی اس پر تین حیض کی عدت ہو گی اور اگر دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ دن سے کم فرق ہو تو اس پر شوہر کے وفات کی دو مہینہ پانچ دن کی عدت واجب ہو گی، پھر آقا کی موت کی اس پر کچھ بھی عدت لازم نہیں ہو گی (بدائع) اور اگر ام ولد کا شوہر اور آقا دونوں اس کو چھوڑ کر مر گئے اور یہ معلوم نہیں کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے اور دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ دن سے کم فرق ہے تو اس پر چار مہینہ دس دن کی عدت احتیاطاً دونوں میں سے آخر کی موت سے واجب ہو گی اور اس میں حیض کا اعتبار نہیں ہے اور اگر معلوم ہو کہ دونوں کی موت میں دو مہینہ پانچ دن یا زیادہ ہیں تو اس پر چار مہینہ دس دن کی عدت واجب ہو گی، جس میں تین ماہواری کی تکمیل کرے گی،

اور اگر یہ معلوم نہ ہو کہ دونوں کی موت میں کتنے دنوں کا فرق ہے اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کون پہلے مرا ہے تو امام اعظمؒ کے نزدیک عدت چار مہینہ دس دن ہو گی، جس میں حیض کی تکمیل معتبر نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں تین حیض کی تکمیل بھی کرے گی اور اسی طرح اگر شوہر نے اس کو طلاقِ رجعی دیدی تو بھی ان عورتوں میں یہی حکم ہے اور اس عورت کو اپنے شوہر سے کچھ میراث نہ ملے گی (مبسوط) اور اگر نابالغہ کو جو حائضہ نہیں ہوتی ہے، طلاق دی گئی اور شوہر اس سے جماع کر چکا ہے اور یہ نابالغہ ایسی ہے کہ ایسی سے جماع کیا جا سکتا ہے تو اس کی عدت تین مہینہ ہو گی اور شیخ بوعلی نسفیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ نابالغہ بلوغ کے قریب نہ ہو اور اگر بلوغت کے قریب ہو تو شیخ ابوالفضلؒ نے فرمایا کہ اس کی عدت مہینوں کے شمار سے ختم نہ ہو گی،

---

[1] دونوں عدت، بینونت کی عدت اور وفات کی عدت،

اور جانتا ہے کہ یہ عورت میرے لئے حرام ہے اور اس کے حرام ہونے کا اقرار بھی کرتا ہے تو یہ عورت نئی عدت نہیں گذارے گی، لیکن شوہر اور عورت دونوں رجم[1] (سنگسار) کئے جاویں گے اسی طرح اگر عورت نے کہا میں شوہر کے حرام ہونے پر واقف تھی اور احصان[2] کی شرطیں بھی پائی گئیں تو بھی سنگسار کیا جاوے گا اگر مرد نے شبہ کا دعویٰ کیا اور اس کی شکل یہ ہے کہ یوں کہا کہ مجھے گمان تھا کہ یہ میرے واسطے حلال ہے تو وہ عورت وطی کے لئے نئی عدت پوری کرے گی اور پہلی عدت میں نئی عدت داخل ہو جائے گی مگر اس وقت نئی عدت داخل نہیں ہوگی جب پہلی عدت گذر جائے اور جب پہلی عدت گذر گئی اور دوسری اور تیسری عدت باقی رہی تو یہ وطی کی عدت ہوگی اور ایسی حالت میں عورت نفقہ کی مستحق نہ ہوگی یہ حکم اس وقت ہوگا کہ عورت سے طلاق کے اقرار کے باوجود جماع کیا اور اگر عورت سے وطی کی جب کہ اس کی طلاق دینے سے انکار کرنے والا تھا تو عورت نئی عدت پوری کرے گی (ذخیرہ)

ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں دیدیں عورت نے اسی وقت ایک مرد سے نکاح کیا اور اس نے اس عورت سے جماع کیا، پھر دونوں میں جدائیگی کردی گئی تو اس عورت پر ان دونوں کی وجہ سے تین حیض کی عدت گذارنی واجب ہوگی اور اس عورت کا نفقہ اور رہنے کا گھر پہلے شوہر پر واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر عورت نے وفات کی عدت میں دوسرے مرد سے نکاح کرلیا اور اس نے اس سے جماع کیا پھر دونوں میں تفریق کردی گئی تو عورت پر مرنے والے شوہر کی باقی عدت چار مہینہ دس دن تک پوری کرنی ہوگی اور دوسرے شوہر کی وطی کی وجہ سے عدت کے تین حیض واجب ہوں گے اور ان میں وہ حیض بھی شمار ہوگا جو عورت کو بقیہ عدت وفات کے اندر آیا ہو (معراج الدرایہ) عورت کو مال کا بدلہ یا بغیر مال کے خلع کیا پھر عدت میں اس عورت سے یہ جان کر کہ یہ مجھ پر حرام ہے وطی کرلی تو عورت ہر وطی کے لئے نئی عدت پوری کرے گی اور خلع کی عدت اور وطی کی عدت متداخل ہوگی یہاں تک کہ پہلی عدت پوری ہو جاوے، پھر اس کے بعد دوسری اور تیسری وطی کی عدت ہوگی عدت طلاق نہیں ہوگی یہاں تک کہ اس عورت پر دوسری طلاق واقع نہیں ہوسکتی اور عورت کے لئے نفقہ بھی ضروری نہ ہوگا (وجیز کردری)

اگر کتابیہ عدت کسی مسلمان کے نکاح میں ہو تو اس پر وہی واجب ہوگا جو مسلمان عورت پر واجب ہوتا ہے لہٰذا اگر یہ کتابیہ عورت آزاد ہو تو وہ مسلمان آزاد عورت کی طرح ہوگی اور اگر باندی ہو تو اس کے ساتھ مسلمان باندی کے احکام کا برتاؤ ضروری ہوگا اگر کتابیہ عورت کسی کافر کے نکاح میں ہو تو موت اور جدائیگی کسی صورت میں عدت نہ ہوگی مگر شرط یہ ہے کہ ان کے مذہب میں ایسا ہی ہو یہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک اس عورت پر عدت واجب ہوگی (سراج الوہاج)

چودھواں باب ــــــ سوگ کے بیان میں

اگر عورت بالغہ مسلمان ہو اور اس کا شوہر مر گیا ہو یا مبتوتہ[3] ہو تو اس پر سوگ رکھنا ایام عدت میں واجب ہوگا (کافی) اور سوگ سے مراد یہ ہے کہ خوشبو، تیل، سرمہ، مہندی، خضاب اور خوشبو میں بسائے ہوئے کپڑے، یا کسم کے رنگے سرخ کپڑے کے پہننے سے پرہیز کرے اور نیز جو زعفران سے رنگا ہوا ہو اس کے پہننے سے پرہیز کرے، لیکن اگر وہ اس طرح دھویا گیا ہو کہ اس کی خوشبو نہ اڑتی

---

[1] پتھروں سے یہاں تک مارنا کہ دونوں مر جاویں۔

[2] احصان، آزاد عاقل مسلمان بالغ نکاح صحیح سے جماع کرنا اس کو احصان کہتے ہیں

[3] مبتوتہ قطعی جدائی کی ہوئی، مثلاً تین طلاق دی ہوئی۔

دی ہے مگر متاخرین علماء نے عدت کے ضروری ہونے کو اقرار کے وقت سے پسند کیا ہے یہاں تک کہ اس مرد کو یہ جائز نہ ہوگا کہ اس عورت کی بہن سے نکاح کرے یا اس کے علاوہ چار عورتوں کو نکاح میں لائے اور یہ اس مرد کے لئے دھمکی ہے کہ اس نے عورت کی طلاق کو پوشیدہ رکھا، لیکن عورت کے واسطے نفقہ[1] اور سکنہ واجب نہ ہوگا اگر شوہر نے جماع کیا ہو تو شوہر پر دوبارہ دوسرا مہر واجب ہوگا، کیوں کہ اس نے خود اقرار کیا اور عورت نے اس کی تصدیق کی ہے (غایۃ البیان منقول از تتیمہ و فتاویٰ صغریٰ)،

اگر عورت کو تین طلاقیں دیدیں حالاں کہ اس عورت کے ساتھ رہتا ہے اگر وہ طلاق کا اقرار کرنے والا ہے تو عدت گذر جائے گی اور اگر طلاق کا انکار کرنے والا ہو تو ان دونوں کو دھمکی کی غرض سے اس وقت اقرار سے عدت واجب ہوگی اور یہی پسندیدہ ہے (عتابیہ)، ایک مرد نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدیں اور اس کی طلاق لوگوں سے چھپائی، پھر جب اس کو دو حیض آچکے تو اس سے وطی کی اور اس عورت کو حمل رہ گیا پھر مرد نے اس کے طلاق دینے کا اقرار کیا تو جب تک عورت کو وضع حمل نہ ہو اس کے لئے خرچہ واجب ہوگا اس واسطے اس کی عدت وضع حمل پر ختم ہوگی (فتاویٰ کبریٰ)،

ایک مرد نے اپنی جماع کی ہوئی بیوی سے کہا کہ ہر مرتبہ کہ تجھے حیض آوے تو طلاق پانے والی ہے، پھر عورت کو تین[3] حیض آئے تو عدت کا شمار پہلی طلاق واقع ہونے سے ہوگا یعنی ابھی عدت پوری نہیں ہوئی (فتاویٰ قاضی خاں) اگر مرد نے اپنی بیوی کو طلاق دی پھر طلاق سے انکار کر دیا، طلاق پر گواہ قائم کئے گئے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کرنے کا حکم دیا تو عدت طلاق کے وقت سے ہوگی، قاضی کے فیصلہ کے وقت سے عدت نہیں ہوگی (خلاصہ) دو عدتیں ہمارے نزدیک ایک مدت میں پوری ہوتی ہیں خواہ ایک جنس سے یا دو جنس سے ہوں، چنانچہ پہلے کی صورت یہ ہے کہ مطلقہ کو ایک حیض آیا، پھر اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اب دوسرے شوہر نے اس سے وطی کی اور دونوں میں جدائیگی کر دی گئی، پھر اس کو دو حیض آئے تو اب دوسرے شوہر کو اختیار ہوگا چاہے اس سے نکاح کرے کیوں کہ پہلے شوہر کی عدت اب گذر گئی مگر دوسرے کسی مرد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس عورت سے نکاح کر سکے جب تک کہ تفریق کے وقت سے تین حیض پورے نہ ہو جائیں کیوں کہ غیر کے حق میں دوسرے شوہر کی عدت ابھی باقی ہے۔ اور اگر پہلے شوہر نے اس کو طلاق رجعی دی ہو تو جب تک نکاح ثانی کی تفریق کے بعد عورت کو دو حیض نہیں آتے ہیں اس وقت تک پہلے شوہر کو اختیار ہوگا اس عورت سے رجعت کر لے اور اگر دوسرے نکاح کی تفریق کے بعد سے اس عورت کو تین حیض آگئے تو دونوں عدتیں گذر جائیں گی،

دوم[4] کی صورت یعنی دونوں عدتیں دو جنس کی ہوں یہ صورت ہے کہ ایک عورت کا شوہر اس کو چھوڑ کر مر گیا پھر اس عورت سے شبہ کی وجہ سے وطی کی گئی تو پہلی عدت وفات چار مہینہ دس دن گذرنے پر پوری ہو جائے گی اور دوسری عدت وطی بشبہ بھی اگر ان مہینوں میں اگر اس کو تین مرتبہ حیض آیا ہو تو یہ بھی عدت پوری ہو جائے گی (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر عورت کو ایک طلاق بائن یا دو[4] طلاق بائن دی، پھر اس عورت سے عدت میں حرام ہونے کے اقرار کے باوجود وطی کی تو عورت پر ضروری ہوگا کہ ہر وطی کے واسطے وہ از سر نو عدت گذارے اور یہ عدت پہلی عدت کے ساتھ داخل ہو جائے گی یہاں تک کہ اگر پہلی عدت پوری ہو جائے تو یہ عدت داخل نہ ہوگی پھر جب پہلی عدت گذر گئی اور دوسری اور تیسری باقی رہیں تو دوسری اور تیسری عدتیں وطی کی عدت ہوں گی چنانچہ اگر عورت کو اس حالت میں طلاق دی تو دوسری طلاق واقع نہ ہوگی لہٰذا قاعدہ یہ ہے کہ جو عورت کہ طلاق کی عدت میں ہو اس کو دوسری طلاق ہو جاتی ہے اور جو وطی کی وجہ سے عدت گذار رہی ہو اس کو دوسری طلاق واقع نہیں ہوتی ہے، مطلقہ[5] ثلثہ سے اگر اس کے شوہر نے عدت میں وطی کی

---

[1] نفقہ و سکنیٰ. خرچ اور رہنے کا گھر [5] مطلقہ ثلثہ: جس عورت کو تین طلاقیں دی جاچکی ہوں۔

حسین با خوبصورت ہے یا تو مجھے اچھی لگتی ہے یا میرے پاس تیری جیسی کوئی نہیں ہے یا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تجھے ایک جگہ کر دے گا یا اگر اللہ تعالیٰ نے میرے حق میں ایک چیز مقرر کی ہوگی تو ہو گی (سراج الوہاج)

حالتِ عدت میں باہر نکلنے کے احکام

اور اگر عورت نکاح صحیح کی عدت گذار رہی ہو اور یہ عورت آزاد بالغہ عاقلہ مسلمان ہے اور اختیاری حالت ہے تو یہ عورت رات دن میں باہر نہیں نکلے گی خواہ تین طلاق دی گئی ہوں، یا ایک طلاق بائن یا طلاق رجعی ہو (بدائع) اور جس عورت کا شوہر مرگیا ہو وہ دن میں نکل سکتی ہے اور کچھ رات تک بھی نکل سکتی ہے، مگر اپنے گھر کے علاوہ دوسری جگہ رات بسر نہیں کرے گی (ہدایہ) اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو وہ باہر نکل سکتی ہے، لیکن اس صورت میں نہیں نکل سکتی ہے، جب اس کے شوہر نے اسے روک دیا ہو (بدائع) اور عدت گذارنے والی عورت باندی ہو تو وہ اپنے آقا کی خدمت کے لئے نکل سکتی ہے خواہ وفات کی عدت ہو، یا خلع کی یا طلاق کی عدت ہو یا طلاق رجعی یا طلاق بائن کی عدت ہو اور اگر وہ عدت کے اندر آزاد کر دی گئی تو باقی عدت میں اس پر وہی چیزیں واجب ہوں گی جو آزاد طلاق یافتہ دیگئی عورت پر واجب ہوتی ہیں اور قدوری میں لکھا ہے کہ اگر آقا نے باندی کو اس کے شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے کوئی جگہ دیدی ہو تو جب تک وہ اس حال پر ہے یہاں سے باہر نہیں نکلے گی لیکن جب کہ آقا اس کو یہاں سے نکال دے، اور مدبرہ باندی، اور ام ولد، اور مکاتبہ کا حکم باہر نکلنے کے مباح ہونے کے بارے میں باندی کی طرح ہے (محیط) اور جو سعایت کرتی ہے وہ امام اعظم رح کے نزدیک مکاتبہ کی طرح ہے اور کتابیہ عورت کو عدت میں شوہر کی اجازت کے ساتھ باہر نکلنا جائز ہے اور شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نکلنا جائز نہیں خواہ طلاق رجعی ہو یا طلاق بائن یا تین طلاق ہوں اسی طرح وفات کی عدت میں اسے اختیار ہے کہ شوہر کے گھر کے علاوہ دوسرے گھر میں رات گذارے (مبسوط)

اور اگر کتابیہ عورت عدت کے اندر مسلمان ہو گئی تو باقی عدت کے زمانہ میں اس پر وہی احکام ضروری ہوں گے جو مسلمان عورت پر واجب ہوتے ہیں، مسلمان آزاد عورت شوہر کی اجازت کے ساتھ اور شوہر کی اجازت کے بغیر باہر نہیں نکل سکتی ہے، اور اگر نابالغہ لڑکی کو طلاق رجعی دی گئی ہے، تو شوہر کی اجازت سے باہر نکل سکتی ہے اور شوہر کی بغیر اجازت کے باہر نکلنے کا اسے اختیار نہیں ہے جیسا کہ طلاق سے پہلے اختیار نہیں تھا اور اگر طلاق بائن کی عدت ہو تو شوہر کی اجازت اور بغیر اجازت دونوں طرح نکلنے کا اختیار ہے لیکن اگر لڑکی بالغ ہونے کے قریب ہے تو شوہر کی بغیر اجازت باہر نہیں نکل سکتی ہے، مشائخ رح نے ایسا ہی اختیار کیا ہے (محیط) اور اگر آقا نے اپنی ام ولد کو آزاد کر دیا تو وہ عدت میں باہر نکل سکتی ہے (ظہیریہ) اور پاگل عورت اور کم عقل عورت کا حکم کتابیہ عورت کی طرح ہے کہ باہر نکل سکتی ہے (غایۃ سروجی) مجوسیہ[۱] عورت کا شوہر اگر مسلمان ہو گیا اور اس عورت نے اسلام سے انکار کیا، یہاں تک کہ دونوں میں تفریق (جدائیگی) ہو گئی اور عورت پر عدت اس لئے واجب ہوئی کہ شوہر نے اس سے جماع کیا تھا تو اسے نکلنے کا اختیار ہے، لیکن اگر شوہر نے اس خیال سے کہ شاید نطفہ رہا ہو اپنے نطفہ کی حفاظت کی غرض سے باہر نکلنے سے روکا اور اس کا مطالبہ کیا تو عورت پر ضروری ہوگا کہ باہر نہ نکلے، اگر عورت نے اپنے شوہر کے لڑکے کا شہوت سے بوسہ لیا یہاں تک کہ

[۱] مجوسیہ۔ آتش پرست عورت،

ہو تو مضائقہ نہیں اور قصبت[1] اور خز[2] وریشم کے پہننے سے پرہیز کرے اور زیور پہننے سے بچے اور اپنی زینت کرنی اور کنگھی سے سر کے بال سنوارنے سے پرہیز کرے (تاتارخانیہ) اور شمس الائمہ رح نے فرمایا کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ نئے ایسے کپڑے جن سے زینت حاصل ہو نہ پہنے، اور اگر پرانے ہوں کہ ان سے زینت نہیں ہوتی ہے تو پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے (محیط)

اور اگر عورت نے اپنے سر میں کنگھی ایسی طرف سے کی جس طرف دندانے موٹے کھلے ہوئے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور کنگھی کرنا دوسری طرف سے جدھر کے دندانے باریک ہوتے ہیں مکروہ ہے اس لئے کہ اس طرف سے زینت ہوتی ہے (فتاویٰ قاضیخاں)

اور عورت پر پرہیز کرنا اس کی اختیاری حالت تک ضروری ہے مجبوری کی حالت میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، مثلاً اس کے سر میں درد وغیرہ کوئی بیماری ہوئی، کہ جس کی وجہ سے اس نے سر میں تیل ڈالا یا آنکھ میں کوئی بیماری ہوئی کہ اس نے علاج کی غرض سے سرمہ لگایا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے (محیط) اور اگر سر میں تیل ڈالنے کی عورت کو عادت پڑ گئی ہو کہ اس کے نہ ڈالنے کی صورت میں کسی بیماری درد وغیرہ ہو جانے کا خوف ہو تو تیل ڈالنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ اس بیماری کا غالب گمان ہو (کافی) ریشم کا لباس نہ پہنے، کیوں کہ اس میں زینت ہے سوائے اس کے کہ ضرورت ہو۔ جیسے اس کے بدن میں خارش ہو یا جوئیں پڑ گئی ہوں اور مشک کا رنگا ہوا کپڑا اس کو پہننا جائز نہیں ہے اور سیاہ رنگا ہوا پہننے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے (تبیین)

اور اگر عورت فقیر ہو کہ اس کے پاس سوائے ایک رنگین کپڑے کے دوسرا کپڑا نہ ہو تو اس کو زینت کے ارادہ کے بغیر پہن سکتی ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے (شرح طحاوی) اور نابالغہ پر اور پاگل عورت پر چاہے وہ بالغہ ہو اور کتابیہ پر اور جو عورت نکاح فاسد کی عدت میں ہو اس پر اور اس عورت پر جس کو طلاق رجعی دی گئی ہو سوگ واجب نہیں ہے (ہدایہ)

اور اگر کافر عورت عدت میں مسلمان ہو گئی تو اس پر باقی عدت تک سوگ کرنا ضروری ہوگا (جوہرہ نیرہ) اور منکوحہ باندی پر شوہر کی وفات یا طلاق بائن کی عدت میں سوگ لازم ہے۔ اور مدبرہ اور ام ولد مکاتبہ اور مستسعاہ کا یہی حکم ہے اور اگر ام ولد کو اس کے آقا نے آزاد کر دیا، اور چھوڑ کر مر گیا تو اس پر سوگ نہیں ہے اور جس عورت سے شبہ سے وطی کی گئی ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (فتح القدیر)

عدت کی حالت میں پیغام نکاح

اور غیر کے لئے عدت گذارنے والی عورت کو صریح نکاح پیغام نہیں دے سکتا ہے چاہے وہ عورت طلاق کی عدت میں ہو یا شوہر کی وفات کی عدت میں ہو (بدائع) اور تعریض (اشارہ سے نکاح کی بات کرنا) اجماع ہے کہ رجعی مطلقہ سے ناجائز ہے اور ایسے ہی ہمارے نزدیک جس عورت کو طلاق بائن دی گئی ہو تعریض (اشارہ سے نکاح کی بات کرنا) ناجائز ہے اور اس عورت سے جائز ہے جو شوہر کی وفات کی عدت میں ہو (غایۃ السروجی) تعریض کی صورت یہ ہے کہ عورت سے یوں کہے نکاح کرنا چاہتا ہوں یا کہے کہ ایسی عورت پسند کرتا ہوں جس میں یہ صفت ہو پھر ان صفتوں کو بیان کرے جس عورت میں ہیں یا یوں کہے کہ تو ماشاء اللہ

---

[1] ایک قسم کا ریشمی کپڑا،

[2] خز ریشم جو بنا ہوا ہو ریشم اور اون سے ،

ساتھ لے جائے تو دیکھنا یہ ہے کہ اگر اس جگہ رہنے میں عورت کے جان ومال کے حق میں ضرر ہوتا ہے تو عورت کو اپنے ساتھ لیجانا جائز ہے اور اگر یہ صورت نہ ہو تو جائز نہیں ہے (ظہیریہ) عدت گذارنے والی عورت حج اور دوسرے کام کے لئے سفر نہیں کرے گی اور اس کا شوہر بھی اس کو لے کر سفر نہ کرے یہ ہمارا مذہب ہے اور اگر اس کو سفر میں لے گیا اور اس کی نیت رجعت کی نہیں ہے، تو اس سے وہ رجعت کرنیوالا نہیں ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) عدت گذارنے والی عورت بڑے گھر کے صحن میں نکل سکتی ہے اور اس گھر کے دالان اور کوٹھڑی وغیرہ میں رات کو رہ سکتی ہے لیکن اگر اس بڑے احاطہ میں دوسروں کی حویلیاں ہوں تو اپنی کوٹھڑی سے ان حویلیوں کی طرف نہیں نکلے گی اور اگر مرد عورت کو اپنے ساتھ سفر میں لے گیا پھر اس کو طلاق بائن یا تین طلاقیں دیدیں، یا مرد مرگیا اور عورت کے شہر اور منزلِ مقصود کے درمیان سفر سے کم مسافت ہے تو عورت کو اختیار ہے چاہے منزلِ مقصود چلی جائے، یا اپنے شہر واپس چلی آوے خواہ کسی شہر میں اترنا پڑے یا دیہات میں اور خواہ اس کے ساتھ محرم ہو یا نہ ہو، لیکن واپس آنا بہتر ہے تاکہ شوہر کے گھر میں عدت گذارے،

اور اگر اس مقام سے جہاں طلاق یا وفات واقع ہوئی ہے منزلِ مقصود یا اس کا شہر دونوں میں سے ایک کی مسافت سفر شرعی کے برابر ہے اور دوسرے کی مسافت کم ہے لہٰذا جس کی مسافت کم ہے اسی کو عورت اختیار کرے گی اور اگر دونوں طرف مسافت مقدارِ سفر ہو اور عورت جنگل میں ہو تو چاہے آگے منزلِ مقصود چلی جائے، یا کسی محرم کے ساتھ واپس آئے، لیکن واپس آنا بہتر ہے، اور کسی شہر میں اترے تو بغیر کسی محرم کے وہاں سے باہر نہ نکلے اور صاحبین رح فرماتے ہیں کہ نکل سکتی ہے اور یہ امام اعظم رح کا پہلا قول ہے اور ان کا دوسرا قول زیادہ ظاہر ہے اور اگر شوہر نے اس کو طلاقِ رجعی دیدی ہو تو شوہر کے ساتھ رہے گی خواہ شوہر آگے جائے، یا واپس آئے اور شوہر سے جدا نہ ہوگی (کافی)

نسب کے ثبوت کا بیان

علماء احناف فرماتے ہیں کہ نسب کے ثبوت کے لئے تین مرتبے ہیں،

اوّل نکاح صحیح اور نکاح فاسد جو اسی کے ہم معنی ہے اور اس کا حکم یہ ہے کہ نسب بغیر دعوئ نسب کے صحیح ہو جاتا ہے اور نسب صرف انکار سے ختم نہیں ہوتا ہے ہاں لعان سے ختم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اگر میاں و بیوی میں ایسی بات ہو کہ ان میں لعان واجب نہ ہو تو لڑکے کا نسب باقی رہے گا (محیط)

دوئم۔ ام ولد اور اس کے لڑکے کا حکم یہ ہے کہ آقا کے دعوی کے بغیر نسب ثابت ہوتا ہے اور صرف انکار سے ختم ہو جاتا ہے (ظہیریہ) اور نہایہ میں مبسوط کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آقا کو انکار کا اختیار اسی وقت تک ہے جب تک کہ قاضی نے اس کے ثبوتِ نسب کا حکم نہ دیا ہو اور نیز زمانہ دراز نہ گذرا ہو اور اگر قاضی نے اس کا حکم دیدیا تو نسب آقا کی طرف لازم ہوگا پھر آقا اس کو باطل اور ختم نہیں کر سکتا ہے اسی طرح اگر زمانہ دراز گذر گیا ہو تو بھی یہی حکم ہے (تبیین) اور مشائخ رح فرماتے ہیں کہ ام ولد کے لڑکے کا نسب آقا سے بغیر دعوئ نسب اس وقت ثابت ہوگا، جب کہ آقا کو ام ولد سے جماع کرنا حلال ہو اور اگر جماع ناجائز ہو تو نسب بغیر دعوی کے ثابت نہ ہوگا، مثلاً آقا نے اپنی ام ولد کو مکاتبہ بنایا یا دو شریکوں کی باندی کو ایک شریک نے وطی سے ام ولد بنایا پھر اس کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو بغیر دعوی کے نسب ثابت نہ ہوگا (ظہیریہ) اسی طرح اگر آقا پر اس سے وطی کرنی حرام ہوگئی

دونوں میں تفریق واقع ہوئی اور چونکہ یہ واقعہ مدخولہ[1] ہونے کے بعد پیش آیا اور اس پر عدت واجب ہے لہٰذا عورت کو گھر سے نکلنے کا اختیار نہیں ہے (بدائع) ایک عورت نے اپنی عدت کے خرچہ میں شوہر سے خلع لیا لہٰذا اسے اپنے خرچہ کے لئے باہر نکلنے کی ضرورت ہوئی، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے بعض نے کہا کہ وہ نکل سکتی ہے جیسا کہ وہ عورت نکل سکتی ہے جس کا شوہر مرگیا ہو اور بعض نے کہا نہیں نکل سکتی ہے اور یہی پسندیدہ ہے (فتاوی قاضی خاں) اور یہی زیادہ صحیح ہے (محیط سرخسی) عدت گذارنے والی عورت پر واجب ہے کہ اسی مکان میں عدت گذارے جو جدائیگی کی حالت میں یا شوہر کی وفات کے وقت اس کے رہنے کا مکان کہا جاتا تھا اور کافی، اگر وہ اپنے کنبے والوں کو دیکھنے گئی، یا کسی دوسرے گھر میں کسی سبب سے گئی تھی کہ اسوقت اس پر طلاق واقع ہوئی تو اسی وقت بلا تاخیر اپنے رہنے کے مکان میں چلی جائے اور یہی مسئلہ کا حکم وفات کی عدت میں ہے (غایۃ البیان)

اور اگر اپنے رہنے کے مکان سے نکلنے پر مجبور ہوئی، مثلاً اس مکان کے گر پڑنے کا خوف ہوا یا عورت کو اپنے مال کا ڈر ہوا یا یہ مکان کرایہ پر تھا اور عورت اس مکان میں رہتے ہوئے کرایہ ادا نہیں کرسکتی ہے تو ایسی حالت میں مکان سے منتقل ہوتے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر وہ کرایہ دے سکتی ہو تو مکان بدلنا نہیں چاہئیے، اگر حویلی اس کے شوہر کی ہو اور شوہر مرگیا اور عورت کا حصہ اگر حویلی میں اس قدر ہو کہ رہنے کے لئے کافی ہے تو عورت اپنے حصہ میں رہے گی اور باقی ورثاء جو اس کے محرم نہ ہوں ان سے پردہ کرے گی (بدائع) اور اگر مرنے والے شوہر کے گھر میں عورت کا حصہ رہنے کے لئے کافی نہ ہو اور باقی وارثوں نے اس کو اپنے حصہ سے نکال دیا تو مکان بدل دے (ہدایہ)

اور اگر وارثوں نے اپنے حصہ میں کرایہ پر رہنے دیا اور عورت کرایہ دے سکتی ہے تو مکان تبدیل نہیں کرے گی (شرح مجمع البحرین لابن الملک) اور جب عورت عذر کی وجہ سے دوسرا مکان تبدیل کرکے عدت گذارنے لگے تو شوہر کی عدت جیسے پہلے مکان میں باقی رہتی ہے اس میں بھی باقی رہے گی (بدائع) اور اگر عورت شہر کے گاؤں میں ہو اور اس کو بادشاہ وغیرہ کی طرف سے خوف پیدا ہوا تو اس کو شہر میں منتقل ہو جانے کی گنجائش ہے (مبسوط) اور اگر عدت گذارنے والی عورت ایسے گھر میں ہو کہ وہاں اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں ہے اور اس کو چوروں یا پڑوسیوں کسی سے خوف نہیں ہے، لیکن اس کو مردہ شوہر کی طرف سے دل میں ڈر بیٹھ گیا ہے تو اگر شدید خوف نہیں ہے تو مکان تبدیل نہیں کرسکتی ہے اور اگر خوف شدید ہے تو مکان تبدیل کرسکتی ہے (فتاوی قاضی خاں)

اور اگر کوٹھڑی جس میں عدت کے لئے بیٹھی ہے گرگئی تو دوسرے گھر کی تدبیر کرنا وفات کی عدت کی صورت میں اور طلاق بائن کی صورت میں جب کہ شوہر غائب ہو اس کے اختیار میں ہے اور طلاق بائن اور رجعی میں جب کہ شوہر موجود ہو گھر کی تدبیر کا اختیار شوہر کو ہے (محیط) اور اگر عورت کو تین طلاق یا ایک طلاق بائن دیدی اور مرد کے پاس صرف ایک کوٹھڑی ہے تو مرد اپنے اور عورت کے درمیان ایک پردہ ڈال دے تاکہ مرد اور اجنبیہ عورت کے درمیان تنہائی واقع نہ ہو اور اگر مرد فاسق و بدکار ہو اور اس کی طرف سے عورت کے بارے میں ڈر ہو تو عورت اس جگہ سے نکل کر دوسری جگہ رہ سکتی ہے اور اگر شوہر وہاں سے نکل گیا اور عورت وہیں رہی تو بہ بہتر ہے اور اگر قاضی نے اس عورت کے ساتھ ایک قابل اعتماد عورت کو رکھدیا اور وہ عورت ان دونوں کے درمیان حائل ہوسکتی ہے تو یہ اچھا ہے (محیط) اور اگر جنگل میں اپنی عورت کو طلاق دی اور جنگل ہی میں اس کا خیمہ ہے اور عورت اس کے ساتھ خیمہ میں ہے اور مرد جہاں بھی گھاس اور پانی دیکھتا ہے وہاں اسے منتقل ہونا پڑتا ہے آیا مرد کو جائز ہے کہ اس عورت کو اپنے

---

[1] مدخولہ جس عورت سے جماع کیا گیا ہو۔

یا نہیں، تو اس میں دو روایتیں ہیں، ایک روایت میں ہے، کہ تصدیق کی ضرورت ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ ضرورت نہیں ہے یہ صورت مرد کے طلاق دینے کی حالت میں تھی اور اگر جماع سے پہلے یا جماع کے بعد عورت کو مرد چھوڑ کر مر گیا پھر وفات کے وقت سے دو برس کے اندر بچہ پیدا ہوا تو نسب مرنیوالے سے ثابت ہوگا اور اگر وفات کے وقت سے دو برس بعد بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ عورت نے اس سے پہلے عدت کے پورا ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر عورت نے عدت کے پورا ہونے کا اقرار کیا خواہ وہ طلاق کی عدت ہو یا وفات کی عدت ہو اور اتنی مدت گزر جانے کے بعد اقرار کیا کہ اتنی مدت میں یہ عدت گذر سکتی ہے، پھر اقرار کے وقت سے چھ مہینہ کم میں بچہ جنتی ہے تو بچہ کا نسب ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہ ہوگا، اور یہ مسائل اس وقت ہیں جب کہ عورت بالغہ ہو چاہے اس کو حیض آتا ہو یا حیض نہ آتا ہو،

اور اگر عورت نابالغہ ہو اور اس کے شوہر نے اسے طلاق دیدی ہو اگر جماع سے پہلے طلاق دی ہے اور طلاق کے وقت سے چھ مہینہ کم میں بچہ جنتی ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنتی ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر جماع کے بعد اس کو طلاق دی اور اس نے حمل کا دعویٰ کیا تو طلاق رجعی کی صورت میں ستائیس مہینہ تک بچہ پیدا ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور طلاق بائن کی شکل میں دو برس تک بچہ کا نسب ثابت ہوگا

اور اگر اس نے عدت کے پورا ہونے کا اقرار کیا پھر اقرار کے وقت سے چھ مہینہ کم میں بچہ جنتی ہے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینے سے زیادہ میں بچہ جنتی ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر اس نے دعویٰ حمل سے خاموشی ظاہر کی ہو تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک خاموشی اقرار کے مرتبہ میں ہے اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک خاموشی دعویٰ حمل کے مرتبے میں ہے (شرح طحاوی)

ایک عورت نے وفات کی عدت میں کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں پھر اس نے دوسرے دن کہا، کہ میں حاملہ ہوں تو بات اسی کی مانی جائے گی اور اگر اس نے چار مہینہ دس دن گذر جانے کے بعد کہا کہ میں حاملہ نہیں ہوں، پھر کہا کہ میں حاملہ ہوں تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی، مگر اس صورت میں سچی سمجھی جائے گی جب کہ شوہر کی موت کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا لہٰذا اس کا اقرار عدت کے پورا ہونے کا باطل ہو گیا (فتاویٰ قاضی خاں)

متفرق مسائل

اگر نابالغہ کو چھوڑ کر اس کا خاوند مر گیا لہٰذا اگر اس نے حمل کا اقرار کیا تو وہ بالغہ عورت کی طرح ہے کہ دو برس تک اس کے بچہ کا نسب ثابت ہوگا، کیوں کہ اس بارے میں بات اسی کی مقبول ہے اور اگر چار مہینہ دس دن گذرنے کے بعد اس نے عدت کے پورا ہونے کا اقرار کیا، پھر چھ مہینہ یا زیادہ گذرنے پر اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کے مرنیوالے شوہر سے نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر اس نے حمل کا دعویٰ نہ کیا نہ عدت کے پورے ہونے کا اقرار کیا تو امام اعظم رح وامام محمد رح کے نزدیک اگر دس مہینہ دس دن سے کم میں بچہ جنی تو نسب ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہ ہوگا (تبیین) مبتوتہ[1] کے اگر دو بچے[2] پیدا ہوئے ایک دو برس سے کم میں دوسرا دو برس سے زیادہ میں اور ہر دو ولادت میں ایک دن کا فرق ہے تو امام ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح نے فرمایا دونوں کا نسب ثابت ہوگا (ظہیریہ) اور اگر بچہ کا بعض

[1] مبتوتہ جس کو طلاق بت دی گئی ہو یعنی بائنہ وغیرہ [2] یعنی ایک پیٹ سے،

اس وجہ سے کہ اس کے باپ نے یا بیٹے نے اس سے وطی کر لی، یا آقا نے اس ام ولد باندی کی ماں یا بیٹی سے وطی کر لی پھر اس کے بعد اگر بچہ پیدا ہوا تو بغیر دعویٰ کے اس کا نسب ثابت ہوگا (اختیار شرح مختار)

سوم۔ اگر باندی کے بچہ پیدا ہوا تو ہمارے نزدیک بغیر دعویٰ کے اس کا نسب ثابت نہ ہوگا (ظہیریہ) اور مدبرہ باندی کا حکم باندی کی طرح ہے اور مدبرہ کے بچہ کا نسب بھی بغیر آقا کے دعویٰ نسب کے ثابت نہ ہوگا (نہایہ) اور اگر باندی سے وطی کرتا ہو اور انزال[1] کے وقت اس سے جدا نہ ہو جاتا ہو تو دیانۃً بچہ کا انکار کرنا جائز نہیں ہے اور اسے ضروری ہے کہ اقرار کرے کہ یہ میرا ہے، اور اگر بوقت انزال اس سے جدا ہو جاتا ہے اور اس کی تحصیس[2] نہ کی ہو تو انکار کرنا جائز ہے اور وجہ یہ ہے کہ دو ظاہری چیزیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں (اختیار شرح مختار)

اور اگر اپنی باندی کا نکاح دودھ پیتے بچہ سے کر دیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اور آقا نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے نسب سے ہے تو اس کا نسب ثابت ہوگا اس واسطے کہ وہ بچہ آقا کا غلام ہے اور اس کا کچھ نسب نہیں ہے اور اگر شوہر مجبوب (عضو تناسل و خصیتین کٹے ہوئے ہوں) ہو تو آقا کے دعویٰ پر آقا سے نسب ثابت نہ ہوگا اس واسطے کہ اگرچہ آقا کا غلام ہے مگر اس کا نسب معلوم ہی (فتاویٰ کبریٰ)

اور اگر کسی نے ایک عورت سے نکاح کیا اور نکاح سے چھ مہینہ کم میں اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا، اور اگر پورے چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا خواہ اس مرد نے اقرار کیا ہو یا خواہ خاموش رہا ہو اور اگر اس نے ولادت سے انکار کیا تو ایک عورت کی گواہی سے جو ولادت میں شہادت دے تو ولادت ثابت ہو جائے گی (ہدایہ) اور اگر نکاح کے وقت سے ایک روز کم چھ مہینہ میں ایک بچہ جنا اور چھ مہینے سے ایک دن بعد دوسرا بچہ جنا تو دونوں میں سے کسی کا نسب ثابت نہ ہوگا (عتابیہ) اور قاعدہ یہ ہے کہ وہ عورت جس پر عدت واجب نہیں ہوئی تو اس کے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہوگا مگر اس صورت میں کہ شرعی طریقہ پر معلوم ہو جائے کہ یہ بچہ اس شوہر کا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ فرقت کے وقت سے چھ مہینہ کے کم میں پیدا ہوا ہو اور ہر وہ عورت جس پر عدت واجب ہوئی اس کے بچہ کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا مگر اس صورت میں یقیناً معلوم ہو جائے یہ اس کا نہیں ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا اور جب یہ قاعدہ معلوم ہو گیا تو ہم کہتے ہیں کہ ایک مرد نے جماع سے پہلے اپنی بیوی کو طلاق دیدی پھر طلاق کے وقت سے چھ مہینہ کم میں بچہ پیدا ہوا تو شوہر سے اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ کے بعد یا پورے چھ مہینہ پر بچہ پیدا تو نسب ثابت نہ ہوگا،

اور اگر کسی نے ایک اجنبی عورت سے کہا کہ جب میں تجھے نکاح میں لاؤں تو تو طلاق پانیوالی ہے پھر اس سے نکاح کیا تو طلاق واقع ہو جائے گی پھر اگر نکاح کے وقت سے پورے چھ مہینہ پر بچہ پیدا ہوا تو پھر اس کا نسب ثابت ہوگا اور اگر نکاح کے وقت سے چھ مہینہ کم میں بچہ پیدا ہوا تو نسب ثابت نہ ہوگا اور اگر جماع کے بعد طلاق دی پھر اس کے بچہ پیدا ہوا تو دو برس تک بچہ پیدا ہونے میں نسب ثابت ہوگا اور اس کے پیدا ہونے پر عدت پوری ہو جائے گی اور اگر دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا اور طلاق رجعی ہے تو نسب ثابت ہوگا اور وہ مرد اس عورت سے رجعت[3] کرنے والا قرار دیا جائے گا اور اگر طلاق بائن ہے تو نسب ثابت نہ ہوگا جب تک کہ شوہر نسب کا دعویٰ نہ کرے اور جب دعویٰ کیا تو اس سے نسب ثابت ہو جائے گا اور آیا عورت کی تصدیق کی ضرورت ہے

---

[1] انزال۔ اسے عزل بھی کہتے ہیں، انزال کے وقت عضو تناسل کو باہر نکال کر منی باہر گرا دینا،

[2] یعنی فرج میں انزال نہیں کرتا ہے،

[3] کیوں کہ رجعت کے بعد لیا ہوا ہے،

عورت سے نکاح کیا اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر دونوں میں اختلاف ہوا چنانچہ شوہر نے دعویٰ کیا کہ میں نے تجھے ایک مہینہ سے اپنے نکاح میں لیا ہے، اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ ایک سال سے تمہارے نکاح میں ہوں تو اس بچہ کا اس شوہر سے نسب ثابت ہو گا (ظہیریہ) اور امام محمدرح وامام ابو یوسف رح کے نزدیک شوہر سے قسم لینا واجب ہے امام اعظم رح کا یہ قول نہیں ہے (کافی)

اور اگر دونوں نے اتفاق کیا کہ ہاں شوہر نے ایک مہینہ سے اپنے نکاح میں لیا ہے تو اس بچہ کا نسب شوہر سے ثابت نہ ہو گا، پھر اگر باہمی اتفاق سے گواہ قائم ہوئے کہ اس مرد نے اس عورت کو ایک سال سے اپنے نکاح میں لیا ہے تو یہ گواہ قبول ہوں گے اور یہ جواب صحیح و درست ہے جب کہ بڑے ہو کر بچہ نے ایسے گواہ قائم کئے اور اگر گواہ بچہ کے کم عمری میں قائم ہوئے تو اس میں مشائخ رح کا اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں کہ گواہ قبول نہ ہوں گے جب تک کہ قاضی اس بچہ کی طرف سے کوئی مقدمہ پیش کرنیوالا مقرر نہ کر دے اور بعض فرماتے ہیں کہ اس تکلف کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بلکہ بغیر مقدمہ پیش کرنے والے کے قاضی ایسی گواہی کی سماعت کرے گا (ظہیریہ) ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور پانچ مہینہ گذرنے پر اس کے بچہ پیدا ہوا تو شوہر نے کہا کہ یہ بچہ میرا ہے اور عورت نے کہا کہ نہیں بلکہ یہ بچہ زنا کا ہے تو ایک روایت کے اعتبار سے شوہر کا قول مقبول ہو گا اور دوسری روایت میں ہے کہ جو کچھ عورت کہتی ہے وہی قبول کیا جائے گا اور اگر نکاح سے دو برس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو باقی مسئلہ بحالہ ہے کہ شوہر کا قول قبول ہو گا (تاتارخانیہ) اور اگر ایک باندی سے نکاح کیا پھر اس کو طلاق دیدی پھر اس کو خرید لیا تو خریدنے کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنا تو اس مرد کو یہ بچہ لازم[1] ہو گا ورنہ لازم نہ ہو گا ہاں یہ نسب کا دعویٰ کرے تو بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور یہ مسئلہ اس وقت ہے جب کہ جماع کے بعد ایسا ہوا ہو اور طلاق خواہ بائن ہو یا طلاق رجعی مسئلہ کا یہی حکم ہے،

اور اگر جماع سے پہلے ایسا واقعہ پیش آیا اگر طلاق کے وقت سے چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی ہے تو بچہ اس مرد کو لازم نہ ہو گا اور اگر اس مدت سے کم میں بچہ جنی ہے تو بچہ اس مرد کو لازم ہو گا، بشرطیکہ نکاح کے وقت سے چھ مہینہ یا زیادہ میں جنی ہو اور اگر نکاح کے وقت میں چھ مہینہ کی مدت نہیں ہے تو بچہ مرد کو لازم نہ ہو گا اور اسی طرح اگر اس نے طلاق دینے سے پہلے اپنی بیوی کو خرید لیا تو بھی یہی حکم ہے (تبیین)

اور اگر اپنی منکوحہ باندی کو دو طلاقیں دیدیں اور وہ شوہر پر حرام سخت حرمت سے ہو گئی تو وقت طلاق سے دو برس تک اس بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت ہو گا، اور اگر اپنی جماع کی ہوئی بیوی کو خرید یا پھر اسے آزاد کر دیا پھر خریدنے کے وقت سے چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی تو نسب ثابت نہ ہو گا سوائے اس کے کہ شوہر اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کرے تو نسب ثابت ہو جائے گا اور امام محمدرح کے نزدیک خریدنے کے وقت سے لے کر دو برس تک بغیر دعویٰ نسب اس کا نسب ثابت ہو گا اور اسی طرح اگر اس نے آزاد نہیں کیا بلکہ اس وقت فروخت کر دیا پھر فروخت کرنے کے وقت سے چھ مہینہ سے زیادہ میں بچہ جنی تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک بچہ کا نسب اس سے ثابت نہ ہو گا چاہے بیچنے والا آقا دعویٰ کرے، صرف خریدنے والے کی تصدیق سے بیچنے والے آقا سے نسب کا ثبوت ہو سکتا ہے، اور امام محمدرح کے نزدیک خریدنے والے کی تصدیق کے بغیر نسب ثابت ہو گا (کافی) اور اگر ام ولد کو اس کا آقا چھوڑ کر مر گیا یا اس نے آزاد کر دیا تو آزاد کرنے یا مرنے کے وقت سے دو برس تک اس کے بچہ کا نسب آقا سے ثابت ہو گا (عتابیہ) اور اگر ایک شخص نے اپنی باندی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو تو وہ میرا ہے پھر ایک عورت نے ولادت پر گواہی دی تو یہ باندی

[1] لازم. کیوں کہ نسب کا ثابت کرنا شریعت کا حق ہے،

بدن دوبرس سے کم میں پیٹ سے نکلا، پھر پورا پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ باقی بچہ دوبرس کے بعد نکلا تو اس کے شوہر کو لازم نہ ہوگا جب تک دوبرس کے اندر آدھا بدن نہ نکلا ہو، یا ٹانگوں طرف سے زیادہ بدن دوبرس سے کم میں نکل آیا ہو اور باقی دوبرس کے بعد نکلا ہو اس کو امام محمد رح نے ذکر کیا ہے (فتح القدیر) اور اگر طلاق بائنہ یا وفات کی عدت میں اور دوبرس میں اس کے بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے ولادت سے انکار کیا یا شوہر کے وارثوں نے شوہر کی وفات کے بعد ولادت سے انکار کیا اور عورت دعویٰ کر رہی ہے لہٰذا اگر اس کے شوہر نے حمل کا اقرار نہ کیا اور نہ حمل ظاہر رہا تو نسب ثابت نہ ہوگا مگر دو مردوں یا ایک مرد و دو عورتوں کی گواہی سے نسب ثابت ہوگا، یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور اگر شوہر حمل کا اقرار کر چکا ہے، یا حمل ظاہر تھا تو ولادت کے ثبوت میں عورت کی بات مانی جائے گی، چاہے اس کے ثبوت میں کوئی دایہ گواہی نہ دے یہ امام اعظم رح کا قول ہے اور اگر وہ طلاق رجعی کی عدت میں ہو تو بھی یہی حکم ہے (بدائع)

اور اگر شوہر نے کہا جو تو جنا ہے اس کے سوائے دوسرا ہے تو شوہر کی بات قبول نہ ہوگی یہ امام اعظم رح کا قول ہے (غایۃ الشرح) اور اگر عورت وفات کی عدت میں ہو اور ولادت میں وارثوں نے اس کی بات مان لی اور ولادت پر کسی نے گواہی نہ دی تو یہ بچہ مرنے والے شوہر کا بیٹا ہوگا اور اس پر اتفاق ہے اور یہ بیٹا اس کا وارث ہوگا اور یہ حق میراث میں ظاہر ہے اس واسطے کہ وراثت ان وارثوں کا خالص حق ہے اور بہر حال حق نسب اگر یہ وارث حضرات شہادت کے اہل ہوں، لہٰذا اگر ان میں سے دو مرد، یا ایک مرد و دو عورتوں نے ولادت کی گواہی دی تو اس بچہ کے نسب ثابت کرنے کا حکم ضروری ہوا یہاں تک کہ یہ بچہ تصدیق کرنیوالوں اور جھٹلانے والوں سب کے ساتھ شریک ہوگا اور بعض کے نزدیک مجلس حکم میں لفظ شہادت کے گواہی دینا شرط ہے اور صحیح یہ ہے کہ لفظ شہادت شرط نہیں ہے (کافی)

اور اگر عدت گذارنے والی عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اگر پہلے شوہر کی وفات یا طلاق دینے کے وقت سے دو برس سے کم میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو بچہ پہلے شوہر کا ہوگا اور اگر پہلے شوہر کی وفات یا طلاق دینے کے وقت سے دوبرس سے زیادہ میں اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ پیدا ہوا ہے تو یہ بچہ نہ پہلے شوہر کا ہوگا اور نہ دوسرے شوہر کا ہوگا اور دوسرا نکاح امام اعظم رح و امام محمد رح کے قول میں جائز ہے اور یہ بھی اس وقت ہے جب کہ مرد کو یہ معلوم نہ ہو کہ اس عورت نے عدت میں نکاح کیا ہے اور اگر دوسرے شوہر کو نکاح کے وقت یہ بات معلوم تھی اور پھر یہ نکاح فاسد واقع ہوا، پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا اگر نسب ثابت کرنا ممکن ہو تو نسب پہلے شوہر سے ثابت ہوگا مثلاً پہلے شوہر کے طلاق دینے یا وفات سے دوبرس سے کم میں بچہ پیدا ہوا چاہے دوسرے شوہر کے نکاح کرنے سے چھ مہینہ یا زیادہ کے بعد پیدا ہوا ہو کیوں کہ دوسرا نکاح فاسد ہے تو جب تک نسب کو پہلے شوہر کی طرف پھیر سکتے ہوں، پھیرنا بہتر ہوگا اور اگر پہلے شوہر سے نسب کا ثابت کرنا ناممکن نہ ہوا اور دوسرے شوہر سے ثابت کرنا ممکن ہو تو دوسرے شوہر سے ثابت کیا جائے گا، مثلاً پہلے شوہر کے طلاق دینے یا مرنے سے دوبرس بعد بچہ جنا اور دوسرے شوہر کے نکاح سے چھ مہینہ یا زیادہ کے بعد بچہ جنا ہے تو نسب دوسرے شوہر سے ثابت رکھا جائے گا اس واسطے دوسرا نکاح اگرچہ فاسد واقع ہوا ہے لیکن چوں کہ نسب کو نکاح صحیح سے ثابت کرنا مشکل ہے تو ولد الزنا بنانے سے بہتر ہے کہ نکاح فاسد سے اس کا نسب ثابت کیا جائے (بدائع) ایک مرد نے ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کا اسقاط حمل اس طریقہ پر ہوا کہ بچہ کے اعضاء ظاہر تھے اگر نکاح سے چار مہینہ پر ایسا پیٹ گرا ہے تو وہ نکاح جائز واقع ہوا اور اس کا نسب نکاح کرنے والے شوہر سے ثابت ہو جائے گا اور اگر ایک دن کم چار مہینہ پر ایسا پیٹ گرا ہے تو نکاح جائز نہ ہوا (بحر الرائق) ایک مرد نے ایک

دی جائے گی اور یہ بچہ اس کے شوہر کا بچہ قرار دیا جائے گا اور چونکہ خریدنے والے آقا نے اس بچہ کا دعویٰ کیا اس لئے وہ بچہ آزاد ہوگا، ایک بچہ ایک عورت کے پاس ہے ایک مرد نے اس عورت سے کہا کہ یہ میرا بیٹا تجھ سے نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا ہے اور عورت نے کہا کہ یہ تیرا بچہ مجھ سے زنا سے پیدا ہوا ہے تو بچہ کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا اور اگر عورت نے اس کے بعد کہا کہ یہ تیرا بیٹا نکاح سے ہے تو اس کا نسب ان دونوں سے ثابت ہو جائے گا

ایک مسلمان مرد نے ایسی عورتوں سے نکاح کیا جو اس پر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام تھیں اور اس سے اولاد بھی پیدا ہوئی، تو اولاد کا نسب اس مرد سے امام اعظم رح کے نزدیک ثابت ہوگا اور امام محمد رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک نسب ثابت نہ ہوگا اور اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک ایسا نکاح فاسد ہے اور صاحبین رح کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے (ظہیریہ) اگر اپنی بیوی سے صحیح تنہائی کی پھر اسے صریح طلاق دیدی اور یہ کہا کہ میں نے اس سے جماع نہیں کیا ہے اور عورت نے اس کی تصدیق کی یا جھٹلایا تو عورت پر عدت واجب ہوگی اور عورت کو پورا مہر ملے گا پھر اگر اس مرد نے عورت سے کہا کہ میں نے تجھ سے رجعت کر لی تو رجعت صحیح نہ ہوگی اور اگر دو برس سے کم میں یہ عورت بچہ جنی اور ابھی اس نے عدت کے پورا ہونے کا اقرار نہیں کیا ہے تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور وہ رجعت صحیح ہوگی اور طلاق سے پہلے اس سے وطی کرنیوالا قرار دیا جائے گا (سراج الوہاج)

ام ولد نے اگر کسی سے نکاح فاسد کیا اور اس کے شوہر نے اس سے جماع کیا اور اس کے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا، چاہے آقا اس بچہ کا دعویٰ کرے (خزانۃ المفتین) زبان سے بولنے کی قدرت حاصل ہو، پھر بھی نسب اشارہ سے ثابت ہو جاتا ہے (نہایہ) ایک مرد نے اپنے نابالغ لڑکے کی جو جماع کرنے کے لائق نہیں ہے ایک عورت سے شادی کر دی پھر اس عورت کے بچہ پیدا ہوا تو یہ بچہ اس نابالغ کو لازم نہ ہوگا لیکن شوہر کے باپ نے اس عورت کو اپنے لڑکے کی طرف سے جو کچھ دیا ہے اس کو واپس نہ دے گی اور اگر عورت نے اقرار کیا کہ میں نے خود نکاح کیا ہے تو چھ مہینہ مدت حمل کی مقدار کا خرچ شوہر کو واپس دے گی (ظہیریہ) اور جو لڑکا بالغ ہونے کے قریب ہو اس کی عورت کے جو بچہ پیدا ہوا اس کا نسب اسی لڑکے سے ثابت ہوگا (سراجیہ) اگر دارالحرب سے کوئی حاملہ عورت دارالحرب میں شوہر چھوڑ کر ہجرت کر کے دارالاسلام میں چلی آئی اور یہاں بچہ جنی تو امام اعظم رح کے نزدیک اس کا بچہ دارالحرب میں رہنے والے شوہر کو لازم نہ ہوگا (تمرتاشی) حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینہ اور زائد سے زیادہ دو برس ہے (کافی) اور اس بات پر اجماع ہے کہ موت کا اعتبار نکاح صحیح میں نکاح کے وقت سے ہے اور بعض نے فرمایا کہ نکاح صحیح میں جماع شرط[1] نہیں ہے، لیکن مرد و عورت کے درمیان تنہائی ضروری ہے، جس میں جماع سے کوئی رکاوٹ نہ ہو (فتاویٰ قاضی خاں)

سولھواں باب — حضانت گود میں پرورش کرنا کے بیان میں

چھوٹے بچہ کی پرورش کے لئے سب سے زیادہ مستحق اس کی ماں ہے خواہ نکاح قائم ہونے کی حالت میں ہو یا جدائیگی واقع ہو گئی ہو لیکن اگر اس کی ماں مرتد یا بدکار ہے جس سے امن نہ ہو، پھر زیادہ مستحق نہیں ہوگی (کافی) خواہ وہ مرتد ہو کر دارالحرب چلی گئی ہو یا دارالاسلام میں موجود ہو، پھر اگر اس نے مرتد ہونے سے توبہ کر لی، یا بدکاری سے توبہ کر لی تو پھر سب سے زیادہ مستحق ہوگی (بحرالرائق) اسی طرح اگر ماں گانیوالی

---

[1] شرط ظاہری ثبوت کے لئے نکاح صحیح کافی ہے ورنہ واقع میں جماع شرط ہے۔

اس کی ام ولد[1] ہو جائے گی اور مشائخ رح فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ اقرار کے وقت سے چھ مہینہ سے کم میں بچہ جنی ہو، اور اگر چھ مہینہ یا زیادہ میں بچہ جنی ہو تو بچہ آقا کے ذمہ لازم نہ ہوگا اور یہ حکم اس وقت ہے جب کہ مولی نے شرط کے ذریعہ اور معلق کر کے کہا ہو کہ اگر تیرے پیٹ میں بچہ ہو یا اگر تجھے حمل ہو تو وہ میرا ہے اور اگر آقا نے اس طرح کہا کہ یہ مجھ سے حاملہ ہے تو اس کا بچہ آقا کو لازم ہوگا چاہے چھ مہینہ سے زیادہ دو برس تک میں بچہ پیدا ہوا ہو لیکن اگر آقا نے یہ کہا کہ یہ میرا نہیں ہے، تو یہ بچہ اسکو لازم نہ ہوگا چنانچہ کتاب الاحناس کی کتاب الاعتاق میں اس کی تصریح موجود ہے (غایۃ البیان)

ثبوت نسب کے مخصوص مسائل

ایک مرد نے ایک لڑکے کو کہا کہ یہ میرا بیٹا ہے، پھر مر گیا، پھر لڑکے کی ماں آئی اور وہ آزاد عورت ہے اور کہا کہ میں اس مرنے والے مرد کی بیوی ہوں تو یہ اس کی بیوی ہوگی اور دونوں اس کے وارث ہوں گے اور نوادر میں ذکر کیا ہے کہ یہ مسئلہ استحسا (ظاہر قیاس کے خلاف ہے) ہے یہ مسئلہ اس وقت ہے، جب عورت کا آزاد ہونا معلوم ہو اور اگر عورت کا آزاد ہونا معلوم نہ ہوا ور میت کے ورثا نے دعوی کیا کہ یہ مرنیوالے کی ام ولد ہے اور نکاح کا دعوی کر رہی ہے تو یہ عورت وارث نہ ہوگی (شرح جامع صغیر قاضی خاں) اور اگر مرد نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں اور دوسرے شوہر سے حلالہ کرانے سے پہلے دوبارہ اس سے نکاح کر لیا اور اس عورت کے اس مرد سے بچہ پیدا ہوا اور یہ دونوں اس نکاح کے فاسد ہونے کو نہیں جانتے تھے تو نسب ثابت ہوگا اور اگر دونوں نکاح کے فساد کو جانتے ہوں تو بھی امام اعظم رح کے نزدیک نسب ثابت ہوگا (تاتارخانیہ)

ایک مرد کے نکاح میں ایک عورت ہے اور اس عورت کے پاس ایک بچہ ہے اور یہ بچہ اس مرد کے قابو میں نہیں ہے، عورت نے کہا تم نے جب مجھ سے نکاح کیا تھا اس سے پہلے یہ بچہ دوسرے شوہر کا پیدا ہوا ہے اور شوہر نے کہا کہ نہیں بلکہ تم نے اسے میرے پاس رہتے ہوئے جنا ہے تو وہ اس شوہر کا بیٹا ہوگا اور اگر بچہ شوہر کے پاس ہو عورت کے پاس نہ ہو اور شوہر نے کہا یہ میرا بیٹا تجھ سے نہیں بلکہ دوسری عورت کا ہے اور عورت کہتی ہے کہ یہ بات نہیں ہے بلکہ مجھ سے پیدا ہوا ہے تو قول شوہر کا قبول ہوگا، اور عورت کی بات نہیں مانی جائے گی (ظہیریہ)

اور اگر بچہ بیوی اور مرد دونوں کے ہاتھ میں ہو شوہر نے کہا یہ تمہارا بچہ تمہارے پہلے شوہر سے ہے اور عورت نے کہا نہیں بلکہ تجھ سے پیدا ہوا ہے، تو یہ بچہ اسی مرد سے قرار دیا جائے گا (محیط)

اور اگر کسی عورت سے زنا کیا اور وہ حاملہ ہو گئی، پھر اس سے نکاح کر لیا پھر اس کے بچہ پیدا ہوا اگر نکاح کے وقت سے چھ مہینہ یا زیادہ میں پیدا ہوا تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت ہوگا اور اگر چھ مہینہ سے کم میں جنی تو اس کا نسب اس مرد سے ثابت نہ ہوگا، لیکن شوہر جب کہ دعوی کرے اور اس نے یہ نہ کہا ہو کہ یہ بچہ زنا سے ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ یہ مجھ سے ہے مگر زنا سے ہے تو اس کا نسب اس سے ثابت نہ ہوگا اور اس کا وارث بھی نہ ہوگا (ینابیع) ایک مرد نے ایک باندی خریدی اور باندی اس سے بچہ جنی پھر ایک مرد نے دعوی کیا کہ یہ میری بیوی ہے اس کو میرے ساتھ اس کے آقا نے بیاہ دیا تھا اور اس پر گواہ قائم کئے تو یہ اس کی بیوی قرار

[1] وہ باندی جس نے اپنے آقا سے بچہ جنا ہو اور وہ آزاد عورت کے حکم میں ہوتی ہے،

تو اس کی پھوپھیوں کو اختیار ہوگا کہ اس بچی کو لے لیں جب کہ خیانت ظاہر ہو (قنیہ) اور اگر بچہ کے باپ نے دعویٰ کیا کہ اس کی ماں نے دوسرا نکاح کیا ہے اور ماں نے اس سے انکار کیا تو بات اس کی ماں کی مانی جائے گی اور اگر اس کی ماں نے اقرار کیا کہ ہاں اس نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا تھا مگر اس نے طلاق دیدی لہٰذا میرا حق لوٹ آیا ہے اگر عورت نے کسی شوہر کو معین نہ کیا ہو تو بات عورت کی معتبر ہوگی اور کسی مرد کو معین کردیا تو طلاق کے دعویٰ میں عورت کی بات معتبرہ ہوگی یہاں تک شوہر عورت کی بات کی تصدیق کرے، اور اگر ان عورتوں سے جو بچہ کی پرورش کی مستحق ہوتی ہیں کسی سبب سے بچہ کا لے لینا ضروری ہوا یا بچہ کی پرورش کی کوئی عورت مستحق نہیں ہے، تو بچہ عصبہ[۱] کو دیا جائے گا پہلے باپ مقدم ہوگا پھر دادا اسی طرح ترتیب چلے گی اگرچہ کتنے ہی اونچے درجہ پر ہو پھر ایک ماں باپ سے بھی سگا بھائی، پھر باپ کی طرف کا بھائی، پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا بیٹا اور یہی ترتیب ان کے پوتوں اور پڑپوتوں میں ملحوظ ہوگی، پھر سگا چچا، پھر علاتی چچا، اور چچاؤں کی اولاد کو بھی بچہ دیا جائے گا، مقدم سگے چچا کا بیٹا ہے پھر علاتی چچا کا بیٹا، لیکن نابالغ لڑکے کو پرورش کے لئے دیا جائے گا اور نابالغ لڑکی انھیں نہ دی جائے گی،

اور اگر نابالغ لڑکے کے چند بھائی اور چچا ہوں تو جو ان میں زیادہ نیک ہو وہ پرورش کیواسطے زیادہ بہتر ہوگا پرہیزگاری میں سب یکساں ہوں تو جو سب سے سن رسیدہ ہو وہ بہتر ہے (کافی) اور تحفۃ الفقہا میں لکھا ہے کہ اگر نابالغہ لڑکی کے چچا کے کوئی لڑکے علاوہ کوئی عصبہ نہ ہو تو قاضی کو اختیار ہے اگر اس کو دیکھے کہ وہ زیادہ نیک ہے تو اس کی پرورش کے واسطے دیدے ورنہ کسی اپنے امانت دار کے ہاں رکھے (غایۃ البیان)

اور اگر نابالغہ لڑکی کا کوئی عصبہ نہ ہو تو ماں کی طرف کے بھائی کو دی جائے گی پھر اس کے لڑکے کو پھر ماں کی طرف کے چچا کو، پھر سگے ماموں، پھر علاتی ماموں پھر اخیافی ماموں کو دی جائے گی (کافی) نانا ماموں کے لحاظ سے بہتر ہے اور اخیافی بھائی کے اعتبار سے بھی نانا بہتر ہے (سراج الوہاج) اور نابالغ لڑکا پرورش کیواسطے مولی العتاقہ[۲] کو دیا جائے گا اور نابالغہ لڑکی نہ دی جائے گی (کافی) اور باندی اور ام ولد کو پرورش میں کوئی حق نہیں ہے جب تک کہ دونوں آزاد نہ ہوں، لہٰذا پرورش کا حق آقا کو ہوگا بشرطیکہ یہ بچہ غلام ہو مگر آقا کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس بچے اور اس کی ماں کے درمیان تفریق (جدائیگی) کرے بشرطیکہ دونوں اس کی ملکیت میں ہوں اور اگر بچہ آزاد ہو تو پرورش کا حق اس کے رشتہ داروں کو ہوگا اور جب باندی اور ام ولد آزاد ہو جائیں تو ان کو اپنی آزاد اولاد کی پرورش کا حق حاصل ہوگا اور مکاتبہ کا جو بچہ زمانہ کتابت میں پیدا ہوا ہے اس کی پرورش کی مکاتبہ مستحق ہے اور جو بچہ مکاتبہ کا کتابت سے پہلے پیدا ہوا ہے اس کا یہ حکم نہیں ہے (عینی شرح کنز) اور مدبرہ باندی خالص باندی کی طرح ہے (تبیین) اور غیر ذی رحم محرم کو نابالغہ لڑکی کی پرورش کا حق نہیں ہے اور عصبہ فاسق کو بھی نابالغہ لڑکی کی پرورش کا کوئی حق نہیں ہے (کفایہ) اور جو شخص ہر وقت گھر سے باہر چلا جاتا ہے اور لڑکی کو ضائع چھوڑ جاتا ہے اسکو پرورش کا حق نہیں ہے (بحر الرائق) ماں اور نانی لڑکے کی مستحق ہے یہاں تک کہ وہ پرورش سے بے پرواہ ہو جائے،

حق پرورش کی مدت اور دوسرے مسائل

اس کی مدت سات برس مقرر کی گئی ہے اور قدوری نے لکھا ہے اس وقت تک پرورش کا حق ہوگا جب تک کہ بچہ تنہا کھانے لگے اور پینے لگے اور تنہا استنجا کرے اور شیخ ابو بکر رازی رح نے نو برس مقدار بیان کی ہے اور فتوی پہلے قول پر ہے اور لڑکی کی صورت میں ماں

[۱] جو تنہا ہونے کی صورت میں تمام مال کا حق دار ہو اور اصحاب فرض کا مابقی بھی حاصل کرے مثلاً بیٹا اور پوتا وغیرہ [۲] اس لڑکے کے باپ نے کسی غلام کو آزاد کیا اور اب اس لڑکے کا کوئی نہیں ہے تو آزاد شدہ غلام کو یہ لڑکا دیا جائے گا،

یا اجرت پر مصیبتوں میں رو پیوانی ہے تو اس کا کچھ حق نہیں ہے (نہرالفائق) اگر ماں طلاق کے بعد پرورش کرنے سے انکار کرے تو صحیح یہ ہے کہ اس کو مجبور نہیں کیا جائے گا کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ عاجز ہو لیکن اگر اس بچے کا کوئی ذی رحم[1] اس کی ماں کے علاوہ نہ ہو تو بچہ کو ضائع ہونے سے بچانے کے لئے ماں کو پرورش کرنے کے لئے مجبور کیا جائے گا اور اگر باپ نے بچہ کے لینے سے انکار کیا اور بچہ ماں سے بے پرواہ ہے تو باپ کو لینے پر مجبور کیا جائے گا (عینی شرح کنز) اور اگر بچہ کی ماں پرورش کرنے کی مستحق نہ ہو، یعنی مذکورہ چیزوں کی وجہ سے پرورش کرنے کی اہلیت نہ رکھتی ہو یا غیر محرم سے ماں نے شادی کر لی ہو، یا مرگئی ہو تو اوروں کے اعتبار سے یعنی پرنانی وغیرہ سے نانی زیادہ بہتر ہے اور اگر نانی پرنانی وغیرہ کوئی نہ ہو تو باپ کی ماں اگر چہ اونچے درجہ کی ہو یعنی پردادی وغیرہ دوسروں کے بہ نسبت زیادہ بہتر ہے (فتح القدیر) اور خصاف نے نفقات میں ذکر کیا لڑکی کی دادی پرورش کرنے کے معاملہ میں نانی کے برابر نہیں ہے (بحرالرائق) اور اگر وہ مرگئی یا اس نے نکاح کر لیا تو ایک ماں باپ کی سگی بہن زیادہ بہتر ہے اور اگر اس نے بھی نکاح کر لیا یا مرگئی تو اخیانی[2] بہن زیادہ بہتر ہے، اور اگر اس نے نکاح کر لیا یا مرگئی تو سگی بہن کی لڑکی زیادہ بہتر ہے، پھر اگر وہ بھی مرگئی یا نکاح کر لیا تو اخیانی بہن کی لڑکی زیادہ بہتر ہے یہاں تک کہ ان سب کی ترتیب میں روایت کا اختلاف نہیں ہے، اور اس کے بعد پھر روایتیں مختلف ہیں چنانچہ خالہ اور باپ شریک بہن میں اختلاف ہے کتاب النکاح کی روایت میں علاتی[3] بہن خالہ سے زیادہ بہتر ہے اور کتاب الطلاق کی روایت میں خالہ زیادہ بہتر ہے، اور سگی بہنوں اور ماں کی طرف سے اخیانی بہنوں کی بیٹیاں بالاتفاق خالاؤں سے زیادہ بہتر ہیں اور علاتی بہن کی بیٹی اور خالہ کی صورت میں روایتیں مختلف ہیں اور صحیح یہ ہے کہ خالہ زیادہ بہتر ہے، پھر خالاؤں میں وہ خالہ بہتر ہے جو ایک ماں باپ کی طرف سے سگی خالہ ہو، پھر ماں کی طرف سے خالہ پھر باپ کی طرف سے خالہ بہتر ہے اور بھائیوں کی بیٹیاں پھوپھیوں سے بہتر ہیں اور پھوپھیوں میں وہی ترتیب ہے جو ہم نے خالاؤں میں بیان کی ہیں (فتاویٰ قاضی خاں)

پھر اس کے بعد ماں کی خالہ جو ایک ماں باپ سے ہو بہتر ہے پھر ماں کی خالہ جو صرف ماں کی طرف سے ہو پھر جو صرف باپ کی طرف سے ہو، پھر ماں کی پھوپھیاں اسی ترتیب سے بہتر ہیں اور ہمارے نزدیک باپ کی خالہ سے ماں کی خالہ بہتر ہے پھر اگر یہ نہ ہوں تو باپ کی خالہ اور پھوپھیاں اسی ترتیب سے بہتر ہوں گی (فتح القدیر) اور اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ ولایت ماں کی جانب سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس میں ماں کی جانب کو باپ کی جانب پر تقدیم اور ترجیح ہوگی (اختیار شرح مختار) اور چچا اور ماموں اور پھوپھی اور خالہ کی لڑکیاں کو پرورش کرنے میں کچھ حق نہیں ہے (بدائع) اور نکاح کر لینے سے ان عورتوں کا حق پرورش اسی وقت باطل ہوگا جب کہ کسی اجنبی مرد سے نکاح کریں اور اگر ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ کا ذی محرم ہے مثلاً نانی نے ایسے مرد سے نکاح کیا جو اس بچہ کا دادا ہے یا ماں نے اس بچہ کے چچا کے ساتھ نکاح کیا تو اس عورت کا حق پرورش ختم نہ ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں) اور جس عورت کا حق پرورش نکاح کر لینے سے باطل ہو گیا تھا جب زوجیت ختم ہو جائے گی پرورش کرنے کا حق واپس آ جائے گا (ہدایہ)

اور اگر طلاقِ رجعی ہو تو جب تک عدت نہ گزر جائے اس وقت تک حق پرورش واپس نہیں آئے گا کہ زوجیت ابھی باقی ہے (عینی شرح کنز) اور اگر بچہ کی ماں نے دوسرے شوہر سے نکاح کر لیا اور بچہ کی نانی اس بچہ کو اس کی ماں کے شوہر کے گھر میں لے کر رہتی ہے تو بچہ کے باپ کو اختیار ہوگا کہ اس سے لے لے، ایک نابالغہ لڑکی اپنی ماں کے پاس ہے اور نانی اس کے حق میں خیانت کرتی ہے

---

[1] ذی رحم وہ رشتہ دار جو حصہ والا، یا عصبہ ہو ذی رحم اور عصبہ کے ہوتے ہوئے سوائے میاں بیوی کے اور کوئی وارث نہ ہوگا،

[2] اخیانی بہن ماں شریک بہن کو کہتے ہیں [3] علاتی بہن باپ شریک بہن کو کہتے ہیں،

اور اس بچے کی پھوپھی نے کہا تو میں بغیر اجرت کے پرورش کروں گی تو پھوپھی اس کی پرورش کے واسطے بہتر ہوگی، یہی صحیح ہے (فتح القدیر) اور جب بچہ ماں باپ میں سے ایک کے پاس ہو تو دوسرا اس کی طرف دیکھنے اور اس کی حفاظت و پرداخت کرنے سے روکا نہ جائے گا (تاتارخانیہ منقول از حاوی)

پرورش کی جگہ کا مفصل تذکرہ

پرورش کا مکان میاں بیوی کا مکان ہے دونوں میں زوجیت قائم ہو یہاں تک کہ اگر شوہر نے اس شہر سے باہر جانا چاہا اور ارادہ کیا کہ اپنے چھوٹے لڑکے کو اس عورت سے جس کو پرورش کا حق حاصل ہے لے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ وہ بچہ اس کی پرورش سے بے پرواہ ہو جائے اور اگر عورت نے چاہا جس شہر میں ہے وہاں سے نکل کر دوسرے شہر میں چلی جائے تو شوہر کو اختیار ہوگا کہ اس کو جانے سے روکدے خواہ اس کے ساتھ لڑکا ہو یا نہ ہو اور اسی طرح اگر عورت عدت گذارنیوالی ہو تو اسے لڑکے کے ساتھ اور بغیر لڑکے کے نکلنا جائز نہیں ہے اور شوہر کو اس کا نکال دینا جائز نہیں ہے (بدائع) اور اگر مرد اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی واقع ہوگئی اور عورت نے عدت پوری ہونے کے وقت چاہا کہ بچہ کو اپنے ساتھ لیکر اپنے شہر کو چلی جائے اگر نکاح اسی کے شہر میں ہوا ہو تو اس کو یہ اختیار ہوگا اور اگر اس کے شہر کے علاوہ دوسری جگہ نکاح ہوا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے لیکن اس صورت میں اختیار ہوگا جب کہ اس جدائیگی کے مقام اور اس کے شہر میں اتنا قرب ہو کہ اگر بچہ کا باپ بچہ کو دیکھنے کیواسطے نکل کر جائے تو رات سے پہلے اپنے مکان واپس آسکے ایسی صورت میں اس جگہ کی حیثیت ایک شہر کے مختلف محلوں کی سی ہوگی اور عورت کو ایک محلہ سے دوسرے محلہ جانے کا اختیار ہے اور اگر عورت بچہ کو اپنے شوہر کے علاوہ دوسرے شہر میں منتقل کرنا چاہتی ہے اور اس شہر میں نکاح نہیں ہوا ہے تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے۔ مگر اس صورت میں کہ دونوں مقامات میں اتنا قرب ہو جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے (محیط)

اور اگر عورت ایسے شہر میں منتقل کرنا چاہتی ہے جو اس طرح قریب نہیں ہے اور نہ اس کا شہر ہے ہاں عقدِ نکاح وہیں ہوا ہے تو مبسوط کی روایت کے اعتبار سے اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور یہی صحیح ہے (فتاویٰ کبریٰ) اور اگر میاں بیوی دونوں شہر کے قریبی دیہات کے رہنے والے ہوں اور عورت چاہتی ہے کہ بچہ کو گاؤں میں لے جائے اور وہیں رکھے اور نکاح اسی گاؤں میں ہوا تھا جہاں لے جانا چاہتی ہے تو عورت کو یہ اختیار ہے اور اگر نکاح دوسرے گاؤں میں ہوا تو عورت کو اپنے گاؤں میں منتقل کر کے لیجانے کا اختیار نہیں ہے اور اس گاؤں میں جہاں نکاح واقع ہوا ہے اور یہ گاؤں دور ہے یہاں بھی عورت بچہ کو نہیں لے جاسکتی ہے اور اگر دونوں گاؤں قریب ہوں کہ باپ لڑکے کو دیکھ کر غور پرداخت کے بعد رات سے پہلے اپنے گاؤں واپس آسکے تو عورت کو وہاں منتقل کرنے کا اختیار ہے (سراج الوہاج) اور اگر بچہ کا باپ شہر میں سکونت پذیر ہو اور عورت نے بچہ کو گاؤں میں لے جانے کا ارادہ کیا اگر یہ گاؤں عورت کا ہو اور شہر سے دور ہو اور اسی میں عورت سے نکاح کیا ہو تو عورت کو یہ اختیار ہے اور اگر یہ گاؤں عورت کا نہ ہو اور قریب ہے اور اصل نکاح اسی میں ہوا ہے، تو عورت کو اختیار ہے، جیسے شہر کی صورت میں ذکر کیا گیا ہے اور اگر اس میں نکاح نہیں ہوا ہے اور شہر سے قریب بھی ہے تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے (بدائع) اور اگر عورت نے بچہ کو بڑے شہر میں لیجانا چاہا اور یہ شہر اس عورت کا نہیں ہے اور نہ اس میں نکاح واقع ہوا ہو تو عورت کو اختیار نہیں ہے ہاں اس صورت میں اختیار ہوگا جبکہ وہ شہر گاؤں

اور نانی اس وقت تک مستحق ہیں کہ اس لڑکی کو حیض آجائے اور نوادر ہشام میں امام محمد رح سے روایت ہے کہ جب لڑکی حد شہوت تک پہونچ جائے تو اس کا پرورش کا حق باپ کو ہوگا اور یہ صحیح ہے (تبیین) اور لڑکی اگر قابل شہوت نہ ہوا اور اس کا شوہر موجود ہے تو ماں کو اس کی پرورش کا حق رہے گا یہاں تک کہ وہ لڑکی مردوں کے لائق ہو جائے (قنیہ) اور جب لڑکا پرورش سے مستغنی ہوگیا اور لڑکی بالغہ ہوگئی تو ان کے عصبات ان کی پرورش کے لئے بہتر ہوں گے اور ترتیب کے لحاظ سے مقدم کئے جائیں گے (فتاویٰ قاضی خاں) اور لڑکے کو یہ لوگ اپنے پاس رکھیں گے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے، پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر اس کی رائے ٹھیک اور اپنی ذات پر مامون ہے تو اس کی راہ کھول دی جائے گی جہاں چاہے جائے اور اگر اپنی ذات پر مامون نہ ہو تو باپ اپنے ساتھ رکھے گا اور اس کا ولی رہے گا مگر باپ پر اس کا خرچ ضروری نہیں ہے اس کا جی چاہے لڑکے کو بطور نفل خرچ دے سکتا ہے (شرح طحاوی)

اور لڑکی اگر شادی شدہ ہو اور اسے اپنی ذات پر خطرہ ہو تو اس کی راہ بند رکھی جائے گی اور باپ اس کو اپنے سے ملالے گا اور اگر لڑکی کو اپنی ذات پر خطرہ نہیں ہے تو عصبہ کو اس پر کوئی حق نہیں ہے اور اس کی راہ کھول دی جائے جہاں چاہے رہے (بدائع) اور اگر بالغہ غیر شادی شدہ ہے اور اس پر کوئی خطرہ بھی نہیں ہے، پھر بھی ولی حضرات اسے اپنے پاس ہی رکھیں گے اور وجہ کم سنی اور کم عمری ہے اور جب وہ لڑکی سن تمیز کو پہونچ جائے اور ہوش اور رائے والی اور پاک دامن ہو تو ولی حضرات کو اپنے پاس رکھنے کا ضروری اختیار نہیں ہے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے رہے بشرطیکہ وہاں اس کے حق میں ڈر اور خوف نہ ہو (محیط)

اور اگر عورت کا باپ اور دادا اور دوسرے عصبات میں سے کوئی نہ ہو یا اس کا کوئی عصبہ فسادی ہو تو قاضی اس کے حال پر نظر کرے گا اگر لڑکی کو خطرہ نہ ہو تو اس کی راہ چھوڑ دے کہ تنہا سکونت اختیار کرے خواہ غیر شادی شدہ ہو یا شادی شدہ ہو ورنہ اُسے کسی امانت دار قابل اعتماد عورت کے پاس رکھے جو اس کی حفاظت پر قادر ہو، کیوں کہ قاضی تمام مسلمانوں کے حق میں خیرخواہ مقرر کیا جاتا ہے (عینی شرح کنز)

اور اگر ایک عورت بچہ کو لائی اور ایک مرد سے نفقہ (خرچ) مانگا اور کہا کہ تجھ سے اور میری لڑکی سے یہ بیٹا ہے اور اس کی ماں مرگئی ہے، لہٰذا مجھے اس کا خرچ دو، مرد نے کہا کہ تم سچی ہو یہ تمہاری لڑکی سے میرا لڑکا ہے لیکن اس کی ماں نہیں مری ہے، بلکہ وہ میرے گھر میں موجود ہے، اور مرد نے چاہا کہ اس عورت سے لڑکے کو لے لے تو اس کو خود اختیار نہ ہوگا یہاں تک کہ قاضی اس بچہ کی ماں کو خبردار کرے کہ وہ حاضر عدالت ہو کر اس بچہ کو لیجائے اگر وہ مرد ایک عورت کو لایا اور کہا کہ دیکھ یہ تیری لڑکی ہے اور اسی سے یہ میرا بیٹا ہے اور بچہ کی نانی نے کہا کہ یہ میری بیٹی نہیں ہے، بلکہ میری بیٹی اس لڑکے کی ماں مرگئی ہے، لہٰذا بات اس مقدمہ میں اس مرد کی اور جو اس کے ساتھ عورت آئی ہے دونوں کی معتبر ہوگی اور وہ لڑکا اس مرد کو دیا جائے گا، اسی طرح اگر نانی ایک مرد کو لے آئی اور ایک لڑکے کے بارے میں کہا کہ یہ بیٹا میری لڑکی کا اس مرد سے ہے اور اس کی ماں مرگئی ہے اور مرد نے کہا یہ میرا بیٹا تیری لڑکی سے نہیں ہے بلکہ دوسری میری بیوی سے ہے تو مرد کی بات قبول ہوگی اور اس لڑکے کو مرد لے لے گا،

اور اگر یہ مرد ایک عورت کو لایا اور کہا کہ یہ میرا بیٹا اس عورت سے ہے تیری لڑکی سے نہیں ہے اور لڑکے کی نانی نے کہا عورت اس لڑکے کی ماں نہیں ہے بلکہ اس کی ماں میری لڑکی تھی اور جس عورت کو مرد لایا ہے اس نے کہا تو سچی ہے، میں اس کی ماں نہیں ہوں اور یہ مرد جھوٹ بول رہا ہے ہاں میں اس کی بیوی ہوں تو اس لڑکے کا باپ اس کے لئے بہتر ہوگا اور اس کو لے لے گا (ظہیریہ) اور سراجیہ میں ذکر ہے کہ اگر بچہ کی ماں اس کے باپ کے نکاح میں نہ ہو اور نہ عدت میں ہو تو وہ پرورش کی اجرت لے گی اور یہ اجرت دودھ پلائی کی اجرت کے علاوہ ہوگی (بحرالرائق) اور اگر بچہ کا باپ تنگدست ہو اور ماں نے اجرت کے بغیر پرورش کرنے سے انکار کیا

جماع کی مشقت برداشت کرے اور اس کی قدرت اسے حاصل ہو جائے (کافی) اور اگر عورت ایسی چھوٹی ہے کہ اس جیسی سے وطی نہیں کی جا سکتی ہے اور وہ جماع کے لائق نہیں ہے تو ہمارے نزدیک اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا یہاں تک اس کی حالت ایسی ہو جائے کہ وہ جماع کو برداشت کرے خواہ وہ اپنے باپ کے گھر ہو یا شوہر کے گھر ہو (محیط) اور کبیرہ[۱] یعنی بڑی عورت نے اپنا نفقہ طلب کیا اور وہ ابھی اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی تو اس کو یہ اختیار ہے جب کہ شوہر نے اس کو اپنے گھر بھیجے جانے کا مطالبہ نہ کیا ہو، اور بعض مشائخ رح بلخ نے کہا کہ جب وہ اپنے شوہر کے گھر نہیں بھیجی گئی ہے تو مستحق نفقہ نہ ہوگی فتویٰ پہلے قول پر ہے (فتاویٰ شامی) اور اگر شوہر نے اپنے گھر بھیجے جانے کا مطالبہ کیا اور اس نے شوہر کے گھر جانے سے انکار کیا تو اس کو نفقہ نہ ملے گا اور اگر اس نے وہاں منتقل ہونے سے انکار کیا اگر انکار حق کی وجہ سے ہو مثلاً اس وجہ سے انکار کیا کہ وہ اپنا مہر معجل وصول کرلے تو بھی اس کو نفقہ ملے گا، اور اگر انکار بغیر حق کے ہو مثلاً شوہر نے اس کو اس کا مہر دیدیا ہے یا مہر کی میعاد ہے جس کی مدت ابھی دور ہے یا اس نے اپنا مہر شوہر کو ہبہ کر دیا ہے، پھر اس نے انکار کیا تو اس کو نفقہ نہ ملے گا (محیط)

نفقات کے مخصوص جزئیات و تفاصیل

اور اگر عورت نے انکار کیا تو عورت کے واسطے کچھ نفقہ نہ ہوگا ہاں جب شوہر کے گھر میں آجائے تو نفقہ ہوگا انکار اور سرکشی کرنے والی عورت وہ ہے جو شوہر کے گھر سے نکل جائے اور اپنی ذات کو شوہر سے روکے لیکن اگر عورت شوہر کے گھر میں ہو اور شوہر کو اپنے اوپر قابو ہونے سے روکے تو وہ نافرمان نہیں ہوگی کیوں کہ وہ ابھی گھر میں رکی ہوئی موجود ہے، اور اگر گھر عورت کی ملکیت ہو اور اس نے شوہر کو اپنے پاس داخل ہونے سے منع کیا تو اس کے واسطے نفقہ نہ ہوگا لیکن اگر اس نے شوہر سے درخواست کی ہو کہ مجھے میرے مکان سے اپنے گھر لے جاؤ یا میرے واسطے کوئی مکان کرایہ کا لے لو تو ایسی صورت میں یہ حکم نہ ہوگا یعنی نفقہ ہوگا اور جب عورت نے نافرمانی چھوڑ دی تو اس کو نفقہ ملے گا اور اگر شوہر غیر کی ملک غصب کر کے عورت نے وہاں رہنے سے انکار کیا تو عورت کو نفقہ ملے گا (کافی) اور اگر عورت نے اپنی ذات کو شوہر کے حوالہ کر دیا ہو پھر کو وصول کرنے کے لئے قابو دینے سے انکار کیا تو امام اعظم رح کے نزدیک نافرمان نہ ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک مرد بادشاہ کی زمین میں رہتا ہے اور بادشاہ سے مال لیتا ہے عورت نے کہا کہ میں بادشاہ والی زمین میں تمہارے ساتھ نہ رہوں گی اور نہ تیرے مال سے کھاؤں گی تو مشائخ رح نے فرمایا کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہے اور اس انکار کرنے سے گنہ گار ہوگی اور نافرمان ہو جائے گی اور بعض علماء سے پوچھا گیا کہ ایک عورت کا مرد نماز نہیں پڑھتا ہے اور عورت اس کے ساتھ رہنے سے انکار کرتی ہے تو جواب دیا کہ عورت کو یہ اختیار نہیں ہے (ظہیریہ) ایک عورت اپنے شوہر سے روپوش ہو گئی یا اس کے ساتھ جانے سے جس شہر میں وہ جانا چاہتا ہے انکار کیا اور یہ مرد اس عورت کو پورا مہر دے چکا ہے تو اس عورت کے واسطے اس شوہر پر نفقہ نہ ہوگا اور اگر اس مرد نے اس کو مہر نہ دیا ہو اور باقی مسئلہ اپنی حالت پر ہو تو عورت کے لئے نفقہ ضروری ہوگا اور یہ اس قت ہے کہ اس عورت سے جماع نہ کیا ہو اور اگر اس عورت سے جماع کیا ہے تو امام اعظم رح کے نزدیک اس صورت میں بھی یہی حکم ہے اور صاحبین رح کے نزدیک عورت کے واسطے کچھ

---

[۱] مراد کبیرہ سے اس مقام پر بالغہ نہیں ہے بلکہ عام از بالغہ و قابل جماع غیر بالغہ ہے۔

سے ایسا ہی ہو قریب ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے (محیط) عورت دار الحرب کی رہنے والی ہے اور شوہر مسلمان یا ذمی ہے تو عورت بچہ کو دار الحرب منتقل نہیں کر سکتی ہے چاہے اسی جگہ اصل نکاح واقع ہوا ہو اور اگر میاں بیوی دونوں دار الحرب کے رہنے والے ہوں تو عورت کو یہ اختیار حاصل ہے (بدائع) اور اگر ماں مر گئی اور حق پرورش نانی کو حاصل ہوا تو اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس کو اپنے شہر منتقل کر لے جائے، چاہے عقد نکاح اسی شہر میں واقع ہوا ہو اسی طرح ام ولد جب آزاد کر دی گئی تو بچہ کو باپ والے شہر سے باہر نہیں لے جا سکتی ہے (غایۃ البیان) اور جب نانی کو اختیار نہیں ہے تو نانی کے علاوہ اور عورتوں کا حکم بھی نانی کی طرح ہے، (بحر الرائق) منتقی میں ابن سماعہ کی روایت سے امام ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ ایک مرد نے بصرہ میں ایک عورت سے نکاح کیا اور اس کے ایک بچہ پیدا ہوا پھر اس چھوٹے بچہ کو کوفہ میں لے گیا اور اس عورت کو طلاق دیدی عورت نے اپنے بچہ کے بارے میں مقدمہ پیش کیا اور چاہا کہ بچہ اس کو دیدیا جاوے تو امام ابو یوسف رح نے فرمایا کہ اگر وہ مرد اس بچہ کو اس عورت کی اجازت سے کوفہ میں لے آیا ہے، تو مرد پر اس بچہ کو لانا واجب نہیں ہے اور عورت سے کہا جائے گا کہ خود وہاں جا کر اس بچہ کو لے لے اور امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں کہ اگر وہ مرد اس بچہ کو عورت کے بغیر اجازت لے کر آیا ہے تو مرد پر واجب ہوگا کہ اس بچہ کو اس عورت کے پاس لے آوے،

ابن سماعہ رح نے امام ابو یوسف رح سے روایت کی ہے کہ ایک مرد اپنی بیوی کو اس کے لڑکے کے ساتھ بصرہ سے کوفہ لایا۔ پھر عورت کو بصرہ واپس بھیجدیا اور اس کو طلاق دیدی تو مرد پر واجب ہوگا کہ اس بچہ کو بھی اس عورت کے پاس بھیجدے، عورت کے واسطے اس مرد سے مواخذہ کیا جائے گا (ظہیریہ) اور اگر طلاق دینے والے نے اپنے بچہ کو اس کی ماں سے جس کو طلاق دی ہے اس وجہ سے لے لیا کہ اس عورت نے نکاح کر لیا ہے تو اس مرد کو اختیار ہے کہ اس بچہ کو لے کر سفر جاوے یہاں تک کہ اس اس بچہ کی ماں[1] کا حق لوٹ[1] اوے (بحر الرائق منقول از معراجیہ)

سترھواں باب — نفقات کے بیان میں

(چھ فصلیں ہیں)

پہلی فصل۔۔ بیوی کے نفقہ کے بیان میں

مرد پر اپنی بیوی کا نفقہ واجب ہے خواہ بیوی مسلمان ہو یا اہل کتاب میں سے ہو یا غریب ہو یا مال دار ہو خواہ اس سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو خواہ بالغہ ہو یا نابالغہ[2] کہ اس سے جماع کیا جا سکتا ہو (فتاوی قاضی خاں) خواہ آزاد ہو یا مکاتبہ ہو (جوہرہ نیرہ) اور مشائخ رح نے اس میں کلام کیا ہے کہ جماع کے لائق کب ہوتی ہے اور پسندیدہ قول یہ ہے کہ جب تک نو ۹ برس کی نہ ہو اس وقت قابل جماع نہیں ہوتی ہے اور اسی پر فتوی ہے (تاتارخانیہ) اور صحیح یہ ہے کہ عمر کا کچھ اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اس کا ہے کہ وہ

---

[1] یعنی مثلاً نکاح فسخ ہو گیا یا دوسرے شوہر نے طلاق دیدی تو پھر عورت لے سکتی ہے اور بچہ کا باپ اس کو نہیں لے جا سکتا ہے۔ یہاں تک کہ بچہ پرورش سے مستغنی ہو جائے [2] نابالغہ جب تک جماع کے لائق نہیں ہے نفقہ واجب نہ ہوگا۔

بعض مخصوص امراض اور دوسرے احکامات کا تذکرہ

اور اگر عورت رتقاء یا قرناء ہو یا مجنونہ ہوگئی یا اس کو کوئی ایسی مصیبت پیش آئی کہ وہ جماع کے قابل نہ رہی یا ایسی بڑھیا ہوگئی، کہ بڑھاپے کی وجہ سے جماع کے قابل نہ رہی تو اس کا نفقہ لازم ہوگا خواہ یہ عوارض شوہر کے یہاں جانے کے بعد لاحق ہوئے ہوں، یا پہلے پیش آئے ہوں بشرطیکہ وہ بغیر حق کے اپنے نفس کو روکنے والی نہ ہو (محیط) اور اگر عورت نے فریضہ حج ادا کیا اگر شوہر کے یہاں جانے سے پہلے اس نے ایسا کیا اگر با محرم سفر حج کیا اور اس کے ساتھ شوہر بھی نہیں ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا اس میں تمام ائمہ حضرات کا اتفاق ہے اور اگر اس نے شوہر کے یہاں جانے کے بعد ایسا کیا تو امام ابویوسف رح نے فرمایا کہ اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا اور امام محمد رح نے فرمایا کہ اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا (بدائع) اور یہی زیادہ ظاہر ہے (سراج الوہاج) اور اگر شوہر نے اس کے ساتھ حج کیا تو بالاجماع اس کے واسطے نفقہ لازم ہوگا ہاں شوہر پر حالت اقامت کا نفقہ واجب ہوگا، سفر کا نفقہ واجب نہیں ہوگا اور شوہر پر کرایہ بھی واجب نہیں ہوگا اور اگر عورت نے حج نفل ادا کیا اور شوہر ساتھ نہیں ہے، تو بالاتفاق عورت کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ)

اور اگر عورت نے شوہر کے ساتھ حج نفل ادا کیا تو اس حالت میں عورت کے لئے اقامت کا نفقہ[1] ہوگا سفر کا نفقہ واجب نہیں ہوگا (فتاوی قاضی خاں) نماز روزہ نفقہ کو ختم نہیں کرتا ہے اس پر اجماع ہے (غایۃ السروجی) ایک حاملہ عورت سے ایک مرد کو متہم سمجھا گیا عورت کے باپ نے اسی مرد سے نکاح کر دیا اور مرد اس حمل کا انکار کرتا ہے تو نکاح جائز ہوگا اور شوہر پر نفقہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ عورت کی جانب سے حمل کی وجہ سے شوہر کا جماع کرنا منع اور ناجائز ہے (محیط سرخسی)

اور اگر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ میرا حمل ہے تو نکاح بالاتفاق صحیح ہوگا اور عورت سے وطی بھی کر سکتا ہے لہٰذا عورت نفقہ کی مستحق بالاتفاق ہوگی (محیط) اور اگر کسی مرد کی چند عورتیں ہیں، بعض مسلمان آزاد ہیں، اور بعض باندیاں ہیں یا ذمیہ[2] نصرانیہ، یا ذمیہ یہودیہ ہیں تو نفقہ میں سب برابر ہوں گی (تاتارخانیہ) اور جس عورت سے شبہۃً جماع کیا گیا اس کے لئے نفقہ واجب نہ ہوگا (خلاصہ) نکاح فاسد میں نفقہ نہیں ہے اور نہ تفریق کے بعد اس کی عدت میں نفقہ ہے اور اگر ظاہری طور پر نکاح صحیح ہوا اور قاضی نے عورت کے واسطے ایک مہینہ کا نفقہ بھی مقرر کر دیا اور عورت نے ایک مہینہ تک نفقہ بھی لیا بعد ازاں اس کا نکاح فاسد ظاہر ہوا مثال کے طور پر گواہوں نے گواہی دی کہ عورت مرد کی رضاعی بہن ہے اور قاضی نے دونوں میں تفریق کر دی تو عورت نے جو کچھ ایک مہینہ میں لیا ہے شوہر اس سے واپس لے لے گا اور اگر شوہر نے خود ہی قاضی کے مقرر کئے بغیر نفقہ دیا ہو تو پھر شوہر عورت سے دیا ہوا نفقہ واپس لینے کا مجاز نہیں ہے یہ مسئلہ صدر الشہید رح نے شرح ادب القاضی میں ذکر فرمایا ہے (ذخیرہ) اور اگر نکاح گواہوں کے بغیر ہوا تو بالاجماع عورت نفقہ کی مستحق ہوگی (خلاصہ) اور اگر عورت سے مرد نے ایلاء یا ظہار کیا تو عورت کے واسطے نفقہ واجب ہوگا اور اگر اپنی بیوی کی بہن یا خالہ یا پھوپھی سے نکاح کیا اور جماع

---

[1] یہ مراد نہیں ہے کہ جب تک وہ حاضر ہے اس وقت تک نفقہ ملے گا اور جب سے سفر کو نکلے گی تب سے واپس ہونے تک کچھ لازم نہ ہوگا بلکہ مراد یہ ہے کہ ایسا نفقہ واجب ہوگا جو کہ حالت اقامت میں پایا جاتا ہے اور سفر میں کہ زیادہ خرچ ہوتا ہے اس زیادتی کے حساب سے نفقہ واجب نہ ہوگا [2] ذمیہ غیر مسلم عورت دار الاسلام میں رہنے والی،

نفقہ نہ ہوگا خواہ شوہر نے اس کو مہر دیدیا ہو یا نہ دیا ہو۔ شیخ ابو قاسم صفارؒ نے فرمایا یہ حکم ان اماموں کے زمانہ میں تھا اور ہمارے زمانہ میں اگرچہ عورت کا مہر ادا کر دیا ہو پھر بھی شوہر اس کو سفر میں نہیں لے جا سکتا ہے (محیط) اور اگر عورت اپنے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی تو اس کے لئے شوہر پر نفقہ ضروری نہ ہوگا اور شیخ کرخی رحمہ نے فرمایا کہ اگر عورت ایسے قرضہ کی وجہ سے قید کی گئی جس کی ادائیگی کی اُسے قدرت نہیں تو اس کے لئے نفقہ ضروری ہوگا اور اگر قرض ادا کرنے پر قادر ہو تو اس کے واسطے نفقہ ضروری نہ ہوگا، اور فتویٰ اس پر ہے کہ عورت کے واسطے دونوں صورتوں میں نفقہ نہ ہوگا (جوہرہ نیرہ) اور یہ حکم اس وقت ہے کہ شوہر اس عورت تک قید خانہ میں نہ پہونچ سکتا ہو اور اگر قید خانہ میں کوئی ایسی جگہ ہو وہاں عورت تک پہونچ سکتا ہو تو علماء رحمہ نے فرمایا کہ عورت کے لئے نفقہ واجب ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

اور اگر عورت کو کوئی غاصب لیکر بھاگ گیا یا وہ ظلم سے قید کی گئی تو خصاف رحمہ نے فرمایا کہ مستحق نفقہ نہ ہوگی اور صدر شہید حسام الدین رحمہ نے فرمایا اسی پر فتویٰ ہے (عتابیہ) اور اگر شوہر قید کیا گیا اور وہ ادار قرضہ پر قادر ہے یا نہیں۔ قادر ہے یا شوہر بھاگ گیا تو عورت کے واسطے نفقہ ضروری ہوگا (غایۃ السروجی) اور اگر شوہر سلطانی قید خانہ میں ظلم سے قید کیا گیا تو اس میں مشائخ رحمہ کا اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ عورت نفقہ کی مستحق ہوگی (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر شوہر کسی دوسرے شہر میں ہو اور عورت اور اس کے درمیان سفر کے مسافت کے مقدار دوری ہو اور شوہر نے وہاں سے راستہ کا خرچ اور سواری بھیجی تاکہ اس کے پاس چلی آوے مگر عورت نے اپنے ساتھ کوئی ذی محرم نہ پایا اس وجہ سے نہ گئی تو نفقہ کی مستحق ہوگی (وجیز کردری) اس قسم کے مسائل میں قاعدہ یہ ہے کہ عورت کو دیکھا جائے اگر وہ جماع کی صلاحیت نہیں رکھتی ہے تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا خواہ شوہر جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو اور اگر عورت جماع کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کیواسطے نفقہ ضروری ہوگا خواہ مرد جماع کی صلاحیت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو (محیط) اور اگر شوہر نابالغ ہو اور بیوی بالغہ ہو تو اس کے لئے نفقہ ضروری ہوگا کیونکہ اپنے عضو کو سپرد کرنا عورت کی طرف سے پایا گیا اور اسی طرح جب کہ عورت کی طرف سے سپرد کرنا پایا گیا مگر شوہر مجبوب ہے۔ یا نامرد یا بیمار ہے یا جماع پر قادر نہیں ہے یا حج کے واسطے نکلا ہے کہ احرام میں ہے تو بھی عورت کے واسطے نفقہ لازم ہوگا (بدائع)

اور اگر میاں بیوی دونوں نابالغ ہوں جماع کرنے کی قدرت نہ رکھتے ہوں تو عورت کیواسطے نفقہ واجب نہ ہوگا اس لئے کہ عاجز ہونا اس کی جانب سے بھی ہے گویا کہ مجبوب یا نامرد کے نکاح میں نابالغہ عورت ہے (تبیین)

اور اگر عورت شوہر کے پاس جانے سے پہلے ایسی بیمار ہو کہ قابل جماع نہ ہو پھر وہ شوہر کے گھر بھیجی گئی تو شوہر کے پاس پہونچنے کے بعد اس پر نفقہ ضروری ہوگا اور شوہر کے پاس جانے سے پہلے بھی نفقہ ضروری ہوگا بشرطیکہ اس نے نفقہ کا مطالبہ کیا ہو اور شوہر اس کو نہ لے گیا اور اگر شوہر اس سے چلنے کے واسطے کہتا تو وہ جانے سے انکار بھی نہ کرتی اور اگر وہ جانے سے انکار کرتی تھی تو اس کے واسطے نفقہ لازم نہ ہوگا۔ جیسے تندرست عورت کا حکم ہے ظاہر الروایت میں اسی طرح ہے

اور اگر عورت کو اس کا شوہر تندرستی کی حالت میں لے گیا پھر وہ شوہر کے گھر میں ایسی بیمار ہوگئی کہ جماع کرنے کے لائق نہ رہی تو بالاتفاق اس کا نفقہ باطل نہ ہوگا (بدائع)

اور اگر جماع واقع ہونے کے بعد شوہر کے گھر میں عورت بیمار پڑی اور وہاں سے اپنے باپ کے گھر چلی آئی تو علماء فرماتے ہیں کہ اگر وہ ایسی تھی کہ ڈولی وغیرہ میں بیٹھکر اپنے شوہر کے یہاں جا سکتی تھی مگر نہ گئی تو اس کیواسطے نفقہ لازم نہ ہوگا اور اگر وہ شوہر کے گھر نہ جا سکتی ہو تو اس کیواسطے نفقہ لازم ہوگا (فتاویٰ قاضی خاں)

بھنا ہوا گوشت کھاتا ہے اور عورت تنگدست ہے یا مرد تنگ دست ہے اور عورت خوشحال ہے تو نفقہ کے مقرر کرنے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ دونوں کی حالت کا اعتبار کرنا چاہیئے اور اسی پر فتویٰ ہے (غیاثیہ) اور اگر دونوں آسودہ حال ہوں تو عورت کو آسودہ حالی کا نفقہ ملے گا اور اگر دونوں تنگ دست ہوں تو عورت کو تنگ دستی کا نفقہ ملے گا اور اگر عورت خوشحال ہو اور مرد تنگدست ہو تو عورت کے لئے تنگ دستی کی حالت میں جو نفقہ مقرر کیا جاتا ہے تو اس سے کچھ زیادہ دیا جائے گا لہٰذا مرد سے کہا جائے گا کہ عورت کو گیہوں کی روٹی اور ایک طرح کا سالن یا دو قسم کے کھانے دے۔

اور اگر شوہر بہت مال دار ہو کہ حلوا اور بکری کے بچہ کا گوشت کھاتا ہو اور عورت تنگ دست ہے کہ اپنے گھر میں جو کی روٹی کھاتی ہے، تو مرد کے ذمہ اپنی طرح کا کھلانا ضروری نہیں ہے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ جو اپنے گھر میں کھاتی تھی وہی کھانا کھلائے، بلکہ عورت کو گیہوں کی روٹی اور ایک دو قسم کا سالن کھلانا چاہیئے، اور ظاہر الروایۃ کے مطابق تنگ دستی و خوشحالی میں مرد کی حالت کا اعتبار ہے (کافی) اور اس مسئلہ کو علماء کی بڑی جماعت نے پسند کیا ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ یہی صحیح ہے (فتح القدیر) اور ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ اگر شوہر بہت آسودہ حال ہے اور عورت تنگدست ہے تو شوہر کے لئے مستحب ہے کہ اپنے کھانے کے ساتھ عورت کو شریک کر لیا کرے اور جو تفاصیل نفقہ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں وہی احکام لباس کے سلسلے میں ہیں (ذخیرہ)

اور اگر شوہر تنگ دست ہے اور عورت خوشحال ہے تو فی الحال تنگدست عورتوں کا نفقہ دینا چاہیئے اور بقیہ نفقہ شوہر کے ذمہ قرضہ رہے گا (تبیین) اور اگر شوہر نے کہا کہ میں تنگدست ہوں اور مجھ پر تنگ دستی کا نفقہ واجب ہے تو شوہر کی بات مقبول ہوگی ہاں اگر عورت نے مرد کی خوشحالی پر گواہ قائم کئے تو اس پر خوشحالوں کا نفقہ ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ قائم کئے، تو عورت کے گواہ قابل قبول ہوں گے اور اگر دونوں کے پاس گواہ نہ ہوں اور عورت نے قاضی صاحب سے درخواست کی کہ اس مرد کا حال دریافت کیا جائے تو قاضی صاحب پر مرد کا حال دریافت کرنا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر قاضی صاحب نے دریافت کرایا تو بہتر ہے اگر قاضی کو ایک پابند شرع مرد نے خبر دی کہ مرد خوش حال ہے تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا اور اگر دو پابند شرع مردوں نے خبر دی کہ مرد خوش حال ہے تو قاضی اس مرد پر خوشحالی پر نفقہ مقرر کرے گا چاہے انہوں نے شہادت کے لفظ سے خبر نہ دی ہو اور ایسی خبر میں پابند شرع ہونا شرط ہے لفظ شہادت شرط نہیں ہے اور اگر ان دو پابند شرع مردوں نے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ مرد خوش حال ہے، یا ہم کو خبر پہونچی ہے کہ مرد خوش حال ہے تو قاضی اس کو قبول نہ کرے گا (فتاویٰ قاضی خاں) اور اگر قاضی نے شوہر پر تنگ دستی کا نفقہ مقرر کر دیا پھر وہ مرد مال دار ہو گیا عورت نے مقدمہ دائر کیا تو قاضی عورت کے لئے خوشحالی کا نفقہ مقرر کرائے گا (کافی)

اور اگر عورت نے کہا کہ میں روٹی سالن نہیں پکاؤں گی تو وہ روٹی سالن پکانے پر مجبور نہ کی جائے گی اور شوہر پر ضروری ہوگا کہ پکا پکایا تیار کھانا اس کے لئے حاضر کرے، یا خادمہ کا انتظام کر دے جو روٹی سالن پکانے کے لئے کام دے سکے اور فقیہ ابو اللیث رح فرماتے ہیں کہ اگر عورت نے کھانا پکانے سے انکار کیا تو شوہر پر پکا پکایا کھانا تیار دینا اس وقت ضروری ہوگا جب کہ عورت شرفاء کے گھرانہ کی ہو کہ اپنے ماں باپ کے یہاں یہ کام نہ کرتی ہو یا شرفاء کی لڑکی نہ ہو مگر کوئی ایسی بیماری لگ گئی ہو جس کی وجہ سے روٹی سالن نہ پکا سکتی ہو اور اگر یہ باتیں نہ ہوں تو شوہر پر پکا پکایا کھانا تیار دینا ضروری نہیں ہے (ظہیریہ) علماء فرماتے ہیں کہ اس قسم کے کام عورت پر دیانتاً ضروری ہیں اگرچہ قاضی کے فیصلہ کی رُو سے عورت کو ان کاموں

کرتے ہوئے اس بات سے بے خبر رہا پھر دونوں میں تفریق ہوگئی اور مرد پر ضروری ٹھیرا کہ جب تک اس کی بیوی کی بہن عدت میں رہے اپنی بیوی سے الگ رہے تو بیوی کے واسطے نفقہ واجب ہوگا اور اس کی بیوی کی بہن کے لیے با وجودیکہ عدت ضروری ہوتی ہے نفقہ واجب ہوگا (بدائع) اور اگر کسی مرد کی بیوی کے ساتھ ایک باندی بھی ہو اور مرد خوشحال ہے تو عورت کے نفقہ کے ساتھ خادمہ کا نفقہ بھی مرد کے ذمہ واجب ہوگا اور یہ مسئلہ اس صورت میں ہے جب کہ عورت آزاد ہو اور اگر عورت خود باندی ہے تو خادمہ کے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی، اور اگر عورت کے ساتھ دو یا زیادہ خادمہ ہوں تو امام اعظم رہ و امام محمد رہ کے نزدیک ایک خادمہ سے زیادہ کا نفقہ واجب ہوگا اور مشائخ رہ فرماتے ہیں کہ خوشحال مرد پر خادمہ کے نفقہ کی ادنیٰ مقدار واجب ہوگی جس سے خادمہ کی گذر بسر ہو جائے (کافی) اور اس خادمہ میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ خادمہ عورت کی باندی ہونی چاہیے اگر عورت کی ملکیت میں خادمہ داخل نہ ہو تو عورت خادمہ کے نفقہ کی مستحق نہ ہوگی (ظاہر الروایۃ)

اور اگر شوہر تنگدست ہو تو عورت کی خادمہ جو عورت کی ملکیت میں ہے اس کا نفقہ مرد پر واجب نہ ہوگا، شیخ حسن نے امام اعظم رہ سے یہ روایت کیا ہے اور یہی زیادہ صحیح ہے (تبیین) اور اگر شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیری کسی خادمہ کو نفقہ نہیں دوں گا لیکن اپنی خادمہ تیرے لئے مقرر کروں گا اور عورت نے اسے قبول نہ کیا تو شوہر کو یہ اختیار نہیں ہے اور اگر شوہر خوشحال ہے تو عورت ہی کی خادمہ کا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا

نفقات کے مختلف پہلو

ایک عورت کے چند غلام اور باندیاں ہیں عورت اپنے شوہر سے کہتی ہے کہ تم میرے بہر میں سے ان کو نفقہ دو شوہر نے اس کے کہنے کے مطابق ان باندیوں اور غلاموں کو نفقہ دیا، پھر عورت کہتی ہے کہ میں اس نفقہ کو شمار نہ کروں گی اس وجہ سے کہ تم نے ان سے خدمت لی ہے لہٰذا شوہر نے جو کچھ شریعت کے مطابق ان پر خرچ کیا ہے وہ عورت ہی کے حساب میں شمار ہوگا (فتاویٰ کبریٰ) ایک عورت نے قاضی سے درخواست کی کہ آپ میرے لئے شوہر کے اوپر نفقہ مقرر کردیجئے، اگر شوہر یہیں موجود ہو اور دسترخوان والا ہو تو قاضی اس عورت کے لئے نفقہ مقرر نہیں فرمائے گا ہاں جب کہ قاضی کو علم ہو جائے، کہ شوہر عورت کو مارتا ہے اور نفقہ نہیں دیتا ہے تو نفقہ مقرر کردے گا اور اگر شوہر صاحب دسترخوان نہ ہو، تو قاضی عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کرے گا (محیط) اور عورت کا نفقہ درہموں یا اشرفیوں پر بھاؤ کے اعتبار سے مقرر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس قدر درہم جو کہ اس وقت کے بھاؤ سے ہیں نرخ کی ارزانی وگرانی کے اختلاف سے مقرر کیا جائے گا اور اس میں دونوں کی رعایت ہے (بدائع) اور اگر قاضی نے عورت کے لئے ماہانہ نفقہ مقرر کر دیا تو شوہر اس کو ماہانہ دیا کرے گا اور اگر شوہر نے ماہانہ نہ دیا اور عورت نے روزانہ طلب کیا تو شام کے وقت عورت کو مطالبہ کا اختیار ہوگا (فتاویٰ کبریٰ) اور جب قاضی نے نفقہ مقرر کرنے کا ارادہ کر لیا تو دیکھنا چاہیئے، کہ شوہر آسودہ حال ہے، میدہ کی روٹیاں اور

۱؎ کیوں کہ ارزانی کے وقت عورت کا خسارہ ہوگا اور گرانی پر مرد کا خسارہ ہوگا

۲؎ ارزانی یعنی ارزانی کے وقت جس قدر زیادہ ہو جائیں یا گرانی کے وقت جس قدر کم ہو جائیں،

مقرر کردے، اگر غائب ہونیوالے شوہر کا کچھ مال نفقہ کے جنس سے اس کے گھر میں موجود ہے مثال کے طور پر درہم اشرفی واناج وکپڑے[1] لباس جو کہ واجب ہوتی ہیں اور قاضی جانتا ہو کہ یہ عورت اس کی منکوحہ ہے تو قاضی اس عورت سے اس طرح قسم لے گا کہ واللہ اس نے اپنا نفقہ نہیں پایا ہے اور نہ اس کے اور شوہر کے درمیان کوئی سبب شوہر کی نافرمانی وغیرہ کا پایا گیا جو نفقہ سے مانع اور رکاوٹ ہے، پھر اس قسم کے بعد قاضی عورت کو حکم دے گا کہ اس مال سے اپنی ذات پر بغیر فضول خرچی اور کمی کے خرچ کرے (فتاویٰ قاضی خاں) اور یہی صحیح ہے (محیط)

اور اگر غائب ہونیوالے کا کچھ مال موجود نہ ہو تو ہمارے حضرات حنفیہ رح کے نزدیک قاضی یہ حکم نہ دے گا کہ تو اتنی مقدار نفقہ کی شوہر پر قرضہ لے اور اگر غائب ہونیوالے شوہر کا مال موجود ہو مگر قاضی ان دونوں میں نکاح کو نہ جانتا ہو اور عورت نے اپنے نکاح پر گواہ قائم کئے، تو امام اعظم رح کے نزدیک گواہ قبول نہ ہوں گے اور امام ابویوسف رح کے نزدیک گواہ قبول کرلیے جائیں گے اور قاضی نفقہ مقرر کردے گا ہاں قاضی اس غائب کے حق میں نکاح واقعی کا حکم جاری نہ کرے گا، چنانچہ اگر غائب ہونے والے شوہر نے حاضر ہو کر انکار کیا تو قاضی اس عورت کو حکم دے گا کہ دوبارہ گواہ پیش کرے اور اگر اس نے دوبارہ گواہ پیش نہ کئے تو غائب ہونیوالا شوہر عورت سے نفقہ واپس لے گا (خلاصہ)

اس زمانہ میں قاضی حضرات امام زفر رح وامام ابویوسف رح کے مذہب کے موافق لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے نفقہ مقرر کرتے ہیں (وجیز کردری)

اور اگر ایک مرد غائب ہوگیا اور اس کی عورت نے نفقہ کی درخواست کی اور غائب ہونیوالے کا مال ایک شخص کے پاس ہے، اور وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہے، اور عورت اور مرد کی غیبوبت میں ازدواجی زندگی کا بھی اقرار کرنیوالا ہے تو قاضی اس مال میں سے غائب کی بیوی کے واسطے نفقہ مقرر کردے گا اسی طرح اگر اس مرد نے اقرار نہ کیا لیکن قاضی کو یہ بات معلوم ہے، تو بھی قاضی نفقہ کا حکم دے گا خواہ یہ مال اس کے پاس امانت کا ہو، یا قرضہ کا یا بطور مضاربت[1] ہو اور عورت سے قاضی اس کا کفیل (ضامن) لے لے گا، اور نیز قاضی عورت سے قسم لے گا کہ واللہ غائب ہونیوالے مرد نے اس کو نفقہ نہیں دیا ہے اور میاں بیوی میں نفقہ ساقط ہونے کا کوئی سبب نافرمانی وغیرہ کا بھی نہیں پایا گیا (جوہرہ نیرہ)

اور اگر قاضی کو مال یا زوجیت ان دونوں میں سے ایک ہی بات معلوم ہے تو دوسری بات جو اس کے علم میں نہیں ہے اس کے اقرار کی ضرورت ہوگی اور یہی صحیح ہے اور جس شخص کے پاس غائب ہونیوالے کا مال ہے اس نے اقرار نہ کیا اور قاضی کو اس کا علم بھی نہیں ہے اور عورت نے ارادہ کیا کہ مال کو یا زوجیت کو یا دونوں کو گواہوں کے ذریعہ ثابت کرے تاکہ قاضی اس غائب کے مال سے عورت کا نفقہ مقرر کردے یا قاضی عورت کو حکم دے کہ غائب ہونیوالے شوہر کے نام قرضہ لے تو قاضی اس کا حکم نہ کرے گا اس لئے کہ یہ فیصلہ غائب شخص پر ہوگا اور یہ درست نہیں ہے اور امام زفر رح نے فرمایا ہے کہ قاضی اس کے گواہوں کی سماعت کرے گا مگر نکاح کا حکم نہ دے گا، اور اگر شوہر کا مال موجود ہے تو شوہر کے مال سے اس کا نفقہ دلادے گا ورنہ عورت کو حکم دے گا کہ قرضہ لیوے اسی قول کو ائمہ احناف نے اختیار کیا ہے اور اسی پر اس زمانہ کے قاضیوں کا عمل درآمد ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (عینی شرح کنز) پھر جب شوہر واپس ہوکر آیا تو دیکھا جائے گا اگر اس نے پیشگی نفقہ نہیں دیا تھا،

---

[1] مضاربت وہ عقد بیع جس میں ایک کا روپیہ اور دوسرے کا عمل ہو اور نفع میں دونوں شریک ہوں،

کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکیگا (بحرالرائق) اور اگر عورت کو کھانا پکانے کے واسطے اجرت پر مقرر کیا تو جائز نہیں اور عورت کو اس کی اجرت لینا بھی جائز نہیں ہے (بدائع) اور شوہر پر ضروری ہے کہ چکی لائے اور کھانے پینے کے برتن لائے جیسے کوزہ اور گھڑا، ہانڈی، پتیلی، چمچہ، ڈویا اور اس طرح کے اسباب (جوہرہ نیرہ)

نفقہ کے جزوی مسائل

ظاہر الروایت کے فیصلہ کے رُو سے عورت اور اس کی خادمہ کے نفقہ میں فرق ہے، چنانچہ اگر اس کی خادمہ نے ان کاموں سے انکار کیا تو اپنی مخدومہ کے شوہر سے نفقہ کی مستحق نہ ہو گی (ذخیرہ) ضروری نفقہ کھانا کپڑا اور رہنے کا مکان ہے کھانے کی چیز آٹا، پانی، نمک لکڑی اور تیل ہے (تاتارخانیہ) اور جس طرح عورت کے لئے بقدر کفایت روٹی مقرر کی جائے گی اسی طرح اس کے لئے بقدر کفایت سالن بھی مقرر کیا جائے گا (فتح القدیر) اور عورت کے لئے وہ چیز جس سے ستھرائی حاصل کرے اور میل دور کرے، جیسے کنگھی اور تیل ضروری ہے، اور وہ چیزیں ضروری ہیں جو بدن سے میل چھڑاتی ہیں، جیسے اشنان صابن وغیرہ شہر کی عادت کے موافق، اور جن چیزوں سے لذت مقصود ہوتی ہے، جیسے خضاب سرمہ وغیرہ وہ شوہر پر واجب نہیں ہیں بلکہ شوہر کو اختیار ہے کہ لاوے یا نہ لاوے، ہاں جب شوہر اس مقصد سے لایا تو عورت پر اس کا استعمال ضروری ہے اور وہ چیز جس سے خوشبو مقصود ہوتی ہے شوہر پر واجب نہیں مگر اتنی کہ جس سے پسینہ کی بدبو دور ہو جائے اور جس چیز سے بغل کی بدبو دور ہو مرد پر ضروری ہے اور بیماری کے لئے دوا اور طبیب کی اور نیز فصد اور پچھنے لگانے کی اجرت و خرچہ بھی مرد پر واجب نہیں ہے (سراج الوہاج) اور اتنی مقدار پانی کا انتظام کرنا ضروری ہے جس سے عورت اپنے کپڑے اور بدن کا میل کچیل دور کر سکے (جوہرہ نیرہ)

فتاویٰ شیخ ابو اللیث میں لکھا ہے کہ عورت چاہے مالدار ہو یا غریب، اس کے غسل اور وضو کے پانی کی قیمت شوہر پر واجب ہے اور ضمیریہ میں لکھا ہے کہ اسی پر مشائخ بلخ کا فتویٰ ہے اور اسی پر صدر شہید رحمہ نے بھی فتویٰ دیا ہے اور اسی کو امام قاضی خاں نے اختیار اور پسند کیا ہے (تاتارخانیہ) اگر عورت نے دایہ کو اجرت پر حاصل کیا تو اس کی اجرت عورت پر ہو گی، اور اگر شوہر نے دایہ کو کرایہ کے طور پر رکھا تو اس کی اجرت مرد کے ذمہ ہو گی اور اگر دایہ خود ہی حاضر ہو گئی تو کہنے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ اجرت شوہر پر واجب ہو گی کیوں کہ دایہ کی اجرت وطی کی مشقت ہے اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ طبیب کی اجرت کی طرح عورت پر واجب ہو گی (جوہرہ نیرہ) ایک شخص اپنی بیوی کو خود چھوڑ کر گاؤں چلا گیا تو قاضی کو حق ہے کہ باوجودیکہ شوہر غائب ہے عورت کیواسطے نان نفقہ مقرر کرے اور شوہر کا سفر کی مقدار غائب ہونا شرط نہیں ہے (قنیہ منقول از قاضی خاں صاحب محیط)

زوج غائب کے احکام

ایک عورت قاضی کے پاس آئی اور بیان دیا کہ میں فلاں بنت فلاں ابن فلاں ہوں اور میرا شوہر فلاں ابن فلاں ابن فلاں مجھے چھوڑ کر غائب ہو گیا ہے اور میرے لئے کچھ بھی نفقہ نہیں چھوڑا ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ اس کے لئے نفقہ

حال پر قرضہ لے (کنز) اور شوہر کا نفقہ سے عاجز ہونا اسی وقت ثابت ہو سکتا ہے، جب شوہر خود موجود و حاضر ہوا ور اگر شوہر عورت کو چھوڑ کر غیبت[1] منقطعہ کے طور پر غائب ہو گیا اور اس عورت کے لئے کچھ بھی نفقہ نہ چھوڑ گیا ہو اور یہ عورت معاملہ قاضی کے پاس لے گئی اور قاضی نے ایک ایسے عالم سے تحریری فتویٰ حاصل کر لیا جو نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں تفریق کو جائز سمجھتا ہے اور تفریق واقع کردی تو صحیح یہ ہے کہ یہ فیصلہ صحیح نہ ہوگا اور اگر یہ فیصلہ دوسرے قاضی کے سامنے پیش کر دیا جائے اور وہ قاضی بھی اس فیصلے کو جائز قرار دیدے جب بھی صحیح یہی ہے کہ یہ فیصلہ پھر بھی نافذ نہ ہوگا اس لئے کہ ہم پہلے ہی بتا آئے ہیں کہ شوہر کے غائب ہونے کی صورت میں نفقہ سے عاجز ہونا بالاتفاق ثابت نہیں ہو سکتا پس یہ فیصلہ (قضائے قاضی) مجتہد فیہ[2] معاملہ میں نہ ہوگا کہ اختلاف مجتہد اور اختلاف قضا اس میں مؤثر ہوسکے (نہایہ)

اور اگر عورت اپنے شوہر سے گذشتہ زمانہ کے نفقہ کے بارے میں قاضی کے پاس معاملہ لے جائے قبل اس کے کہ کسی قاضی نے اس کے لئے ان گذشتہ دنوں کے واسطے کچھ نفقہ مقرر کیا ہو یا آپس ہی میں مصالحۃً کبھی کوئی مقدار نفقہ کی متعین و مقرر ہو چکی ہو تو ہمارے نزدیک قاضی اس عورت کے واسطے گذشتہ دنوں کے نفقہ کا حکم نہ کرے گا (محیط)

نفقہ کے لئے شوہر کے نام پر قرض لینے کے احکام

قبل اس کے کہ قاضی نے اس کیواسطے نفقہ مقرر کر دیا ہو یا میاں بیوی دونوں نے آپس میں رضامندی کے ساتھ کچھ رقم نفقہ کی مقرر کرلی ہو اگر کوئی عورت اپنے شوہر کے نام پر کچھ قرضہ لے اور اس میں سے کچھ رقم اپنے نفقہ میں خرچ بھی کرڈالے جب بھی وہ اپنے شوہر سے وصول نہیں کر سکتی بلکہ اس خرچہ کرتے ہیں اپنے شوہر کے ساتھ حسن سلوک کرنیوالی اور متطوع شمار ہوگی، خواہ شوہر حاضر موجود ہو یا غائب،

اور اگر عورت قاضی کے نفقہ کو مقرر کرتے یا آپس میں رضامندی کے ساتھ کوئی مقدار نفقہ کی مقرر کر لینے کے بعد اپنے مال سے کچھ خرچ کرلے تو اس کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر سے وصول کرے اور اسی طرح حکم ہے جب عورت اپنے شوہر کے نام پر قرضہ لے لے عام اس سے کہ قاضی کی اجازت سے قرضہ لیا ہو یا بغیر اجازت کے لیا ہو ہاں اتنا فرق ہوگا کہ اگر عورت نے بغیر حکم قاضی کے قرضہ لیا ہے تو قاضی کا مطالبہ مختصر طور پر فقط اسی عورت سے ہوسکے گا اور قرض خواہ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو کچھ قرضہ عورت نے لیا ہے وہ اس کے شوہر سے طلب کرے،

اور اگر اس نے قاضی کے حکم سے لیا ہے تو عورت کو اختیار ہوگا کہ وہ قرض خواہ کو شوہر پر حوالہ دیدے یعنی اپنا لیا ہوا قرض شوہر پر اتار دے اور قرض خواہ شوہر سے قرض کا مطالبہ کرے (بدائع) اور اگر قاضی نے عورت کے واسطے شوہر پر کچھ نفقہ ماہانہ مقرر کر دیا۔ یا دونوں نے خود آپس کی رضامندی سے نفقہ کی کوئی مقدار ماہانہ مقرر کرلی ہے، پھر چند مہینے گذر گئے اور شوہر نے اس کو کچھ نفقہ نہ دیا اور عورت نے قرض لیکر خرچ کیا، پھر شوہر اس کا مر گیا۔ یا خود عورت مر گئی تو ہمارے نزدیک یہ سب نفقہ ساقط اور

---

[1] غیبت منقطعہ اس کی تعریف میں اختلاف ہے۔ صحیح ترین تعریف یہ ہے کہ سال میں اس جگہ سے قافلہ کا پہونچنا نہ ہو۔ ۱۲

[2] مجتہد فیہ وہ مسئلہ ہے جس کی اصل (دینا) میں مجتہدین میں آپس میں اختلاف ہو۔

تو جو کچھ ہو چکا ہے وہ درست ہوا اور اگر پیشگی دئے گیا تھا اور اس نے اس بات پر گواہ قائم کیے یا گواہ قائم نہیں کیے مگر عورت سے قسم لی اور عورت نے قسم سے انکار کیا، تو مرد کو اختیار ہو گا چاہے عورت سے یہ نفقہ واپس لے یا کفیل (ضامن) سے مطالبہ کر کے وصول کرے اور اگر عورت نے اقرار کیا، کہ میں نے پیشگی نفقہ لے لیا تھا تو وہ عورت ہی سے لے گا اور کفیل (ضامن) سے نہیں لے گا (بدائع)

اور اگر غائب ہونیوالے شخص نے واپس آکر نکاح سے انکار کیا تو قسم سے اس کا قول قبول ہو گا اگر وہ قسم کھا گیا اور جس مال سے عورت کو نفقہ دیا گیا ہے وہ امانت کا تھا تو اس کو اختیار ہو گا چاہے عورت سے واپس لے یا امانت رکھنے والے سے وصول کرے اور اگر وہ مال قرضہ تھا تو اپنا مال قرض دار سے لے گا پھر قرض دار عورت سے واپس لے گا (تاتارخانیہ)

اور اگر شوہر نے واپس آکر گواہ قائم کیے کہ میں اس کو طلاق دے چکا تھا اور اس کی عدت گذر چکی تھی تو لینے والی عورت ضامن ہو گی دینے والا ضامن نہ ہو گا لیکن اس صورت میں ضامن ہو گا جب کہ غائب ہونیوالے مرد کے گواہوں نے بیان کیا کہ یہ دینے والا جانتا تھا، کہ اس کو طلاق دی جا چکی ہے اور اس کی عدت گذر چکی ہے (غایہ)

اور اگر دینے والے نے کہا کہ میں ان دونوں میں رشتۂ زوجیت قائم ہونے کو جانتا تھا اور طلاق سے واقف نہ تھا تو وہ ضامن نہ ہو گا لیکن اس سے قسم لی جائے گی کہ وہ طلاق سے آگاہ نہ تھا (غایۃ السروجی)

اور اگر امانت اور قرضہ دونوں موجود ہوں تو پہلے امانت کے مال سے عورت کو نفقہ دینا قرضہ کے بہ نسبت بہتر ہے اور جب قاضی نے مقروض یا امانت رکھنے والے کو حکم دیا کہ غائب ہونیوالے کے مال سے اس کی عورت کو نفقہ دے امانت رکھنے والے نے کہا کہ غائب ہونیوالے کے مال امانت سے میں نے عورت کو نفقہ دیدیا ہے تو اس کا قول مانا جائے گا اور اگر قرض دار اسی قسم کا دعویٰ کرتا ہے تو گواہوں کے بغیر اس کا قول قبول نہ ہو گا (فتاویٰ قاضی خاں)

اور اگر امانت کا مال یا شوہر کے گھر کا مال عورت کے حق اور نفقہ کے مطلب کا نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسمیں سے کوئی چیز اپنے ذاتی نفقہ و خرچ کے لئے بیچے، اور اسی طرح قاضی بھی اس میں سے کوئی چیز عورت کے نفقہ کے لئے فروخت نہ کرائے گا اور یہ مسئلہ تمام ائمہ حضرات رحمہم اللہ کے نزدیک بالاتفاق ہے اور غائب ہونیوالے کے غلام یا مکان کی مزدوری اور کرایہ میں سے اس عورت کو نفقہ دیا جا سکتا ہے (محیط) اور گمشدہ شخص غائب ہونیوالے ہی کی طرح ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

اور جس صورت میں قاضی کے لئے جائز ہے کہ عورت کے لئے شوہر کے مال سے نفقہ کا حکم دے ایسی صورت میں عورت کے لئے بھی جائز ہے کہ قاضی کے حکم کے بغیر شریعت کے مطابق بقدر کفایت شوہر کے مال سے لے سکتی ہے اور اگر عورت نے قاضی سے نفقہ مقرر کرنے کی درخواست کی اور شوہر کا مال عورت پر قرضہ ہے اس نے کہا کہ اس مال میں سے اس عورت کا نفقہ شمار کیا جائے تو شوہر کو ایسا کرنے کا اختیار ہے (محیط) اور اگر قاضی نے نفقہ کا حکم دیا بعد ازاں اناج مہنگا ہو گیا یا اناج ارزاں ہو گیا تو قاضی اپنے حکم کو بدل دے گا (ظہیریہ)

نفقہ سے عاجز ہونے کی صورت میں تفریق کا حکم

اور اگر شوہر نفقہ سے عاجز ہو گیا تو اس کی وجہ سے دونوں میں تفریق نہ کی جائے گی بلکہ عورت کو حکم دیا جائے گا کہ شوہر کے

گا کہ وہ بھی چھوڑدے بلکہ اختیار دے گا کہ چاہے وہ بھی قرض دار کو چھوڑدے اور چاہے تو اس کی نگرانی رکھے کہ جہاں وہ جائے یہ بھی جائے ریا اپنا آدمی اس کے ساتھ لگا دے، مگر یہ اختیار نہ دے گا کہ قرض دار کو کسی جگہ محبوس کر دے یا اس کو کوئی کاروبار کرنے یا کسی تصرف سے منع کرے یہاں تک کہ اس کے پاس اتنا مال ہو جائے کہ ادا کردے اگر قید شدہ مالدار رغنی ہو تو قاضی اس کو رہا نہ کریگا یہاں تک کہ قرضہ یا نفقہ ادا کرے یا طالب قرضہ خود رضامند ہو جائے اور درخواست کردے کہ رہا کر دیا جائے تو قاضی رہا کر دے گا (قاضی خاں)

اور اگر حاکم نے شوہر پر نفقہ مقرر کر دیا لیکن شوہر نے اس کے با وجود دینے سے انکار کر دیا حالاں کہ شوہر آسودہ حال ہے اور عورت نے اس کے قید کرنے کی درخواست بھی کر دی ہے تو قاضی اس کو قید کر سکتا ہے لیکن پہلی بار کی درخواست پر قید نہ کرے گا، بلکہ دو تین بار مہلت دے گا اور ہر بار جب قاضی (حاکم وقت) کے سامنے پیش ہو گا تو اس کو ملامت کرے گا اور قید کی دھمکی دے گا اگر اس کے باوجود نفقہ نہ دے گا تو مثل اور قرضوں کے نفقہ کے معاملہ میں بھی قید کر دے گا (بدائع)

جب شوہر نفقہ میں قید کیا جائے گا تو اس قید کرنے سے نفقہ ساقط اور سوخت نہ ہو گا بلکہ قاضی عورت کو حکم دے گا کہ شوہر کے ذمہ پر قرضہ لے کر خرچ کرے حتی کہ شوہر کا مال برآمد ہونے پر یہ قرض لی ہوئی رقم اسی مال سے ادا کی جائے گی۔

اگر شوہر قاضی سے کہے کہ قید خانہ میں ایک جگہ خلوت کی ہے اس عورت کو بھی میرے ساتھ قید کر دیجئے، تو قاضی اس عورت کو قید نہ کرے گا صرف شوہر کو قید کرے گا اور عورت کو شوہر کے گھر میں رہنے کا حکم کرے گا (محیط)

نفقہ کے لئے شوہر کی جائداد فروخت کرنیکا حکم

اور جب شوہر نفقہ کیواسطے قید کیا جائیگا تو اس کا جو مال نفقہ کی جنس سے ہو گا یعنی ان مالوں میں سے ہو گا جو عورت کو نفقہ میں دیا جاتا ہے جیسے غلّہ اور کپڑا تو قاضی اس مال میں ضرورت کے مطابق شوہر کی اجازت و رضامندی بغیر عورت کو دیدیگا یہ بالاتفاق ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ) ہے اور جو مال نفقہ کے جنس سے نہ ہو گا، جیسے باغ کھیت اور دیگر جائداد غیر منقولہ اس کو قاضی شوہر کی جانب سے فروخت کرائے گا، بلکہ شوہر کو حکم دے گا کہ خود فروخت کر کے عورت کا نفقہ ادا کر دے، یہی حکم باقی اور قرضوں میں بھی ہے یہ قول امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا ہے، اور صاحبینؒ کا قول یہ ہے، کہ قاضی شوہر کی جانب سے خود فروخت کرے گا اور یہ بیع شوہر پر لاگو اور نافذ ہو گی (بدائع) صاحبین کے قول کے مطابق جس وقت قاضی کو قید شدہ شوہر کے مال کو فروخت کرنے کا اختیار ہو گا تو قاضی پہلے شوہر کے اشیاء منقولہ (عروض) جیسے گائے بھینس وغیرہ کی فروخت شروع کرے گا یعنی اشیاء منقولہ میں بھی پہلے ایسی چیزیں فروخت کرے گا جو ضروریات زندگی سے فاضل ہوں یا اہم نہ ہوں اور جب ان چیزوں (عروض) کی نفقہ و قرض کی ادائیگی کے لئے کافی نہ ہو تو اب عقار (اشیاء غیر منقولہ جیسے کھیت مکان زمین وغیرہ) کی فروخت اور بیع شروع کرے گا (ذخیرہ)

اور اگر کسی کے پاس ایک ہی عمامہ ہو تو نفقہ کے واسطے بیچنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا اس لئے قرض دار جس طرح اور قرضوں میں اپنے بدن کے کپڑے بیچنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اسی طرح نفقہ کے واسطے بھی بیچنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا (قاضی خاں) اگر قاضی کے نفقہ مقرر کرنے کے وقت سے جس قدر مدت گذر گئی ہے اس کی مقدار میں دونوں میاں بیوی اختلاف کر دیں تو عورت سے گواہ اور بینہ طلب کیا جائے گا جب عورت گواہ و بینہ (دلیل شرعی) پیش کرنے سے عاجز ہو گی تو شوہر کا قول کر لیا جائے گا (تجنیس کرخی)

ختم ہو گیا اب عورت کو اس کے مطالبہ کا حق نہ رہے گا اسی طرح اگر شوہر نے اس صورت میں طلاق رجعی دیدی تو پھر عورت کے شوہر پر جو کچھ نفقات جمع ہو گئے ہیں تو قاضی کے مقرر کر دینے کے بعد گذشتہ نفقہ سب ساقط ہو جاتے گا اور عورت کو مطالبہ کا حق نہ رہے گا اور یہ حکم اس وقت ہے جب قاضی نے عورت کیواسطے نفقہ مقرر کر دیا ہو اور اس کے ساتھ عورت کو قرضہ لینے کی اجازت نہ دی ہو، اور اگر قاضی نے عورت کو شوہر کے نام پر قرضہ لینے کی اجازت دیدی ہو اور اس نے قرض لیا ہو پھر دونوں میں سے ایک مرگیا تو یہ مقرر کردہ نفقہ باطل نہ ہوگا (حاکم شہید فی مختصرہ) اور یہی حکم صحیح ہے، اسی طرح مسئلہ طلاق میں ایسا ہی جواب ہونا چاہیئے (محیط)

اور اگر شوہر نے عورت کو پیشگی نفقہ دیدیا، پھر اس کے خرچ ہونے سے پہلے دونوں میں کوئی ایک مرگیا یا شوہر نے طلاق دیدی تو امام اعظم ابو حنیفہ رح اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک واپس نہ ہوگا اگرچہ وہ نفقہ بعینہٖ قائم موجود ہو اور اسی پر فتویٰ ہے، (نہر الفائق) اور یہی حکم لباس میں بھی ہے (سراج الوہاج)

نکاح کی شرط پر نفقہ دینے کا حکم

اور اگر عورت کو تین طلاقیں دیدیں، پھر اس نے دوسرے مرد سے نکاح کر لیا اور پھر اس دوسرے مرد نے بھی طلاق دیدی اور یہ عورت ابھی عدت ہی میں ہے کہ شوہر اول نے اس کو نفقہ دیا تاکہ عدت ختم ہونے کے بعد وہ عورت اس شوہر اول کے ساتھ نکاح کرے، لیکن عورت نے عدت کے بعد اس سے نکاح نہیں کیا تو شیخ ابوبکر محمد بن فضل رح نے فرمایا کہ اگر نقد روپے دیئے تھے تو واپس لے سکتا ہے، ہاں اگر تصریح کر دی تھی کہ محض بطور صلہ دے رہے ہیں، تو واپس نہیں لے سکتا اور ابوبکر محمد بن الفضل کے علاوہ اور مشائخ رح نے فرمایا کہ اگر نکاح کرنے کی شرط ذکر کر دی تھی، تو چاہے نکاح کرے یا نہ کرے، بہرحال واپس لینے کا اختیار رہے گا اور اگر یہ شرط ذکر نہیں کی تھی، لیکن دلالت حال اور قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے اس سے اسی غرض سے دیا تھا تو شیخ امام ظہیر بن رح نے فرمایا ہے کہ اب بھی واپس لے لے اس لئے کہ یہ رشوت ہے اور بعض دوسرے مشائخ رح نے فرمایا کہ جب اس شرط کی تصریح نہیں کی تھی تو واپس نہیں لے سکتا (قاضی خاں)

شوہر کو نفقہ میں قید کرنے کا حکم

اگر قاضی کو مدعیہ عورت کے شوہر کی تنگی حال کا علم ہو تو قاضی اس کو قید نہیں کرے گا (محیط) اور اگر قاضی کو شوہر کی تنگی کا حال معلوم نہ ہو اور عورت نفقہ میں شوہر کو قید کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی پہلی مرتبہ اس کو قید نہ کرے گا بلکہ نفقہ دینے کا محض حکم کرے گا اور شوہر کو آگاہ کر دے گا کہ اگر تم نے پھر نفقہ نہیں دیا تو قید کر دوں گا اب اگر اس کے بعد بھی نفقہ نہ دے اور عورت نالش کرے دوسری بار پھر شوہر کو قید نہ کرے گا بلکہ ادائیگی کا حکم کرے گا اور نہ دینے پر قید کی دھمکی دے گا اور عورت کی تیسری بار کی فریاد و نالش پر شوہر کو قید کرے گا،

نفقہ کے علاوہ دیگر قرضوں میں قید کا حکم

اسی طرح نفقہ کے علاوہ اور قرضوں کا یہی حکم ہے کہ محض پہلی ہی بار کے مطالبہ پر قرض دار کو قید نہ کیا جائے گا بلکہ تیسری بار کی نالش پر قید کیا جا سکتا ہے، جب قاضی دو مہینہ یا تین مہینہ اور بعض روایتوں میں چار مہینہ قید کر لے گا اور صحیح قول یہ ہے کہ اس کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے بلکہ قاضی کی رائے پر ہے کہ جتنی مدت قید کی مناسب ہو مقرر کرے، غرض اتنی مدت گذر جائے اور قرضہ ادا نہ ہو تو قاضی (حاکم وقت) تحقیق حال کرے اور قرض دار کا حال دریافت کرائے اگر حاکم وقت کی تحقیق میں آ گیا کہ اگر کچھ مال ہوتا تو ضرور تنگ ہو کر ادا کر دیا ہوتا تو حاکم وقت اس کو رہا کر دے گا مگر طالب قرضہ (قرض خواہ) کو یا بند نہ کرے

کی ضمانت صحیح و معتبر ہوگی (ذخیرہ)، اگر کوئی شخص کسی عورت کیواسطے ہر مہینہ کے نفقہ کا کفیل ہوا تو فقط ایک مہینہ کے نفقہ کا کفیل شمار ہوگا، یعنی فقط ایک ہی مہینہ کا نفقہ دینا اس پر لاگو ہوگا، ہاں اگر کفیل اس طرح کہے کہ میں نے تیرے شوہر کی طرف سے تیرے واسطے سال بھر کے نفقہ کی کفالت کرلی ہے تو یہ صحیح ہوگا اور سال بھر کے واسطے کفیل شمار ہوگا اور سال بھر کا نفقہ اس پر لاگو ہو جائے گا،

اور اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میں نے تیرے واسطے ہمیشہ کیلئے یا جب تک میں زندہ ہوں تیرے نفقہ کی کفالت کی، تو وہ اس وقت تک کے لئے کفیل ہوگا جب تک کہ عورت اس شخص کے نکاح میں رہے، جس کی طرف سے کفالت کی ہے، اگر کفیل نے ایک مہینہ یا ایک سال کے نفقہ کی کفالت کی، پھر عورت کو اس کے شوہر نے طلاق بائن یا رجعی دیدی تو عدت کے نفقہ میں کفیل ذمہ دار اور ماخوذ رہے گا،

اگر کسی شخص کو اس کی بیوی نفقہ کی نالش میں طلب کر کے قاضی کے پاس لے گئی اور شوہر کے باپ نے کہا کہ میں تجھ کو نفقہ دوں گا اور سو روپئے (۱۰۰) نفقہ میں دے بھی دیئے، پھر شوہر نے بیوی کو طلاق دیدی، تو شوہر کے باپ کو یہ اختیار نہ ہوگا کہ جو روپیہ عورت کو نفقہ میں دے چکا ہے اس کو واپس لے لے (قاضی خاں)

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر کو نفقہ سے بری کر دیا یعنی یہ کہدیا کہ جب تک میں تمہاری بیوی ہوں، ہمیشہ کیواسطے تم میرے نفقہ سے بری ہو تو دیکھا جائے گا اگر قاضی نے اس عورت کیواسطے کچھ نفقہ متعین و مقرر نہیں کیا ہے تو یہ برارت باطل و بے کار ہے، اور اگر قاضی نے اس عورت کیواسطے کچھ ماہانہ نفقہ متعین و مقرر کیا ہے مثلاً دس روپے مہینہ تو فقط پہلے مہینہ کے نفقہ سے برارت صحیح ہوگی اس مہینہ کے بعد کے مہینوں کی نفقہ کی برارت صحیح نہ ہوگی بلکہ عورت وصول کر سکے گی،

اور اگر قاضی کے متعین و مقرر کرنے کے بعد ایک مہینہ یا دو مہینہ ٹھہر کر عورت نے کہا کہ میں نے تم کو اگلے اور پچھلے دونوں زمانہ کے نفقہ سے بری کیا، تو گذشتہ ایام کے نفقہ سے اور اگلے فقط ایک مہینہ کے نفقہ سے بری ہوگا اور بقیہ اگلے زمانہ سے بری نہ ہوگا (فتاویٰ کبریٰ و تجنیس و مزید) اور اگر عورت نے کہا کہ میں نے تم کو ایک سال کے نفقہ سے بری کیا تو بھی فقط ایک ماہ کے نفقہ سے بری ہوگا لیکن اگر اس کے لئے ماہانہ نفقہ کے بجائے سالانہ نفقہ مقرر کیا ہو تو پورے ایک سال کے نفقہ سے بری ہو جائے گا (فتح القدیر)

اور اگر عورت نے اپنے پورے نفقہ میں سے مثلاً صرف تین روپے ماہانہ نفقہ پر صلح کر لی تو یہ جائز ہے اور نفقہ سے صلح کے عام مسائل میں اصل اور ضابطہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی کے درمیان میں نفقہ کے معاملہ میں صلح ایسی چیز پر ہوئی جس پر قاضی کا نفقہ مقرر و متعین کرنا خواہ کسی حال میں بھی ہو، جائز ہو سکتا ہے تو یہ صلح ان دونوں میں یوں سمجھی جائے گی کہ گویا یہ بعینہ نفقہ کا آپس میں مقرر و متعین کرنا ہے کسی معین شدہ کا بذریعہ صلح یہ بدلہ و معاوضہ نہیں قرار دیا جائے گا خواہ یہ صلح ایسے وقت میں ہوئی ہو کہ ابھی قاضی نے اس کے واسطے کوئی نفقہ متعین و مقرر نہ کیا ہو، یا خود دونوں کسی معین ماہانہ مقدار پر راضی نہ ہوئے ہوں اور خواہ صلح ایسے وقت میں ہوئی ہو کہ قاضی اس عورت کے واسطے کچھ نفقہ مقرر و معین کر چکا ہو یا خود دونوں کسی معینہ ماہانہ مقدار پر راضی ہو چکے ہوں،

اور اگر صلح ایسی چیز پر ہوئی کہ قاضی کو کسی حال میں بھی وہ چیز نفقہ میں مقرر و معین کرنا درست نہ ہو، جیسے ایک متعین غلام پر یا ایک متعین کپڑے پر صلح واقع ہوگئی، تو دیکھا جائے گا اگر قاضی کی جانب سے اس عورت کیواسطے ماہانہ نفقہ متعین و مقرر کرنے اور ان دونوں میاں بیوی کے آپس میں کسی ماہانہ نفقہ کی مقدار پر راضی ہونے سے پہلے ہی یہ صلح واقع ہوگئی ہے جب تو

نفقہ میں اختلاف کی صورت

اگر عورت کیواسطے نفقہ مقرر کیا گیا اور شوہر نے کچھ دیا بھی لیکن عورت کا مہر شوہر پر باقی تھا اس لئے دونوں میں اختلاف ہو گیا، شوہر نے کہا کہ یہ میں نے مہر میں دیا ہے اور عورت نے کہا کہ یہ تم نے نفقہ میں دیا ہے تو شوہر کا قول معتبر ہو گا (اور فیصلہ شوہر کے موافق ہو گا) لیکن شیخ الاسلام خواہرزادہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم اس وقت ہو گا جب دی ہوئی چیز ایسی ہو جو عادۃً مہر میں دی جاتی ہو (جیسے نقد روپیہ وغیرہ یا بعینہٖ وہ چیز جو مہر میں مقرر ہوئی ہو) اور جب ایسی چیز دی ہو جو عادۃً اور عرف میں مہر کے اندر نہ دی جاتی ہو، جیسے ایک پیالہ کھیر یا پنیر و روٹی یا ایک طبق فواکہات (میوہ وغیرہ) تو اس صورت میں شوہر کا قول معتبر نہ ہو گا (محیط)

یہ اختلاف تو نفس نفقہ کے اندر شمار ہونے اور نہ ہونے میں تھا اگر نفقہ کے اندر شمار ہونے میں اتفاق ہو دونوں کو تسلیم ہو، کہ نفقہ ہی میں ہے، لیکن جو چیز دینی طے ہوئی تھی، خواہ آپس کی صلح سے یا قاضی کے مقرر کرنے سے اس کی مقدار اور نوع میں اختلاف ہو گیا ہو تو اس صورت میں عورت کے ذمہ اس پر گواہ وثبوت پیش کرنا ضروری ہو گا اور اگر عورت گواہ وثبوت پیش نہ کر سکے تو شوہر سے قسم لے کر اس کا قول معتبر ہو گا (مثلاً شوہر نے چھ من غلہ دیا اور کہا کہ یہ طے شدہ نفقہ ہے اس کو لے لو اور اس پر عورت کہے غلہ ہونا تو ٹھیک ہے لیکن طے شدہ چھ من نہیں تھا بلکہ سات من تھا یا مثلاً عورت کہے کہ چھ من مقدار تو صحیح لیکن تم نے سڑا اور چنا دیا ہے حالاں کہ چھ من گیہوں دینا طے ہوا تھا ہم چنا سڑا نہیں لیں گے تو اگر عورت گواہ وشہادت سے سات من گیہوں ہونا ثابت کر دے گی تو اسی کا قول معتبر ہو گا ورنہ شوہر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہو جائے گا)

اور اگر شوہر نے عورت کو کوئی کپڑا بھیجا تھا، پھر دونوں میں اختلاف ہو گیا عورت نے یہ کہا کہ وہ کپڑا ہدیۃً دیا تھا نفقہ نہیں دیا تھا اور شوہر نے کہا کہ وہ کپڑا ان کپڑوں میں سے تھا جو بطور کسوت نفقہ کے دینا مجھ پر واجب تھا تو عورت نے اگر گواہوں سے اپنا قول ثابت کر دیا تو عورت کے قول کا اعتبار ہو گا، ورنہ شوہر سے قسم لیکر شوہر کے قول کا اعتبار کر لیں گے،

اور اگر عورت وشوہر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے، تو شوہر کے گواہ کا اعتبار کر کے شوہر کا قول معتبر ہو گا، اسی طرح شوہر کا قول معتبر ہو گا اگر دونوں میں سے ہر ایک نے دوسرے کے اقرار کر لینے پر گواہ پیش کر دیئے اسی طرح اگر شوہر نے نقد روپئے بھیجے، پھر اختلاف کے وقت شوہر نے کہا کہ یہ نفقہ تھا اور عورت نے کہا کہ ہدیہ تھا تو گواہ پیش کرنا عورت پر ضروری ہو گا، ورنہ قسم کے ساتھ شوہر کا قول معتبر ہو گا (مبسوط)

اور اگر شوہر نے دعوی کیا کہ میں نے اس کو نفقہ دیا ہے اور عورت منکر ہو تو قسم کے ساتھ عورت کا قول معتبر ہو گا (محیط) اور اگر کوئی عورت دعوی کرے کہ میرا شوہر مجھ سے غائب ہونا چاہتا ہے، لہٰذا مجھے نفقہ کا کفیل دلا دیا جاوے تو امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمایا، کہ عورت کو اس کا اختیار نہیں ہے لہٰذا اس کا دعوی معتبر نہ ہو گا اور امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک ایک مہینہ کے نفقہ کے لئے استحساناً کفیل دلایا جائے گا اور فتوی اسی پر ہے،

اور اگر یہ معلوم ہو جائے کہ وہ سفر میں ایک ماہ سے زائد رہے گا تو ایک ماہ سے زیادہ کیواسطے بھی امام ابو یوسف رحؒ کے نزدیک کفیل لیا جائے گا (خلاصہ)

اور اگر کسی شخص نے دوسرے شخص کی عورت کے لئے اس دوسرے شخص کی طرف سے نفقہ ومہر کی ضمانت کر لی تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک یہ ضمانت باطل ہو گی لیکن اگر نفقہ کی ماہانہ کوئی معین ومعلوم مقدار بیان کر دے تو ضمانت معتبر ہو جائے گی اس کے معنی یہ بھی ہوئے کہ اگر میاں بیوی دونوں نفقہ کی کسی ماہانہ معین ومعلوم مقدار پر آپس میں رضا مند ہو جاویں تو بھی ضامن

آپس کی باہمی صلح ورضامندی سے طے ہونے سے قبل واقع ہوئی ہے تو جائز ہے اور اگر یہ صلح قاضی کے مقرر ومعین کرنے کے بعد یا آپس میں باہمی رضامندی وصلح کے بعد واقع ہوئی تو جائز نہیں ہے (محیط)

اگر کسی شخص کے دو منکوحہ عورتیں ہوں اور ان میں سے ایک آزاد (حرہ) ہو اور دوسری باندی (امۃ) ہو مگر باندی کیواسطے اس کے مولی (آقا) نے ایک جگہ علیحدہ رہنے اور شب گذاری کے لئے دیدی ہے، پھر شوہر مذکور نے دونوں سے ان کے نفقہ میں صلح کر لی، تو اگرچہ آزاد عورت سے زیادہ مقدار باندی کیواسطے اس صلح میں قبول کر لیا ہو جب بھی یہ جائز ہے اور اگر اس باندی کو اس کے مولی نے اتنی جگہ علیحدہ رہنے اور شب گذاری کے لئے نہ دی ہو تو یہ صلح جائز نہ ہوگی اور شوہر مذکور کو اختیار ہوگا کہ صلح میں دیئے ہوئے نفقہ ومال کو واپس لے لے اسی طرح اگر شوہر نے نکاح فاسد میں اپنی بیوی سے نفقہ کے معاملہ میں صلح کر لی ہے تو یہ بھی جائز نہیں ہے (ذخیرہ)

اور اگر عورت نے شوہر سے کھانے کپڑے کے خرچ سے زیادہ مقدار پر صلح کر لی ہے تو یہ زیادتی اگر صرف اس قدر ہے کہ لوگ عموماً اپنے اندازہ کرتے میں اتنا خسارہ اٹھا لیتے ہیں تو یہ صلح جائز ہوگی، اور اگر اتنا خسارہ اتنا زیادہ ہے کہ لوگ عام طور سے اندازہ کرتے میں اتنا خسارہ نہیں اٹھاتے تو یہ زیادتی باطل وغلط ہوگی اور شوہر پر محض نفقہ مثل واجب ہوگا (خلاصہ)

غلام پر نفقہ زوجہ واجب ہونے کا حکم

اور اگر غلام نے اپنے آقا کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا ہے تو اس عورت کا نفقہ اس غلام پر واجب ہوگا، حتٰی کہ ادا نہ ہونے کی صورت میں وہ غلام بار بار فروخت کیا جا سکتا ہے (قاضی خاں) مگر آقا کو یہ اختیار ہوگا کہ اس کے فدیہ میں خود مال دیدے اور اس کو فروخت ہونے سے بچالے البتہ اگر غلام مذکور فوت ہو جائے، تو نفقہ ساقط ہو جائے گا اسی طرح اگر غلام قتل کر دیا جائے تو بھی صحیح قول میں نفقہ ساقط ہو جائے گا (جوہرہ) اور اگر کسی مدبرہ[۱] نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا ہو تو اس عورت کا نفقہ اس مدبر کی کمائی سے متعلق ہوگا اور یہی حکم مکاتب[۲] کا بھی ہے جب تک بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز نہ ہو جائے گا، اس کی بیوی کا نفقہ اسی کے مال میں سے ہوگا اور جب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز ہو جائے گا تو اس نفقہ کے واسطے مثل غلام (قن[۳]) کے فروخت بھی کیا جا سکتا ہے،

اگر یہ مدبرہ ومکاتب اپنے آقا کی اجازت کے بغیر اپنا نکاح کر لیں تو ان پر مہر ونفقہ کچھ واجب ہوگا (کافی) ہاں اگر اس نکاح کے بعد کوئی ان میں سے آزاد ہو جائے، تو آزاد ہونے کے وقت سے اس کا نکاح جائز قرار دیا جائے گا اور اس پر مقررشدہ مہر اور آئندہ کا نفقہ واجب ہو جائے گا، جس غلام کا کچھ حصہ مثلاً آدھا یا چوتھائی وغیرہ آزاد ہو گیا اور کچھ حصہ غلام ابھی باقی ہے تو وہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بمنزلہ مکاتب کے ہے (محیط) اگر کسی شخص نے اپنے غلام کا اپنی

---

[۱] مدبر ومدبرہ اس غلام و باندی کو کہتے ہیں جس کو اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تم میرے مرنے کے بعد آزاد ہو،

[۲] مکاتب ومکاتبہ اس غلام و باندی کو کہتے ہیں کہ جس سے اس کے آقا نے کہہ دیا ہو کہ تم اتنی مدت (مثلاً ایک سال دو سال) میں اتنا روپیہ (مثلاً ایک ہزار) اپنی قیمت کے عوض میں دیدو تو تم آزاد ہو، [۳] قن اس غلام کو کہتے ہیں جو مدبر، ومکاتب یا ام ولد نہ ہو بلکہ ہر طرح سے مکمل غلام یا باندی ہو ۱۲ ان تینوں کی تفصیل تفصیل باب المکاتب والمدبر میں آئے گی، (واللہ اعلم)

اس صلح کو اصل نفقہ ہی کا آپس میں متعین و مقرر کرنا قرار دیا جائے گا اور اگر یہ صلح قاضی کی جانب سے عورت کیواسطے نفقہ مقرر و متعین کر دینے کے بعد ہوئی ہے، یا دونوں (میاں بیوی) کے باہمی نفقہ کی کسی مقدار پر راضی ہونے کے بعد واقع ہوئی ہے تو یہ صلح دونوں میں اصل نفقہ کا معاوضہ و بدلہ قرار دی جائے گی اور اس کو نفقہ کی تعیین و تقدیر فرض کرنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس پر زیادتی و کمی سب جائز رہے گی،

اسی قاعدہ بالا پر اس قسم کے تمام مسائل متفرع اور برآمد ہو سکتے ہیں، پس اگر عورت نے مثلاً تین روپیہ ماہوار پر صلح کر لینے کے بعد پھر یہ کہا کہ مجھے اسقدر کافی نہیں ہوتے، تو عورت کو اختیار ہوگا، کہ شوہر سے مطالبہ و مخاصمہ کر کے ماہانہ مقدار میں اپنی کیفیت کے لائق اضافہ کرالے مگر اس اضافہ میں شرط یہ ہے کہ شوہر آسودہ حال ہو،

اور اگر عورت نے شوہر سے تین روپیہ ماہانہ پر مثلاً صلح کر لی ہے. پھر شوہر نے یہ کہا ہے کہ مجھے اس قدر دینے کی طاقت نہیں ہے تو شوہر کے قول کی تصدیق نہیں کیجائیگی بلکہ اس کو یہ سب پورا کا پورا نفقہ دینا ہوگا اور امام محمد رحمۃ اللہ نے کتاب میں یعنی اپنی مبسوط میں فرمایا ہے کہ اس صورت میں سابق معین شدہ پر پورا نفقہ نہ دینا ہوگا جب قاضی شوہر کو پورا دینے سے بری کر دے اور چھوٹ دیدے، اور اس کی تشریح یہ ہے کہ شوہر کے صلح کر لینے کے بعد پھر اس کہنے سے کہ مجھے اس قدر دینے کی طاقت نہیں ہے شوہر کی تصدیق نہ کی جائے گی بلکہ اس کو حسب اقرار پورا کا پورا ہی نفقہ دینا ہوگا، لیکن اگر اس شوہر کا حال لوگوں سے تحقیق کرنے کے بعد قاضی کو بہ یقین معلوم ہو جائے، کہ واقعی یہ مقدار دینے کی طاقت شوہر کو نہیں ہے تو قاضی ایسا کر سکتا ہے اور شوہر پر فقط وہی مقدار لازم کر سکتا ہے جتنی مقدار شوہر کو برداشت کرنے کی طاقت ہو،

اور اگر مہینہ میں سے کچھ دن بھی نہیں گذرے تھے کہ عورت نے اس مقرر شدہ نفقہ کے عوض میں کسی ایسی چیز پر آپس میں صلح کر لی جس کو قاضی عورت کے نفقہ میں خواہ کسی وقت بھی ہو مقرر کر سکتا ہے، مثلاً اس تین روپے کے عوض تین بورئیے مہر بند گیہوں پر جو معین ہوں، یا معین صلح یا عین صلح کرلی تو یہ صلح اصل نفقہ کا مقرر کرنا شمار کیا جائے گا بدل نفقہ نہ قرار دیا جائیگا اور اگر ایسی چیز پر آپس میں صلح کر لی جس کو قاضی کسی حال میں بھی عورت کے نفقہ میں مقرر نہیں کر سکتا یعنی قاضی کو اس چیز کا نفقہ زوجین میں مقرر کرنا ہی جائز نہ ہو تو یہ صلح اصل نفقہ کے معاوضہ اور بدل پر قرار دی جائے گی اور جو تفصیلی جواب ہم نے نفقہ سے صلح کر لینے میں ذکر کیا ہے وہی تفصیلی جواب اور تفصیلی حکم کسوۃ اور کپڑے سے صلح کر لینے میں بھی ہے،

اور اگر کوئی شخص اپنی عورت سے اس کے کسوۃ اور لباس واجبہ کے بدلہ میں یہودی کی قمیص یا زطی چادر یا شامی اوڑھنی (دوپٹہ) پر مثلاً صلح کرے تو یہ صلح جائز ہے (ذخیرہ) اور اگر اپنی عورت کے ایک سال کے نفقہ کے عوض میں فقط ایک کپڑے پر صلح کر لی اور وہ کپڑا اس کو دیدیا تو یہ بھی جائز ہے پھر اگر اس کے بعد وہ کپڑا کسی نے اس پر اپنا استحقاق ثابت کر کے لے لیا تو دیکھا جائے گا اگر قاضی کے اس عورت کے لئے کوئی نفقہ میں مقرر کر دینے کے بعد یا آپس میں ہی ہر مہینہ کے نفقہ کے بدلہ میں کسی شئے پر مصالحت ہو جانے کے بعد اس کے عوض میں اس کپڑے پر یہ صلح واقع ہوئی ہے تو عورت اپنے شوہر سے اس حساب سے نفقہ وصول کرے گی جو قاضی نے اس عورت کیواسطے مقرر کر دیا تھا یا خود ان ہی دونوں نے آپس میں رضامندی سے اس کو مقرر کر لیا تھا اور اگر ابتدا ہی میں صلح و قرار داد اسی کپڑے پر واقع ہوئی ہو تو عورت شوہر سے اس کپڑے کی قیمت وصول کرے گی، اور یہ مسئلہ اس مسئلہ کی نظیر ہے کہ جب نفقہ میں ایک اوسط درجہ کے خادم یا خادمہ پر صلح واقع ہوئی ہو خواہ اس کے لئے کوئی مدت و میعاد مقرر کی گئی یا نہ کی گئی ہو سب کا یہی حکم ہے، پس اگر یہ صلح قاضی کے مقرر و معین کرنے کے قبل یا

سے نکاح کیا تو ایسی صورت میں بھی اولاد کا وہی حکم ہوگا جو غلام و مدبر و مکاتب ہونے کی صورت میں بیان ہو چکا ہے (ذخیرہ) اگر باندی یا ام ولد یا مدبرہ کا آقا فقیر ہو کہ ان کی اولاد کا نفقہ نہ دے سکتا ہو، لیکن ان اولاد کا باپ غنی ہے تو اس باپ پر نفقہ واجب ہونے میں یہ تفصیل ہے، کہ اگر باندی سے اولاد ہو تو باپ کو نفقہ دینے کا حکم نہ دیا جائے گا، اور اگر مدبرہ یا ام ولد سے اولاد ہو تو باپ کو ان کا نفقہ دینے کا حکم دیا جائے گا (محیط) پھر باپ جو کچھ ان کے نفقہ میں خرچ کرے گا اور اس کو عورت کے آقا و مولیٰ سے واپس لے گا (فتاوی قاضی خاں)

اگر ایک شخص نے اپنی باندی اور غلام کو مکاتب بنایا، پھر اس مکاتبہ باندی کا نکاح اسی مکاتب غلام سے کر دیا اور اس کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس بچہ کا نفقہ اس کی ماں پر لازم ہوگا باپ پر عائد نہ ہوگا بخلاف اس کے اگر مکاتب نے اپنی باندی سے جماع کیا اور اس سے بچہ پیدا ہوا تو اس کا نفقہ مکاتب (باپ) پر ہوگا اور اگر مکاتب نے کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کیا، یا ابھی اولاد نہ ہوئی تھی کہ مکاتب نے اسی باندی کو خرید لیا اور پھر اس مکاتب سے اس کو بچہ پیدا ہوا تو ان دونوں صورتوں میں اولاد کا نفقہ مکاتب کے ذمہ لازم ہوگا (محیط)

بیوی کو لباس و کپڑا دینے کا بیان

شوہر پر بیوی کا کپڑا و لباس عرف حیثیت کے مطابق اسی قدر دینا واجب ہوتا ہے، جو بیوی کے لئے جاڑے اور گرمی دونوں موسم میں کفایت کرے، (تاتارخانیہ۔ ینابیع) اور ایک سال میں صرف دو مرتبہ کپڑا دینا مقرر کیا جائے گا یعنی ہر ششماہی پر مقررہ شدہ کے مطابق ایک مرتبہ دیدے (مبسوط) جب عورت کے واسطے چھ مہینہ کی مدت کے لئے مقرر کر کے دید یا گیا تو اب عورت کو اس کے علاوہ دوبارہ چھ ماہ کے اندر مطالبہ کا حق نہ ہوگا اور اگر مدت مقررہ (چھ ماہ) گذرنے سے قبل یہ کپڑے پھٹ گئے اور حالت ایسی ہو کہ اگر معتاد طریقہ سے استعمال کرتی اور بے احتیاطی نہ برتتی تو یہ کپڑے نہ پھٹتے تو شوہر پر دوبارہ واجب ہوں گے ورنہ پھر واجب نہ ہوں گے، اور اگر چھ ماہ کی مدت کے بعد بھی یہ کپڑے باقی رہے، تو اگر اس وجہ سے باقی رہے کہ عورت نے یہ کپڑے بالکل استعمال ہی نہیں کئے تھے یا کبھی استعمال کئے اور کبھی نہ کئے یا دوسروں کے کپڑے پہن کر اس کو بچا لیا، تو ان صورتوں میں مزید دوسرے کپڑے پھر مقرر کئے جائیں گے ورنہ اگر ہمیشہ ان ہی کپڑوں کو استعمال کیا اور پھر بچ گئے تو بھی دوبارہ مقرر نہ کئے جائیں گے (جوہرہ نیرہ)

اگر نفقہ یا کپڑا ضائع ہو گیا، یا چوری ہو گیا تو جب تک مدت مقرر ختم نہ ہو جائے دوبارہ مقرر نہ کیا جائے گا ہاں اگر اس عورت سے علاوہ نکاح کے کوئی اور ایسی قرابت بھی ہو (جیسے چچازاد بہن پھوپھی زاد بہن وغیرہ) جس کی وجہ سے شرعاً اس شخص پر نفقہ و لباس واجب ہوتا ہو تو ایسی صورت مستثنیٰ ہے (غایۃ السروجی) نیز شوہر پر واجب ہے کہ اپنی استطاعت و حیثیت کے موافق عورت کو بیٹھنے کے لئے بستر فرش بھی دے چنانچہ شوہر اگر مالدار ہے تو اس پر حسب حیثیت جاڑوں میں طنفسہ[1] یا کوئی عمدہ اور شوہر کے حسب حیثیت بیش قیمت گرم کپڑا اور فرش اور گرمیوں میں مثلاً نطع[2] یا کوئی عمدہ اور شوہر کے حسب حیثیت بیش قیمت موسم گرمی کا کپڑا اور فرش دینا واجب ہے اور یہ دونوں فرش بغیر بوریئے وغیرہ کے نہیں دیئے جائیں

۱؎ عمدہ قیمتی بوریا قیمتی فرش طنفسہ کہلاتا ہے۔ ۱۲

۲؎ چمڑے کا فرش نیز کپڑے کا فرش۔ ۱۲

باندی سے نکاح کر دیا تو اس باندی کا نفقہ مولیٰ ہی پر رہے گا، خواہ اس کے واسطے رہنے اور شب باشی کے لئے علیحدہ مکان مقرر کیا ہو خواہ نہ کیا ہو (کافی) حتیٰ کہ اگر مولیٰ اس باندی کا نفقہ دینے سے انکار کرے تو بھی اس کے نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا (تاتارخانیہ) اور اگر کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اپنے غلام سے کر دے تو لڑکی کا نفقہ غلام پر واجب ہوگا (بدائع)

منکوحہ عورت اگر باندی ہو اور باندی کے آقا نے باندی کیواسطے کوئی مکان رہنے کے لئے علیحدہ مقرر کر دیا ہو، تو اس باندی کے واسطے شوہر پر نفقہ واجب ہوگا اور اگر علیحدہ مکان نہیں دیا ہے تو نفقہ واجب نہ ہوگا۔ یہی حکم مدبرہ اور ام ولد[1] کا بھی ہے اور رہنے کے لئے مکان و جگہ دینے کے یہ معنیٰ ہیں کہ مولیٰ و آقا نے اس باندی سے خدمت لینا چھوڑ دیا اور اس کو اس کے شوہر کے ساتھ کر دیا ہو نہ یہ کہ واقعی کوئی مکان ہی دیا ہو۔

اگر آقا نے باندی کے واسطے رہنے کے لئے مکان دید یا ہو پھر آقا کی رائے اور مصلحت میں آیا کہ اس باندی سے خدمت لیا کرے، تو آقا کو اس کا اختیار رہے گا (قاضی خاں) اور جب تک آقا خدمت لے گا اس وقت تک کا نفقہ شوہر پر واجب نہ ہوگا۔ اور اگر آقا نے اس کے شوہر کے گھر رہنے دیا مگر وہ باندی خود آقا کے مطالبہ کے بغیر کسی وقت آکر آقا کی خدمت کرتی ہے، تو مشائخ رحمہم اللہ نے فرمایا ہے، کہ اس کا نفقہ اس کے شوہر کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا (بدائع)

اگر وہ باندی کسی وقت اپنے آقا کے یہاں آئی اور آقا موجود نہیں ہے لیکن آقا کے گھر والوں نے اس سے خدمت لی اور اس کو اس کے شوہر کے یہاں واپس جانے سے روکا تو اس کے لئے نفقہ نہ ہوگا (محیط) اور اگر مکاتبہ نے اپنے آقا کی اجازت سے نکاح کیا تو وہ حرہ اور آزاد عورت کے مثل ہے کہ اس کا نفقہ واجب ہونے کے لئے آقا پر شب گذاری اور رہنے کے واسطے مکان دینے کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ نفقہ دونوں حال میں واجب ہوگا (قاضی خاں) تاتارخانیہ میں تتمیہ (نام کتاب) سے نقل کیا ہے کہ میرے والد رحمۃ اللہ سے دریافت کیا گیا، کہ ایک شخص نے اپنی باندی کا نکاح کر دیا، لیکن وہ تمام دن اپنے آقا کی خدمت کے کام میں رہتی ہے اور رات کو اپنے شوہر کی خدمت میں رہتی ہے، تو نفقہ کس پر ہوگا، تو فرمایا، کہ دن کا نفقہ آقا پر اور رات کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہوگا

اگر غلام یا مکاتب یا مدبر نے اپنے آقا کی اجازت سے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس عورت سے اولاد ہوئی تو شوہر اس اولاد کا نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ خواہ وہ عورت یعنی اولاد کی ماں آزاد ہو یا باندی یا مدبرہ یا ام ولد ہو، یا مکاتبہ، بلکہ اس کے نفقہ میں یہ تفصیل ہوگی کہ اگر عورت مکاتبہ ہو تو اولاد کا نفقہ اسی مکاتبہ پر لازم ہوا اور اگر عورت مدبرہ یا ام ولد ہو تو ان کی اولاد مثل ان عورتوں کے ہوگی، یعنی مثل ان عورتوں کے ان کی اولاد کا نفقہ بھی ان کے آقاؤں پر واجب ہوگا اور اگر عورت کسی دوسرے شخص کی باندی ہوگی تو اولاد کا نفقہ اس کے آقا پر لازم ہوگا اور اگر عورت آزاد ہوگی تو اولاد کا نفقہ خود اسی عورت پر واجب ہوگا، بشرطیکہ اس عورت کے پاس مال ہو ورنہ ان لوگوں پر واجب ہوگا، جو اولاد کے وارث ہونیوالے ہوں گے ان میں بھی پہلے اس پر واجب ہوگا جو سب سے زیادہ قریبی وارث ہوتے ہوں گے، پھر درجہ بدرجہ سب وارثین پر واجب ہوگا، اسی طرح اگر آزاد مرد نے کسی باندی یا مکاتبہ یا مدبرہ یا ام ولد

---

[1] ام ولد وہ باندی ہے جس کو اس کے آقا کے نطفہ سے کوئی بچہ ہو۔

کا پتہ نہ چلے تو دیکھے اگر اس کے پڑوسی پرہیزگار و نیکوکار ہوں تو عورت کو وہیں رکھے اور پڑوسیوں سے نگرانی کے لئے کہے اور پھر ان پڑوسیوں سے دریافت کرے کہ اس مرد کی کیا حرکتیں اور کیا رویہ ہے اگر ان پڑوسیوں نے وہی باتیں کہیں جو عورت نے کہا ہے تو قاضی شوہر کو دھمکی دے تنبیہ کرے اور عورت کے حق میں ظلم و زیادتی سے منع کرے اور اگر پڑوسیوں نے بتلایا، کہ وہ ایذا نہیں دیتا ہے تو عورت کو وہیں چھوڑ دے گا اور اگر پڑوسیوں میں کوئی قابل اعتبار و ثقہ نہ ہو جس پر اعتبار کیا جا سکے، یا ایسے لوگ ہوں جو شوہر کی جانب داری کرتے ہوں تو قاضی اس شوہر کو حکم دے گا، کہ پرہیزگار لوگوں میں اس عورت کو لے کر بود و باش اختیار کرے اور پھر لوگوں سے اس کا حال دریافت کرے اور اس کی خبر عمل در آمد کرتا رہے (محیط) اور اگر کوئی عورت اپنی سوکن کے ساتھ رہنے سے انکار کرے یا شوہر کی حمایتی عورتوں کے ساتھ جیسے شوہر کی ماں وغیرہ کے ساتھ رہنے سے انکار کرے اور اس مکان میں چند کمرے ہوں اور شوہر نے اس عورت کیواسطے ایک کمرہ خالی کر دیا اور اس کا دروازہ تالہ کنجی علیحدہ کر دیا تو عورت کو اختیار نہیں کہ شوہر سے دوسرے کمرے کا مطالبہ کرے اور اگر شوہر ایسا نہ کرے یا اس مکان میں کمرے نہ ہوں تو عورت کو اس انکار کا اختیار حاصل رہے گا،

اور اگر عورت نے کہا کہ میں آپ کی باندی کے ساتھ نہ رہوں گی تو عورت کو یہ اختیار نہیں ہے اسی طرح اگر عورت یہ کہے، کہ میں آپ کی ام ولد کے ساتھ نہ رہوں گی تو اس کا بھی عورت کو اختیار نہیں ہے (ظہیریہ) اور برہان الائمہ کا فتویٰ اسی پر ہے (وجیز کردری)

اور اگر شوہر نے چاہا کہ اپنے گھر میں عورت کے ساتھ اس کے ماں باپ یا اس کے کسی ذی رحم محرم[1] رشتہ دار کو نہ آنے دے، تو علماء کا اس میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ فرمایا کہ ہر جمعہ[2] کو مثلاً اس کے والدین کو دیکھنے آنے سے منع نہیں کر سکتا البتہ ان کے پاس ٹھہرنے اور شب گذاری سے روک سکتا ہے اور اسی قول کو ہمارے مشائخ رحمہ نے اختیار کیا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ ہر جمعہ کو مثلاً عورت کو ایک مرتبہ اپنے والدین کی زیارت کے لئے جانے سے نہیں روک سکتا، اور اسی پر فتویٰ ہے (غایۃ السروجی) اور والدین کی زیارت کے سوا اوروں کی زیارت کے بارے میں بعض علماء نے فرمایا، کہ کسی ذی رحم محرم کی ہر مہینہ ایک بار کی زیارت سے منع نہیں کر سکتا اور مشائخ رحمہ نے فرمایا کہ ہر سال ایک مرتبہ زیارت کرنے سے منع نہیں کر سکتا اسی پر فتویٰ ہے، اسی طرح اگر عورت اپنے رحمی تعلق والی عورتوں میں سے کسی عورت کے پاس جانا چاہے، مثلاً خالہ پھوپھی بہن کے پاس تو اس میں بھی علماء کے اقوال اسی طرح مختلف ہیں جس طرح ابھی گذرے (فتاویٰ قاضی خاں) شوہر کو یہ اختیار نہیں، عورت کے والدین اور اس کے ان لڑکوں کو جو دوسرے شوہر سے ہیں نیز اس کے اور گھر والوں کو عورت سے ملاقات کرنے یا گفتگو کرنے سے روکیں، بلکہ یہ لوگ جب چاہیں ملاقات و گفتگو کر سکتے ہیں (ھدایہ) مجموع النوازل میں ہے کہ اگر عورت قابلہ (بچہ جنانے والی) ہو، یا غسالہ (مردوں کو غسل دینے والی ہو) یعنی ان دونوں کاموں کا پیشہ کرنیوالی ہو، یا اس عورت کا دوسرے پر کچھ حق باقی ہو یا اس پر کسی دوسرے شخص کا کچھ حق باقی ہو تو عورت شوہر

---

[1] ذی محرم ایسا رشتہ دار جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو، جیسے حقیقی بہن، حقیقی چچا، حقیقی پھوپھی وغیرہ،

[2] ہر جمعہ، مراد اس سے ہفتہ میں ایک بار ہے،

گے، لہٰذا ساتھ میں بوریا وغیرہ نیچے بچھانے کے لئے بھی دینا ہوگا اور اگر شوہر فقیر ہو تو گرمیوں میں بوریا اور جاڑوں میں نمدا[1] بھی دینا کافی ہو سکتا ہے (غرض جیسی حیثیت ہوگی ویسا ہی دینا واجب ہوگا (سراج الوہاج)، اور کتاب (مبسوط) میں فرمایا ہے کہ جس صورت میں قاضی شوہر پر عورت کی خادمہ کا نفقہ مقرر کرے گا اس صورت میں خادمہ کا لباس بھی معین و مقرر کرے گا، جاڑوں کے لئے خادمہ کا لباس تنگدست شوہر کے لئے کم قیمت سوتی کپڑے کا قمیص یا پائجامہ اور چادر مقرر کرے گا اور گرمیوں میں ایسے ہی کپڑوں کی قمیص و پائجامہ مقرر کرے گا اور خوش حال و مالدار شوہر پر جاڑوں میں مثلاً زطی یا اور کوئی موٹی قمیص اور سوتی پائجامہ اور ارزاں چادر، اور گرمیوں میں بھی اسی نسبت سے ذرا ہلکا لباس مقرر کرے گا اور فرق یہ ہوگا کہ جاڑوں میں گرمیوں کے اعتبار سے کچھ زیادہ اور دبیز لباس مقرر کرے گا، عورت کی خادمہ کے لئے اوڑھنی (ڈوپٹہ) دینا کسی صورت میں ضروری نہیں قرار دیا ہے اور کتاب (مبسوط) میں یہ بھی فرمایا ہے، کہ عورت کی خادمہ کے لئے موزہ یا مکعب (موزہ ہی کے قسم کی ایک چیز ہوتی ہے) جو اس خادمہ کو کافی ہو لازم ہے،

ہمارے مشائخ (فقہائے متاخرین) نے فرمایا ہے کہ امام محمدرحمہ نے خادمہ کیواسطے لباس وغیرہ کی یہ تفصیل جو بیان فرمائی ہے وہ اپنے ملک کے عرف اور اپنے زمانہ کے اعتبار سے فرمایا ہے، ورنہ بعض ملک و دیار میں دوسرے ملک و دیار کی بہ نسبت جاڑے و گرمی میں زیادتی و کمی، ہوتی ہے نیز ہر ملک و زمانہ کی عادت بھی مختلف ہوتی ہے، اسی اعتبار سے مذکورہ تفصیلوں میں بھی اختلاف و فرق ہوگا اس لئے قاضی پر لازم ہوگا کہ نفقہ و لباس میں ہر ملک و زمانہ اور لوگوں کے عادت و مزاج کا لحاظ کرتے ہوئے اس قدر اور اس نوع کی مقدار مقرر و معین کرے جو کافی ہو جائے اور اس کا بھی لحاظ و خیال رکھے کہ خادمہ کا لباس عورت کے لباس کے برابر نہ ہو جائے (محیط)

فصل دوم۔ عورت کو سکنیٰ یعنی رہنے کا ٹھکانا و مکان دینے کا بیان،

شوہر کو چاہیئے، کہ عورت کے لئے رہنے کا ٹھکانا و مکان شرعی مقاصد[2] کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنی حیثیت و استطاعت کے مطابق خود مقرر و مہیا کر دے اور اس کی تفصیل کتاب مبسوط میں اس طرح ہے کہ عورت کے لئے ایسا ٹھکانا دینا واجب ہے، جو شوہر کی دوسری عورتوں اور اہل و عیال سے خالی ہو لیکن اگر عورت خود ان لوگوں میں جن کا ذکر ابھی ہوا ہے رہنا پسند کرے تو اب اس طرح کا مکان دینا واجب نہیں رہے گا (عینی شرح کنز)

اور اگر عورت کو ایسے مکان میں رکھا کہ اس کے ساتھ کوئی اور نہیں ہے اور پھر عورت قاضی کے پاس شکایت کرے کہ شوہر مجھے مارتا پیٹتا ہے اور ایذا و تکلیف پہونچاتا ہے اور درخواست کرے کہ قاضی شوہر کو حکم کرے کہ وہ مجھے ایسے نیکوکار اور صالح لوگوں کے اندر لیکر رہے جو اس کے نیک و بد سلوک کو سمجھیں اور اس کی اصلاح کر سکیں تو قاضی کو اگر عورت کی یہ شکایت تحقیق کرنے سے صحیح معلوم ہو تو شوہر کو تنبیہ کرے، ڈانٹے اور اس زیادتی و ظلم سے خود روکے و منع کرے اور اگر قاضی کو اس بات

---

[1] کھجور کی چھال نرم کی ہوئی یا روئی وغیرہ کوئی چیز بھرا ہوا گدہ، [2] شرعی مقاصد سے مراد غسلخانہ، طہارت خانہ، اور نماز پڑھنے کی جگہ اور پردہ شرعی کے ساتھ رہنے کے لائق کمرہ ہے،

کرلیا، تو بھی نفقہ کے پانے کی مستحق رہے گی اگرچہ مولیٰ (آقا) نے اس کے شوہر کے ساتھ اس کو رہنے کی اجازت دیدی تھی اور اپنی خدمت لینا بند کر دیا تھا تو بھی نفقہ پانے کی مستحق رہے گی،

اور اگر صغیرہ (نابالغہ) نے بالغ ہوتے ہی اپنے خیار بلوغ سے کام لے لیا اور فرقت کو اختیار کرلیا، یا شوہر کے غیر کفو ہونے کی وجہ سے فرقت واقع ہوگئی ہو تو وہ بھی مستحق نفقہ رہے گی (خلاصہ)

اور اگر عورت (نعوذ باللہ منہا) مرتد[1] ہوگئی یا اس نے اپنے شوہر کے بیٹے سے کوئی ایسا برا فعل کرایا جس سے شوہر پر حرام ہوگئی، جیسے اس سے ہم بستری کرلی، یا شہوت سے چھولیا تو استحساناً اس کو نفقہ نہ ملے گا مگر سکنیٰ (رہنے کے مکان) کی مستحق رہے گی، اور اگر زبردستی اس کے ساتھ ایسا کیا گیا تو نفقہ و سکنیٰ دونوں کی مستحق ہوگی (بدائع)

اگر عورت مرتد ہونے کے بعد پھر مسلمان ہوگئی، تو اگرچہ عدت ابھی باقی ہو لیکن نفقہ کی حق دار نہ ہوگی اور اگر عورت کے نشوز[2] (نافرمانی) کی وجہ سے شوہر نے اس کو طلاق دیدی، اور پھر عدت کے اندر ہی اس نے نشوز سے تائب ہوکر فرماں برداری اختیار کرلی تو اس کو عدت کا نفقہ خرچ ملے گا (محیط)

نفقہ عدت میں قاعدہ کلیہ

قاعدہ کلیہ نفقہ (عدت) میں یہ ہے کہ جس عورت کا نفقہ عدت طلاق و تفریق سے سوخت نہ ہوتا ہو لیکن عورت کی جانب سے کسی پیدا شدہ عارض و سبب سے سوخت ہوگیا تھا، اگر وہ سبب و عارض عدت کے اندر ختم ہوجائے تو اس عورت کو پھر نفقہ ملنے لگے گا اور جس عورت کا عدت کا نفس طلاق یا تفریق ہی سے سوخت و ختم ہوگیا تھا تو اس کا نفقہ عدت کسی حال میں نہیں ملے گا خواہ وہ سبب فرقت طلاق کا سوخت ہو یا نہ ہو، جیسے عورت کے مرتد ہونے سے تفریق ہوئی اور نفقہ ساقط ہوا تو اب پھر عدت کے اندر بھی مسلمان ہونے سے نفقہ دوبارہ نہیں ملے گا (بدائع) اگر کسی عورت پر تین طلاقیں واقع ہوں اور وہ نفقہ کی حقدار رہے پھر نعوذ باللہ وہ مرتد ہوجائے تو جب تک قید نہ کی جائے گی اس کو نفقہ ملے گا اور جب اس ارتداد کی وجہ سے قید کرلی جائے گی تو نفقہ ختم ہوجائے گا، مگر چوں کہ نفقہ کا یہ ختم ہونا نفس تفریق طلاق کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ قید خانہ میں قید ہوجانے کی وجہ سے شوہر کے گھر میں نہ رہ سکی تھی اس لئے تھا پس جب تائب ہوکر رہا ہوجائے اور شوہر کے گھر آجائے، تو پھر اس کو عدت کا نفقہ ملنے لگے گا، ہاں اگر شوہر کے گھر نہ آئے کسی اور جگہ عدت گذارے تو نہ ملے گا، اس لئے کہ عدت کا نفقہ شوہر کے گھر میں تا عدت محبوس ہونے کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور وہ محبوس ہونا نہیں پایا گیا، اور یہ حکم اس صورت کا ہے، جب طلاق مغلظہ یا بائن ہو، پس اگر طلاق رجعی کی عدت میں خدانخواستہ مرتد ہوجائے تو چاہے قید ہو یا نہ ہو اس کو عدت کا نفقہ بھی نہ ملے گا (کافی)

اور اگر عدت کے اندر شوہر کے لڑکے یا شوہر کے باپ سے ناجائز تعلق قائم کرے یا شہوت سے بوس و کنار کرے تو اگر عدت طلاق رجعی کی تھی تو نفقہ کی مستحق نہ رہے گی اور اگر طلاق بائن کی یا فرقت بغیر طلاق کی عدت تھی تو اس کو نفقہ و سکنیٰ دونوں ملے گا، ہاں اگر عدت کے اندر مرتد ہوکر دارالحرب میں چلی جائے، تو پھر کسی حال میں نفقہ نہیں ملے گا حتیٰ کہ اگر از خود واپس آکر

---

[1] مرتد ہوگئی، دین اسلام سے پھر گئی، نعوذ باللہ جیسے خدانخواستہ کافرہ ہوگئی یا عیسائی یا یہودی ہوگئی یہ سب مرتد ہونا ہے،

[2] نشوز شوہر کے جو حقوق عورت پر اللہ نے واجب کئے ہیں اس میں شوہر کی نافرمانی کرنا نشوز کہلاتا ہے۔ جیسے حیض و نفاس سے پاک ہو اور کوئی دوسرا عذر بھی نہ ہو اور پھر شوہر صحبت کے لئے بلائے تو اس کا حکم نہ ماننا نشوز ہوگا ۱۲

سے اجازت لے کر اور بلا اجازت ہر طرح جاسکتی ہے، اور حج فرض کیلئے جانے میں بھی یہی حکم ہے البتہ اجنبیوں کی زیارت یا ان کی ولادت یا ولیمہ میں شرکت کے لئے اجازت نہ دے اور نہ عورت ان مواقع میں شوہر کی بغیر اجازت کے گھر سے نکلے، حتیٰ اگر شوہر اجازت دیدے گا تو دونوں گنہ گار ہوں گے اور شوہر پر ضروری ہے کہ عورت کو حمام عام غسلخانے جو عام پبلک کے لئے کے لئے خواہ کرایہ کیلئے کریا بلا کرایہ بنایا جاتا ہے، اس میں جانے کی اجازت نہ دے، بلکہ طلب اجازت پر منع کرے (فتح القدیر)

اور اگر ایسی مجلس وعظ میں جانے کی اجازت دیدے، جو بدعت سے پاک ہو تو اس کی اجازت ہے اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے، نیز عورت کو اپنے غلاموں کے ساتھ سفر کرنا جائز نہیں اگرچہ غلام خصی (بدھیا) کیوں نہ ہو اسی طرح عورت اپنے مجوسی لڑکے یا اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بھی ہمارے زمانہ میں جانے کی اجازت نہیں ہے اسی طرح کسی دوسری عورت کے ساتھ یا اپنے کسی محرم بچہ کے ساتھ جاسکتی ہے، جو ابھی بہت چھوٹا ہے البتہ اگر وہ لڑکا قریب بلوغ کے ہو یعنی قریب بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ برس کا ہو تو اس کے ساتھ جاسکتی ہے، اور چھوٹی لڑکی جو غیر مشتہاۃ ہو یعنی اس کو دیکھنے سے نفسانی خواہشات اور شہوت نہیں ہوتی وہ بغیر محرم کے بھی سفر کرسکتی ہے،

ایسے ہی عورت اپنی لڑکی کے شوہر (داماد) کے ساتھ، اپنے شوہر کے لڑکے کے ساتھ جو اس کی دوسری بیوی سے ہو اور اپنی ماں کے خاوند شوہر کے ساتھ سفر کرسکتی ہے (ذخیرہ کردری) عورت کو یہ اختیار نہیں ہے کہ شوہر کے گھر سے کوئی چیز شوہر کی اجازت کے بغیر کسی کو دیدے اور اسی طرح فرض روزوں کے سوا اور کوئی روزہ شوہر کی اجازت کے بغیر نہیں رکھ سکتی (فتاویٰ قاضی خاں)

تیسری فصل

عدت کے نفقہ و اخراجات کے بیان میں

جو عورت طلاق کی عدت میں ہو وہ زوج سے نفقہ اور رہنے کے لئے مکان پانے کی مستحق ہے خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن ہو یا مغلظہ ہو، اور خواہ عورت حاملہ ہو یا غیر حاملہ سب کا یہی حکم ہے (قاضی خاں)

عدت کے نفقہ میں اصل ضابطہ یہ ہے کہ جس وقت یہ تفریق (جدائی) ایسے سبب سے ہو جو شوہر کی جانب سے ہے تو عورت کو نفقہ عدت ملے گا اور اگر عورت کی جانب سے ہے لیکن برحق ہے، جب بھی مستحق نفقہ رہے گی اور اس کو نفقہ ملے گا البتہ عورت کے کسی گناہ قصور کی وجہ سے تفریق واقع ہوئی ہو تو عورت نفقہ پانے کی مستحق نہ رہے گی اور اس کو نفقہ نہ ملے گا اور اگر عورت کے سوا کوئی اور اجنبی شخص سے کوئی فعل واقع ہو جانے کی وجہ سے فرقت واقع ہوگئی ہے تو نفقہ ملے گا، پس لعان کرنیوالی عورت کو نفقہ و سکنی رہنے کا مکان ملے گا، اسی طرح جو عورت خلع کے سبب سے بائنہ ہوئی ہے، یا شوہر کے مرتد ہو جانے کی وجہ سے فرقت واقع ہوئی ہے، یا اس سبب سے فرقت واقع ہوگئی ہو کہ شوہر نے بیوی کی ماں سے جماع (مباشرت) کرلیا ہے تو بھی نفقہ اس کو ملے گا، اسی طرح اگر عنین کی عورت نے اپنی فرقت کرائی ہے، تو بھی نفقہ کی مستحق رہے گی، اسی طرح مدبرہ اور ام ولد اگر کسی کے نکاح میں تھیں پھر آزاد کردی گئیں اور اس نے فرقت کو اختیار

مقرر نہیں کرایا یہاں تک کہ عدت گذر گئی تو اب اس کو مطالبہ کا حق نہیں رہے گا، حتیٰ کہ اب اگر وہ دعویٰ بھی کرے تو اس کے واسطے قاضی کچھ مقرر نہ کرے گا (محیط)

اگر قاضی نے معتدہ کا نفقہ اس کی عدت کے اندر مقرر و معین کر دیا تو خواہ شوہر کے نام پر پہلے سے قرض لے چکی ہو یا نہ لیا ہو قاضی کا یہ حکم صحیح و نافذ ہوگا، لیکن وہ شوہر سے عدت کے اندر وصول نہ کر سکی اور بعد گذرنے عدت کے شوہر کے نام پر قرض لینا چاہتی ہے تو اگر پھر قاضی کے حکم سے شوہر کے نام پر قرض لے گی تو اس کو شوہر سے وصول کر سکتی ہے اور اگر پھر قاضی کے حکم کے بغیر شوہر کے نام پر قرض لے لی، یا بالکل قرض ہی نہ لے گی تو دونوں حال میں شوہر سے وصول نہیں کر سکتی بلکہ قول صحیح میں اس کا نفقہ ساقط ہو جائے گا (جواہر اخلاطی)

نفقہ اور عدت کا مشترکہ بیان

اگر کوئی شخص غائب ہو جائے اور اس کی بیوی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر کے اس کے ساتھ رہنے لگے اس کے بعد شوہر اول واپس آجائے تو قاضیٔ وقت شوہر ثانی اور اس عورت کے درمیان تفریق واقع کر دے گا اور اس عورت پر عدت واجب ہوگی لیکن عدت کا خرچ نہ تو شوہر اول پر واجب ہوگا اور نہ شوہر ثانی پر واجب ہوگا اگر کسی شخص نے اپنی بیوی سے صحبت کی اور بعد اس کے اس کو تین طلاقیں دیدیں اور اس نے عدت گذرنے سے قبل ہی کسی دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے شوہر نے بھی اس عورت سے صحبت کر لی اور اس کے بعد قاضیٔ وقت نے ان دونوں میں جدائی کر دی (اور ابھی شوہر اول کی عدت باقی ہے) تو امام اعظم رحمہ کے نزدیک اس عورت کے واسطے نفقہ شوہر اول پر واجب ہوگا،

اور اگر کسی شخص کی منکوحہ نے دوسرے شخص سے نکاح کر لیا اور اس دوسرے شخص نے ہم بستری کر لی اس کے بعد قاضی کو علم ہوا اور قاضی نے دونوں میں جدائی کر دی اس کے بعد شوہر اول کو جب معلوم ہوا تو اس نے عورت کو تین طلاقیں دیدیں تو اس عورت پر دونوں کے اعتبار سے عدت واجب ہوگی لیکن اس کا نفقہ دونوں میں سے کسی پر بھی لازم نہ ہوگا (قاضی خاں)

اگر کسی شخص نے اپنی بیوی کو جو باندی تھی طلاق بائن دیدی اور حال یہ ہے کہ باندی کا آقا باندی کو شوہر کے ساتھ رہنے کیلئے جگہ دے چکا تھا کہ برابر شوہر کے ہی ساتھ رہا کرے اور آقا کی خدمت نہ کرے یہاں تک کہ اس کے شوہر پر اس کا نفقہ واجب ہو چکا تھا پھر اس کے بعد باندی کو آقا نے اپنی خدمت کے واسطے اس مکان سے اپنے یہاں بلا لیا تھا یہاں تک کہ شوہر کے ذمہ سے نفقہ ساقط و سوخت ہو چکا تھا، پھر آقا نے چاہا کہ اس کو اس کے شوہر کے پاس بھیجدے تاکہ وہ اپنا نفقہ شوہر سے وصول کر لے اور یہ سب کچھ عدت کے اندر ہوا ہے تو آقا کو اس کا اختیار رہے گا اور اگر ابھی آقا نے اس باندی کو اس کے شوہر کے ساتھ کسی مکان میں رہنے کی اجازت نہیں دی تھی کہ شوہر نے طلاق دیدی اور اس کے بعد آقا نے چاہا کہ عدت میں اس کو شوہر کے پاس بھیجدے تاکہ وہ نفقہ کی حق دار ہو جائے تو اس صورت میں نفقہ واجب نہ ہوگا،

اور قاعدۂ کلی اس باب میں یہ ہے کہ ہر عورت جس کے لئے بروز طلاق نفقہ واجب رہا ہو پھر بعد میں ایسی صورت ہو گئی، کہ اس کے لئے نفقہ کا حق نہ رہا، تو عورت کو اختیار ہوگا کہ جس حالت پر طلاق کے دن تھی اسی حالت پر لوٹ آوے، اور نفقہ وصول کرے، اور ہر عورت جس کے لئے بروز طلاق نفقہ کا حق نہیں تھا تو اس کو کسی حال میں نفقہ لینے کا حق نہ ہوگا، سوائے ناشزہ کے، کہ اگر وہ عورت عدت کے اندر نشوز سے تائب ہو کر شوہر کے گھر آ کر عدت گذارے تو مستحق نفقہ ہوگی (بدائع)

پھر اسلام قبول کرلے، یا قید کرکے لائی جائے اور پھر آزاد کردی جائے جب بھی نفقہ کی حق دار نہ رہے گی (بدائع)

بیوہ کے نفقہ کا بیان

شوہر کے مرنے سے عورت کو عدت کا نفقہ نہیں ملتا خواہ حاملہ ہو، یا غیر حاملہ ہو اور اگر ام ولد ہو اور حاملہ ہو تو اس کو میت کے تمام مال سے نفقہ ملے گا (سراج الوہاج) اور اگر عورت پر عدت واجب ہوئی، پھر وہ اس وجہ سے قید کرلی گئی کہ اس پر کسی کا حق عائد ہوتا ہے تو اس کا نفقہ عدت ساقط ہوجائے گا، اسی طرح اگر معتدہ اپنے عدت کے مکان میں برابر نہیں رہتی بلکہ کبھی رہتی ہے اور کبھی نہیں رہتی تو بھی نفقہ کی مستحق نہیں رہے گی (ظہیریہ) اور اگر مرد نے اس حالت میں عورت کو طلاق دی تھی، کہ وہ نشوز اور نافرمانی کرکے شوہر کے گھر سے چلی گئی تھی تو اس کو اختیار ہوگا، .... کہ اگر وہ چاہے شوہر کے گھر میں چلی آوے اپنی عدت کا نفقہ لیا کرے،

اگر حیض رکجانے کی وجہ سے عدت میں طول ہوجائے تو برابر اس کو نفقہ ملتا رہے گا یہاں تک کہ عورت سن ایاس کو پہونچکر آئسہ[1] ہوجائے اور اس کی عدت مہینوں کے شمار سے ختم ہوجائے، اور اگر عورت حیض کے شمار سے عدت گذرنے سے انکار کرے تو قسم کے ساتھ عورت کا قول قبول کرلیا جائے گا ہاں اگر شوہر عادل گواہوں کے ذریعہ یہ ثابت کردے کہ عورت نے ان کے سامنے اپنی عدت گذرنے کا اقرار کرلیا ہے تو اس کا نفقہ ساقط ہوجائے گا

اور اگر عورت پر عدت واجب ہوا اور وہ حاملہ ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کو طلاق کے وقت سے دو برس تک نفقہ ملے گا لیکن اگر دو برس گذر جائیں اور بچہ پیدا نہ ہوا اور عورت کہے کہ میرا گمان تھا کہ میں حاملہ ہوں چنانچہ اب تک مجھے حیض نہیں آیا ہے، تو قسم کے ساتھ اس کا قول تسلیم کرلیں گے اور نفقہ کے مطالبہ پر اس کو نفقہ بھی ملے گا یہاں تک کہ حیض سے اس کی عدت گذر جائے، یا آئسہ ہوکر مہینوں کے حساب سے اس کی عدت گذر جائے (قاضی خاں)

اگر کسی معتدہ (عدت گذارنے والی عورت) کو تینوں مہینوں میں حیض آئے لیکن کسی عارض کی وجہ سے از سر نو اس پر حیض کے حساب سے عدت لازم ہوگئی تو اس کو عدت کا نفقہ ملے گا اور اسی طرح اگر قابل جماع نابالغہ کو اس کے شوہر نے دخول وصحبت کے بعد طلاق دیدی اور تین مہینے تک اس کو نفقہ بھی دیا مگر ان ہی تین مہینوں کے اندر اندر اخیر میں اس کو حیض آگیا اور کسی عارض کی وجہ سے پھر از سر نو اس پر حیض کے شمار سے عدت واجب ہوگئی تو اس کو برابر نفقہ ملتا رہے گا یہاں تک کہ حیض کے اعتبار سے بھی اس کی عدت گذر جائے (بدائع)

نفقہ عدت ساقط ہونے کی ایک صورت

اگر دار الحرب[2] میں رہنے والے غیر مسلم میاں بیوی میں سے کوئی ایک مسلمان ہوکر دار الاسلام میں آگیا پھر اس کے بعد دوسرا آیا یعنی میاں بیوی دونوں ایک ساتھ نہیں آئے تو اس صورت میں بیوی کو نفقہ عدت نہیں ملے گا، جس طرح معتدہ عورت نفقہ وخوراک کی حق دار ہوتی ہے اور اسی طرح لباس کی بھی حق دار ہوتی ہے (قاضی خاں) اور اس نفقہ عدت میں فقط اس مقدار کا اعتبار ہے جو اوسط درجہ کی ہو اور عورت کو کافی ہوجائے اور اس مقدار کی کوئی خاص حد مقرر ومعین نہیں ہے کیوں کہ یہ نفقہ عدت، نفقہ نکاح کی نظیر ہے، بس نفقہ نکاح میں جو مقدار معتبر ہوگی وہی اس میں بھی معتبر ہوگی، معتدہ کو اگر نفقہ نہیں ملا اور اس نے قاضی وقت کے پاس مخاصمہ[3] کرکے اپنا نفقہ

---

[1] وہ عورت جس کا حیض بڑھاپے کی وجہ سے بند ہوجائے ۱۲ اور سن ایاس میں وہ عمر ہے جس میں عموماً عورتوں کو حیض آنا طبعاً بند ہوجاتا ہے

[2] دار الحرب کافروں کا ملک، اور دار الاسلام مسلمانوں کا ملک،

[3] مخاصمہ، حاکم وقت اور قاضی کی عدالت میں مقدمہ لے جانا ۱۲،

البتہ قاضی اس عورت کو اس کے شوہر کے گھر سے علیحدہ کبھی نہ کرے گا اس کو جامع میں بہ تصریح بیان فرمایا ہے ہاں قاضی یہ کرے گا کہ اس عورت کے ساتھ ایک ایماندار عورت کو مقرر کرے گا کہ شوہر کو اس کے پاس نہ آنے دے، اگرچہ افسان عادل ہو، جب بھی قاضی ایک عورت امینہ کو اس کے ساتھ مقرر کرے گا اور اس صورت میں اس امینہ عورت کا نفقہ بیت المال (خزانہ شاہی) سے مقرر کر دے گا،

اور اگر کوئی عورت قاضی کے ذریعہ سے نفقہ کا مطالبہ کرے، اور حال یہ ہو کہ یہ عورت ساتھ ساتھ یہ بھی کہتی ہو کہ اس نے مجھے تین طلاقیں دیدی ہیں، یا یہ کہتی ہو کہ طلاق نہیں دی ہے، یا یہ کہتی ہو کہ میں نہیں جانتی کہ مجھے طلاق دی ہے یا نہیں دی ہے، ان تمام صورتوں میں دو شکلیں ہیں، اگر شوہر نے اس عورت کے ساتھ دخول نہ کیا ہو تو قاضی اس کیواسطے نفقہ کا حکم نہ دے گا، اور اگر شوہر نے اس سے دخول (تخلیہ و تنہائی) کر لیا ہو تو قاضی اس عورت کیواسطے نفقہ عدت کی مقدار کا حکم دیدے گا یہاں تک کہ گواہوں کا حال دریافت کرے، پھر اگر گواہوں کا حال دریافت کرنے میں دیر ہو گئی حتیٰ کہ عدت گذر گئی، تو قاضی اس عورت کے لئے نفقہ عدت سے زیادہ کچھ نہ دلائے گا، پھر اس کے بعد اگر گواہوں کی تعدیل ہو گئی یعنی گواہوں کی عدالت ثابت ہو گئی اور دونوں میں تفریق کر دی گئی، تو جو کچھ نفقہ اس عورت نے لیا وہ اس کے حق میں تسلیم رہے گا، اور اگر گواہوں کی تعدیل نہ ہوئی، تو جو کچھ نفقہ عورت نے لیا ہے اس کو واپس کر دینا واجب ہو گا (محیط) اور اگر شوہر نے اس کو نفقہ بطریق اباحت دیا ہو یعنی یہ سمجھتے ہوئے دیا کہ اگرچہ ذمہ میں نہیں ہے لیکن بطور تبرع اور حسن سلوک دے رہا ہوں تو اس صورت میں کچھ بھی نفقہ واپس نہیں لے سکتا (تاتارخانیہ)

کسی عورت نے کسی مرد پر نکاح کے گواہ قائم کر دیئے، تو جب تک گواہوں کا حال دریافت کیا جائے گا اس وقت تک عورت کے واسطے کچھ بھی نفقہ نہ دلایا جائے گا لیکن اگر قاضی کسی مصلحت سے عورت کے واسطے نفقہ مقرر کرنا چاہے تو اس طرح کہنا چاہیئے، کہ اگر تو اس شخص کی بیوی ہے تو میں نے اس مرد پر ماہانہ اس قدر معین و مقرر کر دیا ہے اور اس پر گواہ بنا لے، پھر اگر ایک مہینہ گذر گیا اور عورت نے قرضے کر خرچ کیا ہے، اور گواہوں کی تعدیل ہو گئی تو عورت اس سے اپنا سب نفقہ پورا پورا اس وقت سے وصول کرے گی جب سے قاضی نے اس کیواسطے نفقہ فرض و مقرر کیا ہے،

اور اگر شوہر نکاح کا مدعی ہو اور عورت انکار کرتی ہو، اور شوہر نے اس پر گواہ قائم کر دیئے ہوں تو ثبوت نکاح کے بعد اس عورت کے لئے اس مدت کا نفقہ جو نکاح ثابت کرنے میں گذری ہے ثابت نہ ہو گا،

اگر دو بہنوں میں سے ہر ایک دعویٰ کرے کہ اس شخص نے مجھ سے نکاح کیا ہے اور وہ شخص انکار کرتا ہے. لیکن ان دونوں بہنوں نے نکاح و دخول (ہمبستری) کے گواہ پیش کر دیئے، تو جب تک ان گواہوں کا حال دریافت کیا جائے گا، اس وقت تک ان دونوں کے لئے مجموعی طور پر ایک عورت کا نفقہ دلایا جائے گا امام خصافؒ نے اس کی تصریح کی ہے،

اگر کسی عورت نے اپنے شوہر سے ایک مہینہ تک نفقہ وصول کیا پھر دو ثقہ گواہوں نے گواہی دیدی کہ یہ عورت اس شوہر کی رضاعی (دودھ شریک) بہن ہے، تو دونوں میں تفریق وجدائی کر دی جائے گی اور جو کچھ نفقہ شوہر سے وصول کیا ہو گا اس کو واپس کرنا ہو گا، یعنی شوہر وصول کر سکتا ہے (ظہیریہ)

منکوحہ اگر باندی ہو تو اس کی نفقہ کا بیان

اگر کسی شخص نے باندی سے نکاح کر لیا اور ابھی آقا نے شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے جگہ واجازت نہ دی تھی کہ شخص مذکور نے اس کو طلاق رجعی دیدی تو آقا کو اختیار ہو گا کہ وہ شوہر سے کہے کہ تو کوئی مکان لے کر باندی کو اپنے ساتھ رکھ اور اس کو نفقہ دے، اور اگر اس کے شوہر نے طلاق بائن دی ہو تو آقا کو اس باندی اور اس کے شوہر کے درمیان کسی مکان میں تخلیہ دینے کا اختیار نہ ہو گا اور باندی اپنے شوہر سے نفقہ کا مطالبہ نہیں کر سکتی اور یہی قول صحیح ہے، اس لئے کہ یہ عورت طلاق بائن سے قبل شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے الگ مکان دیئے جانے سے پہلے نفقہ کی مستحق نہیں تھی تو طلاق بائن کے بعد بھی نفقہ کی مستحق نہ ہو گی (قاضی خاں)

اور اگر شوہر نے اس باندی کو طلاق رجعی دی تھی اور پھر آقا نے اس کو آزاد کر دیا تو اس باندی کو اختیار ہو گا کہ اپنے شوہر سے مطالبہ کرے کہ اس کو کسی مکان میں رکھے اور اس کا نفقہ دے اس لئے کہ اب وہ اپنے نفس کی مالک خود ہو چکی ہے، اور اس کو منجانب شرع اپنے نفس کے لئے اس کا حق حاصل ہو چکا ہے لیکن اگر شوہر نے اس کو طلاق بائن دی ہو اور صورت مسئلہ یہی ہو، تو شوہر اس کے مکان میں مکان میں تخلیہ و تنہائی نہیں کر سکتا اور وہ عورت شوہر پر سکنی کیلئے مطالبہ نہیں کر سکتی. بلکہ صحیح قول یہ ہے کہ نفقہ کیواسطے بھی مطالبہ و مواخذہ نہیں کر سکتی،

اور اگر آقا نے اپنی ام ولد کو جو دوسرے کے نکاح میں تھی آزاد کر دیا تو اس کو عدت کا نفقہ نہیں ملے گا اسی طرح اگر وہ آقا کے فوت ہو جانے سے آزاد ہو گئی تو آقا کے ترکہ سے اس کو نفقہ اگرچہ لازم نہ ہو گا، لیکن اگر اس کے بطن سے آقا کا کوئی لڑکا ہو گا تو ام ولد کا نفقہ اس لڑکے کے حصہ سے لازم ہو گا (محیط)

بذریعہ حاکم شوہر سے نفقہ وصول کرنیکے مسائل

امام خصاف نے اپنی کتاب النفقات میں، فرمایا ہے اگر کسی شوہر کو اس کی عورت قاضی کی عدالت میں لائی اور نفقہ کا مطالبہ کیا اور شوہر نے جواب میں قاضی سے کہا کہ میں اس کو ایک سال ہوا طلاق دے چکا ہوں تو قاضی اس شوہر کا قول قبول نہ کرے گا، یہاں تک کہ اس شوہر کے حق میں ایسے دو آدمی گواہی دیں جن کی عدالت سے قاضی واقف نہ ہو جب بھی قاضی اس شوہر کو اس عورت کا نفقہ دینے کا حکم کرے گا ہاں اگر اس کے بعد ان گواہوں کا عادل ہونا قاضی کے نزدیک ثابت ہو جائے، یا عورت خود اقرار کرے کہ اس کو سال کے اندر تین حیض آچکے ہیں تو عورت کے لئے اس شوہر پر کچھ نفقہ عائد نہ ہو گا یہاں تک کہ اگر عورت نے اس شوہر سے کچھ نفقہ وصول کر لیا ہے تو اس کو بھی واپس کرتا ہو گا (ذخیرہ)

اور اگر عورت نے (قسم کے ساتھ) کہدیا کہ مجھے اس سال کوئی حیض نہیں آیا ہے تو نفقہ کے باب میں عورت ہی کا قول معتبر ہو گا، یہاں تک کہ اگر شوہر کہے کہ یہ مجھے خبر دے چکی ہے کہ اس کی عدت گذر چکی ہے تو بھی اس کا قول اس کا نفقہ باطل و کالعدم کرنے کے حق میں قبول نہ ہو گا (بدائع) عورت طلاق کا دعوی کرتی ہو یا انکار کرتی ہو لیکن اگر دو گواہوں نے گواہی دیدی ہے کہ اس شخص (شوہر) نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیدی ہیں تو جب تک قاضی ان گواہوں کی عدالت (راستبازی) دریافت کرنے میں مشغول رہے گا اس وقت تک اس شخص کو حکم دے گا کہ اس عورت کے پاس نہ جائے اور اس کے ساتھ تخلیہ و تنہائی نہ کرے

اور اس کے منافع سب اسی آقا کے ہیں، پس اگر آقا یہ چاہے کہ بچہ کسی دوسری دودھ پلانیوالی کو دے اور بچہ کی ماں خود دودھ پلانا چاہے، تو اختیار آقا کو ہوگا (سراج الوہاج)

امام محمد رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دودھ پلانیوالی کو ایک ماہ کے لئے اجرت پر دودھ پلانے کے لئے نوکر رکھے، اور ایک ماہ دودھ پلانے کے بعد وہ دودھ پلانے کی نوکری سے انکار کرے تو اگر بچہ اس کے علاوہ کسی دوسری عورت کا دودھ نہیں پیتا تو یہ عورت دودھ پلانے اور نوکری باقی رکھنے پر مجبور کی جائے گی (جیز کردری)

اگر اپنی بیوی کو یا اپنی طلاق رجعی دی ہوئی معتدہ کو اس کے لڑکے کو دودھ پلانے کے لئے اجارہ پر مقرر کیا تو یہ جائز نہیں ہے (کافی) اور اگر طلاق بائن یا طلاق مغلظہ (تین طلاق) دیدی ہے اور عورت کے اندر اس کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھ لیا ہے تو وہ اس اجرت کی مستحق ہوگی (اور یہ ابن زیاد کی روایت ہے) اور اسی پر فتویٰ ہے (جواہر الاخلاطی)

اور اگر طلاق رجعی کی عدت گذر جانے کے بعد اس کو اسی کے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے اور وہ مستحق اجرت ہوگی، اور اگر باپ نے کہا کہ میں اس مطلقہ عورت کو جو بچہ کی ماں ہے اجارہ پر نہیں رکھوں گا، بلکہ دوسری دودھ پلانے والی کو لے بھی آیا لیکن اگر بچہ کی ماں اسی اجرت پر خود دودھ پلانے کے لئے تیار و راضی ہے، جتنی اجرت پر اجنبیہ عورت کو لایا ہے، یا بغیر اجرت کے پلانے پر راضی ہے تو بچہ کی ماں ہی دودھ پلانے کی مستحق ہوگی، لیکن اگر بچہ کی ماں زیادہ اجرت طلب کرے تو باپ مجبور نہ کیا جائے گا کہ خواہ مخواہ اسی سے دودھ پلوائے (کافی)

اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ یا معتدہ کو اپنے اس بچہ کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر رکھے جو دوسری بیوی کے بطن سے ہے تو یہ اجارہ جائز ہے (ہدایہ) اور اگر بیوی نے اپنے شوہر سے دودھ پلانے کی اجرت میں کسی چیز پر صلح کر لی ہے تو یہ صلح کرلی ہے نکاح کی حالت میں ہے یا طلاق رجعی کی عدت میں ہے تو جائز نہیں ہے، اور اگر طلاق بائن یا مغلظہ کی عدت میں ہے تو دو روایتوں میں سے فقط ایک روایت کے موافق جائز ہے، پھر اگر اس کے بعد کسی معین چیز پر صلح کر لی تو یہ صلح بھی جائز ہوگی اور اگر غیر معین چیز پر صلح کی ہے تو یہ صلح جائز نہیں ہوگی، ہاں اگر اسی مجلس میں وہ چیز بھی اس عورت کو (مطلقہ طلاق بائن و مغلظہ) دیدے تو جائز رہے گا اور ہر وہ صورت جس میں اجارہ جائز نہ ہوا ہو اور نفقہ واجب ہو گیا ہو تو شوہر کے مرجانے کے بعد یہ اجرت ساقط و سوخت نہ ہوگی، اس لئے کہ یہ اجرت ہے نفقہ نہیں ہے (ذخیرہ) اور دودھ چھڑاتے کے بعد نابالغ بچہ کا نفقہ قاضی اس کے باپ پر باپ کی حیثیت کے مطابق مقرر کرے گا اور نفقہ اس لڑکے کی ماں کو دیا جائے گا، تاکہ اولاد پر خرچ کرے اگر ماں ثقہ و معتبرہ نہ ہو تو کسی دوسری عورت کو دیا جائے گا کہ وہ اس بچہ پر خرچ کرے،

اور اگر کسی عورت کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہے اور اس کے شکم سے چند نابالغ اولاد ہیں اور وہ عورت یہ کہتی ہے کہ میں نے ان اولادوں کا پانچ ماہ کا نفقہ وصول کر لیا ہے پھر اس کے بعد اگر عورت یہ کہے کہ میں نے فقط بیس روپے پائے تھے، حالانکہ ان کا نفقہ پانچ ماہ کا سو روپیہ ہوتا ہے تو منتقی میں مذکور ہے کہ عورت کا وہ اقرار نفقہ فعل پر قرار دیا جائے گا اور عورت کے اس قول کی تصدیق نہ کی جائے گی،

اور اگر عورت نے نفقہ وصول کرنے کے بعد دعویٰ کیا کہ یہ نفقہ ضائع ہو گیا تو اس کے باپ سے نفقہ مثل پھر دلایا جائے گا، اگر کسی تنگدست شخص کا لڑکا نابالغ ہے، اور شخص مذکور کمائی کرنے اور کسب کرنے پر قادر ہے تو اس شخص پر واجب ہوگا کہ کسب و مزدوری کر کے اپنے بچہ کو کھلاوے اور اس پر خرچ کرے (قاضی خاں) اور اگر شخص مذکور کسب کمائی کرنے سے

چوتھی فصل

اولاد کے نفقہ و اخراجات کے بیان میں

نابالغ اولاد کے اخراجات اس کے باپ کے ذمہ ہوتے ہیں کوئی دوسرا اس ذمہ داری میں شریک نہیں کیا جائے گا (جوہرہ) اگر بچہ ابھی دودھ پیتا ہو (یعنی ابھی دو سال سے کم کا ہو) اور اس کی ماں اس بچہ کے باپ کے نکاح میں ہو اور یہ بچہ دوسری عورت کا بھی دودھ پی لیتا ہو اور اس کی ماں اس کو دودھ پلانا نہ چاہتی ہو، تو اس کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، ہاں اگر بچہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیتا ہی نہ ہو، تو شمس الائمہ حلوائی رحمتہ نے فرمایا فرمایا ہے کہ ظاہر الروایتہ کے موافق اس صورت میں بھی ماں دودھ پلانے پر مجبور نہیں کی جائے گی لیکن شمس الائمہ سرخسی نے فرمایا ہے، کہ مجبور کی جائے گی اور اس حکم میں کسی کا اختلاف بھی نقل نہیں فرمایا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور اگر باپ اور بچہ میں سے کسی کے پاس بھی اتنا مال نہیں ہے کہ بچہ کے دودھ پینے کا انتظام کیا جاسکے تو ماں دودھ پلانے پر بالاجماع اور بالاتفاق مجبور کی جائے گی (قاضی خاں)

دودھ پلانیوالی عورت کی اجرت کس کے ذمہ ہوتی ہے

جب ماں کے علاوہ دوسری عورت دودھ پلانیوالی ملتی ہو، اور ماں دودھ پلانے پر تیار نہ ہو، تو باپ پر دودھ پلانیوالی کی اجرت دینا اس وقت واجب ہوتی ہے، جب بچہ کی ملک میں اپنا ذاتی مال نہ ہو، اور جب بچہ کا ذاتی مال موجود ہوگا تو دودھ پلانے کی اجرت بچہ ہی کے مال میں سے دی جائے گی (محیط) اور باپ کے ذمہ ایسی عورت تلاش کرنا ہوگا جو بچہ کو ماں کے پاس آکر دودھ پلائے اور یہ حکم اس وقت ہے، جب ایسی عورت مل سکتی ہو اور جب ایسی عورت نہ مل سکتی ہو تو ماں خود دودھ پلانے پر مجبور کی جائے گی اور بعض فقہا رحمتہ نے فرمایا ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ہے کہ ماں مجبور نہ کی جائے گی اور اول قول کی جانب (اہل ترجیح میں سے) صاحب قدوری اور شمس الائمہ سرخسی مائل ہیں (کافی)

اگر دودھ پلانیوالی عورت سے رات کو بچہ کے پاس بچہ کی ماں کے گھر پر رہنے کی شرط نہ لگائی گئی ہو اور بچہ بھی رات کیوقت اس سے مستغنی و بے پرواہ رہتا ہو تو اس پر رات کو بھی بچہ کے پاس آکر رہنا واجب نہیں ہے اور اگر دودھ پلانیوالی بچہ کی ماں کے پاس آکر دودھ پلانے سے انکار کرے اور عقد اجارہ میں یہ شرط بھی قرار نہ پائی تھی تو دودھ پلانیوالی کو اختیار ہوگا کہ بچہ کو اپنے گھر لے جائے اور وہیں دودھ پلا دے، یا یہ کہے کہ بچہ کو بچہ کی ماں کے دروازے پر لایا کرو اور صحن میں دودھ پلا دیا کروں تو اس کے بعد بچہ کو اس کی ماں کے پاس پہونچا دیا کرو اور اس کو اس کا بھی اختیار ہے، اور اگر دودھ پلانیوالی سے باہم یہ شرط ہو چکی ہو، کہ وہ بچہ کی ماں کے پاس آکر ہی دودھ پلائے گی تو اس پر اس شرط کا پورا کرنا ضروری ہے (شرح جامع کبیر للقاضی خاں) اور اگر کسی شخص کی باندی یا ام ولد کو اسی شخص (آقا) سے بچہ پیدا ہو تو وہ شخص اس باندی یا ام ولد کو دودھ پلانے پر مجبور کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کا (باندی وام ولد) دودھ

دیتا ہوں کہ اس نابالغ کے مال سے وصول کریوں گا تو قضاءً بھی واپس لینے کا حق باپ کو ہو جائے گا اور فیما بینہ وبین اللہ (دیانتہً) باپ کو واپس لینے کی گنجائش ہر وقت ہے اگرچہ گواہ نہ بنایا ہو صرف شرط یہ ہے کہ دینے کے دن اس کی نیت میں یہ ہو کہ میں واپس لوں گا (سراج الوہاج)

اور اگر نابالغ بچے کے پاس مال ہو خواہ عقار ہو یعنی اموال غیر منقولہ ہوں (جیسے کھیت زمین باغ و مکان جائداد وغیرہ) یا غیر عقار جیسے چادریں یا کپڑے یا اور کوئی چیز اشیاء منقولہ میں سے، اور اس بچہ کے نفقہ میں ان کے فروخت کرنے کی ضرورت پیش آجائے تو باپ کو اختیار ہے، کہ ان سب چیزوں میں سے بقدر ضرورت فروخت کرے اور بچہ کی ضروریات میں خرچ کرے (ذخیرہ)

دادا وغیرہ پر نفقہ واجب ہونیکا بیان

اگر نابالغ کی ملک میں مال ہو مگر غائب ہو بروقت موجود نہ ہو اور باپ تنگ دست ہو اور دادا مال دار ہو تو دادا کو حکم دیا جائے گا، کہ بقدر کفایت اخراجات دے اور یہ اخراجات باپ پر قرض ہوں گے کہ باپ اس قرضہ کو نابالغ کے مال سے وصول کرکے ادا کردے، اور اگر اس نابالغ کے ملک میں مال نہ ہو تو یہ باپ ہی پر قرضہ ہوگا اور یہ باپ کو ہی برداشت کرنا ہوگا اور بعد قدرت بچہ کے دادا کی طرف واپس کرتا ہوگا قاضی خاں و قدوری میں اسی طرح ہے لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ فقیر باپ میت کے حکم و شمار میں ہے یعنی ایسی صورت میں کہ باپ فقیر ہو نفقہ دادا ہی پر واجب ہوگا باپ پر قرضہ نہ ہوگا (ذخیرہ)

اور اگر باپ اپاہج لنجا کسب کے لائق نہ ہو اور نابالغ کے ملک میں بھی کچھ مال نہ ہو تو نفقہ دادا پر واجب ہوگا اور دادا اس کو کسی سے واپس نہیں لے سکتا، اسی طرح اگر نابالغ کی ماں یا نانی خوش حال ہو اور باپ تنگدست ہو تو ماں یا نانی کو حکم دیا جائے گا کہ اس بچہ کو نفقہ دے اور یہ نفقہ بچہ کے باپ پر قرضہ ہوگا بشرطیکہ باپ اپاہج لنجا اور مجبور نہ ہو ورنہ باپ پر کچھ واجب نہ ہوگا، اور کافر کو اس کے نابالغ مسلمان بچے کا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا یعنی حکماً دلائے گا اسی طرح مسلمان کو اس کے نابالغ کافر بچے کا نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا (قاضی خاں) نابالغ کی ماں باعتبار اور رشتہ داروں کے نفقہ کا بار اٹھانے میں مقدم کی جائے گی، چنانچہ اگر باپ تنگ دست ہو اور ماں مال دار ہو اور دادا بھی مال دار ہو تو ماں کو حکم دیا جائے گا کہ اپنے مال میں سے بچہ پر خرچ کرے اور پھر باپ سے بعد میں وصول کرے ماں کے پاس مال ہوتے ہوئے دادا کو مجبور نہیں کیا جائے گا (ذخیرہ) اگر ماں نے اولاد کو نصف خرچہ کی مقدار دیا تو باپ سے اسی مقدار کو واپس لے گی (یعنی جس نسبت سے دے گی اسی نسبت سے وصول کرے گی (خلاصہ)

اور اگر اولاد کے تنگ دست باپ کا بھائی (یعنی چچا) مال دار ہو تو اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس کا نفقہ اپنے مال سے دے، پھر بعد میں ان کے باپ سے یعنی (اپنے بھائی) سے وصول کرلے (محیط سرخسی) نرینہ اولاد جب اس عمر کو پہونچ جائے کہ اب محنت و مزدوری کرسکتی ہے (خواہ ابھی بالغ نہ ہوئی ہو) جب بھی باپ کو اختیار ہے کہ کسی کام میں لگا دے، یا ان سے اجارہ و مزدوری کرائے، پھر ان کی اجرت و کمائی سے ان کو نفقہ دے اور غیر نرینہ یعنی مونث اولاد کے بارے میں یہ حق باپ کو نہیں ہے کہ ان کو کسی کام یا مزدوری یا خدمت میں نفقہ کے واسطے لگائے (خلاصہ)

نابالغ اولاد سے کسب و مزدوری کرانے کی تفصیل

اگر باپ نرینہ اولاد کو کسی کام میں لگائے، اور وہ کچھ پیدا کریں تو ان کے پیدا کردہ کسب سے ان پر (اوسط درجہ)

انکار کرے تو اس کو اس پر مجبور کیا جاوے گا، حتیٰ کہ قید بھی کیا جا سکتا ہے (محیط) اور اگر شخص مذکور کسب کرنے پر قادر نہ ہو تو قاضیٔ وقت اس کا نفقہ مقرر و معین کر کے اس کی ماں کو حکم دے گا کہ مقرر و معین شدہ مقدار قرض لے کر اس پر خرچ کرے اور پھر جب باپ آسودہ حال ہو جائے، تو اس سے واپس لے کر قرض ادا کر دے اسی طرح اگر باپ کو اس قدر ملتا ہے کہ لڑکوں پر خرچ کر سکتا ہے، مگر خرچ کرنے سے انکار کرتا ہے تو قاضی اس پر نفقہ مقرر و معین کر دے گا اور اولاد کی ماں اس سے وصول کر لے گی، اور اسی طرح اگر قاضی نے اولاد کے باپ پر نفقہ مقرر و معین کر دیا مگر اس نے اولاد کو بلا نفقہ چھوڑ دیا اور قاضی کے حکم سے ماں نے قرضہ لے کر اولاد پر خرچ کیا تو جس قدر قاضی نے مقرر کیا ہے اتنا اولاد کے باپ سے وصول کر سکتی ہے

اولاد کا نفقہ نہ دینے میں باپ قید بھی کیا جا سکتا ہے

اگر باپ اولاد کا نفقہ نہ دے تو (قاضی کے پاس پہلی ہی بار کے دعویٰ کرتے ہیں) قید کیا جا سکتا ہے اگرچہ دوسرے قرضوں کے بارے میں (پہلی بار کے دعوی میں) قید نہ کیا جائے (یہ اولاد کے نفقہ کی خصوصیت ہے) اور اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ باپ پر مقرر کر دیا اور قرض لینے کی اجازت بھی ماں کو دیدی، مگر ماں نے قرض نہیں لیا اور بچوں نے لوگوں سے بھیک مانگ کر اپنی اوقات بسر کر لی تو ماں اس صورت میں باپ سے کچھ مطالبہ نہیں کر سکتی، اور اگر اولاد کو بھیک مانگنے میں مثلاً اپنے نصف اخراجات کی مقدار ملا تو یہ نصف مقدار باپ کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی اور باقی نصف کے واسطے قرض لینا صحیح ہوگا (غرض جو مقدار بھیک مانگنے میں حاصل ہو جائے گی وہ ساقط ہو جائے گی اور باقی کے لئے قرض لینا صحیح ہوگا (مترجم)

اولاد کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے نفقہ کا بیان

اور اسی طرح اولاد کے علاوہ دوسرے محرم رشتہ داروں کا نفقہ، جیسے ماں، باپ، بھائی، بہن وغیرہ کا نفقہ اگر بذریعہ قاضی یا حاکم کسی شخص پر عائد و مقرر کیا گیا، لیکن ان لوگوں نے بھیک مانگ کر یا لوگوں سے صدقہ و خیرات لے کر اپنی گذر بسر کر لی تو جس پر عائد کیا گیا تھا اس سے کچھ وصول نہیں کر سکتے (قاضی خاں) اگر قاضی نے اولاد کا نفقہ ان کے باپ پر لازم کر دیا اور ان کی ماں کو باپ کے نام پر قرض لے کر ان پر خرچ کرنے کا حکم دیدیا اور عورت مذکور (بچوں کی ماں) نے قرض لیکر ان پر خرچ کیا یہاں تک کہ عورت مذکور کے لئے یہ حق ہو گیا کہ ان بچوں کے باپ سے واپس لے لے مگر باپ ادا کرنے سے قبل انتقال کر گیا تو آیا اس عورت کو اب بھی اختیار رہے یا نہیں کہ اگر اس شخص نے (باپ نے) ترکہ چھوڑا ہے تو اس کے ترکہ میں سے وصول کرے تو اصل (مبسوط امام محمدؒ) میں مذکور ہے کہ ترکہ میں سے وصول کر سکتی ہے اور یہی قول صحیح ہے، اور اگر قاضی (حاکم وقت) نے عورت کو قرضہ لینے کا حکم نہ دیا ہو مگر عورت نے قرضہ لے کر ان بچوں پر خرچ کر دیا پھر باپ ادا کرنے سے قبل فوت ہو گیا، اگرچہ اس نے ترکہ میں مال چھوڑا ہو، تب بھی بالاتفاق ائمہ عورت مذکورہ اس ترکہ میں سے اپنا قرض دینے کے لئے کچھ نہیں وصول کر سکتی، نہ بقدر قرضہ نہ کم نہ زیادہ (ذخیرہ)

اگر بچہ کی ملک میں ذاتی مال ہو تو بچہ کے دودھ چھڑانے کے لائق ہونے پر بچہ کا دودھ چھڑانے کے بعد بچہ کا نفقہ اسی کے مال میں سے واجب ہوگا (محیط) اور اگر بچہ کا مال ہو مگر اس کے پاس نہ ہو دوسری جگہ ہو اور غائب مال کی طرح ہو تو باپ کو حکم دیا جائے گا کہ اس بچہ کو نفقہ دے اور بعد میں اس کے مال سے وصول کر لے پس اگر باپ نے قاضی کے حکم و تجویز کے بغیر از خود اس کو نفقہ دیا ہے تو اس کے مال سے قضاءً وصول نہیں کر سکتا، لیکن اگر باپ نے پہلے ہی گواہ بنا لیا ہو کہ میں اس شرط پر نفقہ

میں سے فقط وہ اولاد جو فقیر ہوں اور کسب سے عاجز و معذور بھی ہوں، پھر اس میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر اس غائب شخص کا مال خود ان لوگوں کے پاس موجود ہوا اور ان کا نسب مشہور و معروف ہو یا قاضی کو خود معلوم ہو تو قاضی ان لوگوں کو بدرجۂ اوسط وکفایت خرچ لینے کا حکم دیدے گا اور اگر ایسا نہ ہو تو قاضی حکم نہ دے گا اگرچہ ان میں سے کوئی درخواست کرے کہ وہ قاضی کے سامنے گواہوں کے ذریعہ سے نسب ثابت کرے گا تو قاضی ان کو منظور نہ کرے گا اور ان کی طرف سے یہ گواہ مقبول نہ ہوں گے اور اگر وہ مال خود ان لوگوں کے پاس موجود و حاضر نہیں ہے، بلکہ دوسرے لوگوں کے پاس بطور امانت و ودیعت ہے اور وہ دوسرا شخص جس کے پاس مالِ امانت ہے وہ اقرار کرتا ہو تو قاضی ان لوگوں کے لئے حکم دے گا کہ وہ لوگ اس میں سے بقدر کفایت خرچ کریں، اسی طرح اگر اس غائب کا مال کسی پر قرضہ ہو اور وہ قرض دار اقرار بھی کرتا ہو، تو بھی قاضی خرچ کرنے کا حکم دیدے گا، اور اگر ودیعت والا شخص یا قرض دار منکر ہو اور اقرار نہ کرتا ہو اور یہ لوگ درخواست کریں کہ ہم بذریعہ گواہوں کے استحقاق ونسب ثابت کریں گے تو قاضی ان گواہوں کی سماعت نہ کرے گا اور یہ سب حکم اس وقت ہے جب مال مذکور نفقہ کی جنس سے ہو یعنی نقد روپیہ یا اشرفی یا از قسم غلہ ہو، یا ایسے کپڑوں کی قسم سے ہو جو نفقہ میں دیئے جاتے ہوں (بدائع)

اگر غائب شخص کا مال اس کے والدین یا لڑکے یا بیوی کے پاس ہوا اور وہ مال اسی قسم کے مالوں میں سے ہوں جو نفقہ میں دیئے جاتے ہوں (یعنی جنس نفقہ سے ہوں) اور وہ لوگ خرچ کرلیں تو اس کی گنجائش ہے ان لوگوں پر کوئی ضمان تاوان نہیں آئے گا، اور اگر وہ مال ان لوگوں کے پاس نہ ہو، کسی دوسرے شخص کے پاس ہوا اور اس نے قاضی کے حکم سے دیا ہے، اور ان لوگوں نے خرچ کرلیا ہے تو اس دینے والے شخص پر کچھ ضمان نہ ہوگا اور اگر بغیر حکم قاضی دیدیا ہے تو وہ دینے والا ضامن و ذمہ دار ہوگا، اور یہ حکم اس وقت ہے جب وہ مال جس کو غائب شخص چھوڑ گیا ہے، ان ہی کے حق جنس سے ہو، یعنی نفقہ ہی میں دیئے جانے والے مالوں میں سے ہو اور اگر وہ مال ان کے حق کے جنس سے نہ ہو اور وہ لوگ اس میں سے کچھ مال اپنے نفقہ و خرچ کے لئے فروخت کرنا چاہیں تو سوائے محتاج لڑکے کے کسی اور کو اس غائب شخص کے مال کو فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہے خواہ عقار (جائداد غیر منقولہ) کو فروخت کرنا چاہتے ہوں، یا عروض (اشیاء منقولہ) وسامان وغیرہ کو فروخت کرنا چاہتے ہوں البتہ محتاج باپ کو استحساناً یہ اختیار ہے کہ وہ لڑکے کے اشیاء منقولہ کو اپنے نفقہ کے لئے فروخت کرسکتا ہے اور اشیاء غیر منقولہ (عقار) کو باپ بھی فروخت نہیں کرسکتا، لیکن اگر وہ نابالغ لڑکا غائب ہوا اور عقار کے ضائع و تلف ہونے کا خطرہ ہو تو حفاظت کی خاطر باپ اس کو بیچ سکتا ہے یہ قول امام ابوحنیفہ رح کا کتاب المفقود میں منقول ہے،

نفقہ میں کلی قاعدہ

اور تمام مشائخ رح کا اس پر اتفاق ہے کہ جس شخص پر نفقہ واجب ہو اگر وہ خود حاضر ہو تو کسی دوسرے شخص کو اس کے عقار (جائداد غیر منقولہ) یا عروض (اشیاء منقولہ) کے فروخت کرنے کا حق نہیں ہے (محیط) اور اگر باپ فوت ہو جائے، اور نابالغ اولاد اور بہت سارا مال چھوڑے تو اولاد کا نفقہ ان کے ہی حصوں میں سے ہوگا اور اسی طرح ہر مستحق نفقہ جو وارث نہ بھی ہو تو اس کا نفقہ اس کے حصۂ میراث ہی میں سے ہوگا اور اسی طرح میت کی زوجہ کا نفقہ بھی اس کے حصۂ میراث سے ہی ہوگا خواہ وہ بیوہ حاملہ ہو یا غیر حاملہ،

میت کے وصی کے احکام

پھر اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اگر میت نے کسی شخص کو اپنا وصی (انتظام میں نائب قائم مقام) مقرر کردیا ہے، جب تو وصی ان نابالغ اولاد کو ان کے حصوں میں سے نفقہ دے گا اور اگر کسی کو وصی نہیں مقرر کر گیا ہے تو قاضی وقت مال کی تنگی و وسعت کے اعتبار سے ان نابالغ اولاد میں سے ہر ایک کیواسطے

میں خرچ کرے اور جو باقی بچے اس کو محفوظ رکھے اور جب وہ بالغ ہوں تو ان کی دوسری املاک کی طرح اس کو بھی انہیں واپس کرے، اس خرچ سے بچے ہوئے مال کا بھی وہی حکم ہے جو ان کے ذاتی دوسرے املاک کا حکم ہے،

اور اگر باپ فضول خرچ اور مصرف ہو بے جا خرچ کرتا ہو اور امانت داری کے لائق نہ سمجھا جاتا ہو تو قاضی وقت یہ مال اس کے قبضہ سے لے کر اپنے امین کے پاس امانۃً رکھ لے گا اور وہ جب بالغ ہو جائیں گے تو ان کے سپرد کر دے گا (محیط) اور امام حلوائی رحمۃ فرمایا ہے کہ اگر نابالغ بزرگوں اور معظم لوگوں کی اولاد سے ہو اور لوگ اس کو مزدوری و اجرت پر نہ لیتے ہوں تو وہ عاجزوں میں شمار ہوگا، اسی طرح طالب علم دین اگر کسب کرنے سے عاجز ہوں، یعنی ان کو کسب مزدوری کا موقعہ نہ ملتا ہو تو ان کے باپ کے ذمہ سے ان کا نفقہ (واجبی خرچ) ساقط نہ ہوگا بشرطیکہ علوم شرعیہ کی تحصیل میں مشغول ہیں، فقط خلافیات رکیلا اور ہذیانات فلاسفہ میں مشغول نہ ہوں اور ساتھ ہی ساتھ ان میں رشد و ہدایت کے آثار بھی پائے جاتے ہوں اور اگر ان کا ایسا حال نہ ہو تو ان کے باپ پر نفقہ دینا واجب نہ ہوگا (وجیز کردری)

اور اگر نابالغ لڑکیوں کی ملک میں اپنا ذاتی مال نہ ہو تو جب تک شادی بیاہ ہو کر وہ اپنے گھر نہ چلی جائیں ان کا نفقہ ان کے باپ دادا پر مطلقاً واجب رہتا ہے اور ماں اور باپ پر بالغ اولاد کا خرچہ (نفقہ) واجب نہیں ہوتا لیکن وہ اپاہج یا دائم المریض ہونے کی وجہ سے کسب پر قادر نہ ہوں اور جو اولاد کام اور کسب پر قدرت تو رکھتی ہو، لیکن اچھی طرح انجام نہ دے پاتی ہو، نقصان و خسارہ اٹھاتی ہو تو وہ عاجز کے حکم میں ہے (قاضی خاں)

اور لڑکے کی بیوی کا نفقہ لڑکے کے باپ پر واجب ہوگا اگر لڑکا نابالغ فقیر ہو یا لنجا دائم المریض ہو اس لئے کہ یہ نفقہ بھی لڑکے کی کفایت کے درجہ کے اور اوسط درجہ کے نفقہ میں شمار ہے، اور مبسوط میں مذکور ہے کہ بیٹے کی زوجہ کے نفقہ میں باپ پر جبر نہیں کیا جا سکتا اسی طرح اختیار شرح مختار میں بھی ہے،

اگر نابالغ مرد لنجا دائم المریض ہو یا اس کو گٹھیا ہو یا دونوں ہاتھ شل ہوں کہ ان سے کام نہیں کر سکتا یا معتوہ یا مفلوج ہو تو اگر اس کے کچھ ذاتی مال ہو تو نفقہ اسی کے مال سے واجب ہوگا اور اگر اس کے کچھ مال نہ ہو اور اس کی ماں اور باپ دونوں مالدار ہوں تو اس کا نفقہ باپ پر واجب ہوگا اور جب وہ قاضی کے یہاں درخواست کرے کہ میرا نفقہ میرے باپ پر مقرر و معین کر دیا جائے اور قاضی اس کا نفقہ اس کے باپ پر لازم و معین کر دے تو جو مقدار قاضی مقرر کرے گا باپ وہ مقدار اس لڑکے کو دیدے گا (محیط)

اور اگر شوہر سے اس کی بیوی نے نابالغ اولاد کے نفقہ میں صلح کر لی تو یہ صلح صحیح متصور ہوگی خواہ باپ تنگ دست ہو، یا مالدار خوش حال ہو، البتہ یہ دیکھا جائے گا کہ جس مقدار پر صلح ہوئی ہے اگر وہ مقدار ان کے نفقہ سے زائد ہو اور فقط اتنی زائد ہو کہ لوگ اندازہ کرتے میں عموماً اتنی مقدار کا خسارہ و نقصان برداشت کرتے ہیں یا اس طور پر ہو کہ از کم دو اندازہ کرنیوالوں کے اندازہ کے اندر داخل ہو، جو بقدر کفایت نفقہ کا اندازہ کر رہے ہوں تو ایسی زیادتی معاف اور معتبر ہے، اور اگر یہ زیادتی ایسی زیادتی ہو، جو اندازہ کرنیوالوں کے اندازہ سے زائد و باہر ہو تو یہ زیادتی شوہر کے ذمہ سے ساقط کر دی جائے گی اور اگر یہ صلح کم مقدار پر ہوئی ہو اور کمی ایسی ہو کہ ان کے نفقہ کے لئے کافی نہ ہو گی تو ان کی کفایت کی مقدار زیادہ کر دی جائے گی (محیط)

غائب شخص پر نفقہ کی تفصیل

اور اگر کوئی غائب شخص ہو اور اس کا مال موجود حاضر ہو تو قاضی چند قسم کے آدمیوں کے سوا اور کسی کو اس میں سے خرچ کرنے کی اجازت نہ دے گا اور وہ چند قسم کے آدمی یہ ہیں، ماں، باپ، نابالغ اولاد خواہ مذکر ہوں یا مؤنث اور بالغ اولاد مؤنث بشرطیکہ یہ سب فقیر ہوں اور بالغ مذکر اولاد

گا (عنایہ) اور امام ابو یوسف رحمہ سے جو روایت منقول ہے اس میں مذکور ہے کہ مال دار ہونا یہ ہے کہ مالک نصاب ہو اور اسی پر فتوی ہے، اور نصاب سے وہ نصاب مراد ہے جس کے موجود ہونے پر صدقہ زکوٰۃ مانگنے کا استحقاق نہ رہے (ہدایہ)

اور اگر اولاد میں مذکر مؤنث دونوں ہوں اور دونوں مال دار ہوں تو والدین کا نفقہ دونوں فریق پر برابر عائد ہوگا ظاہر الروایۃ یہی ہے اور اسی کو فقیہ ابو اللیث سمرقندی نے لیا ہے اور اسی پر فتوی ہے مناسب ہے (وجیز کردری) اور اگر فقیر باپ کے دو لڑکے ہوں ایک بہ نسبت دوسرے کے زیادہ مال دار ہو دوسرا فقط نصاب کا مالک ہے تو بھی اس کا نفقہ دونوں پر یکساں واجب ہوگا اور اسی طرح ایک لڑکا مسلمان ہو اور دوسرا ذمی ہو تو بھی نفقہ دونوں پر برابر عائد ہوگا (فتاویٰ قاضیخان)

اور شمس الائمہ رحمہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے مشائخ رحمہ کا قول یہ ہے کہ دونوں پر یکساں و برابر نفقہ اسی وقت واجب ہوگا جب دونوں کی مال داری میں بہت کم اور معمولی سا فرق ہو، اور اگر دونوں کی مال داری میں زیادہ فرق ہو اور فرق کھلا ہوا ہو، تو واجب ہے کہ دونوں پر اسی نسبت سے نفقہ مقرر کیا جاوے اور تفاوت رکھا جاوے (ذخیرہ)

منجانب قاضی دونوں پر نفقہ مقرر و معین ہونے کے باوجود اگر ان میں سے ایک نفقہ دینے سے انکار کرے اور نہ دے تو قاضی دوسرے کو حکم دے گا کہ وہی پورا نفقہ باپ کو دے اور پھر بقدر حصہ دوسرے سے جس نے نہیں دیا ہے وصول کرلے

اور اگر کسی تنگ دست و محتاج شخص کی بیوی موجود ہو اور اس کے بالغ مال دار لڑکوں کی یہ ماں نہ ہو تو ان کو اس کا نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا، لیکن اگر ایسی صورت ہو ام ولد یا باندی ہو تو بھی ان کو نفقہ دینے پر مجبور نہ کیا جائے گا،

لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ باپ اس درجہ مریض یا ایسا ضعیف ہو کہ اپنی ذاتی خدمت کے لئے کسی خادمہ کا محتاج ہو اور وہ اس کے ضروری کام انجام دے سکے اور خدمت کر سکے تو ان لڑکوں پر اس خادمہ کا نفقہ بھی واجب ہوگا اور دینے پر مجبور کیا جائے گا خواہ یہ خادمہ اس باپ کی منکوحہ ہو یا باندی ہو (محیط)

اور اگر محتاج تنگ دست باپ کے نابالغ فقیر اولاد ہو یعنی ان کے پاس ذاتی سرمایہ بھی نہ ہو کہ اس سے ان کا خرچہ پورا ہو سکے، اور کچھ بالغ مال دار اولاد ہو تو یہ مال دار اپنے فقیر باپ اور اس کی نابالغ اولاد کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا (محیط)

اور اگر ماں فقیر ہو تو لڑکے پر اس کا لازم ہے اگرچہ لڑکا خود بھی تنگ دست ہو اور ماں لنج و اپاہج ہو اور اگر لڑکے کو صرف اتنی قدرت ہے کہ ماں باپ میں سے صرف ایک کی کفالت کر سکتا ہے دونوں کو نفقہ نہیں دے سکتا تو ماں زیادہ مستحق قرار دی جائے گی، اور اگر کسی شخص کے باپ اور بیٹا دونوں محتاج ہوں اور وہ شخص فقط ایک کے نفقہ کی استطاعت رکھتا ہے، تو صرف بیٹے کو دے گا اور اگر کسی کے والدین محتاج ہوں اور وہ ان میں سے کسی کو نفقہ دینے کی استطاعت نہیں رکھتا ہے تو جو کچھ وہ خود کھاتا ہے اسی میں سے ان کو بھی کھلائے یعنی یہ دونوں بھی اسی کے ساتھ کھائیں گے،

اور اگر بیٹا مال والا ہے اور باپ محتاج ہے اور باپ کو بیوی کی ضرورت ہے تو بیٹے پر واجب ہے کہ اس کا نکاح کر دے یا اس کے لئے باندی خرید دے، اور اگر باپ کی دو بیویاں، یا زیادہ ہوں اور لڑکا مال دار ہے، تو اس پر فقط اس کی بیوی کا نفقہ واجب ہوگا اور وہ نفقہ یہ لڑکا باپ کو دیدے گا اور پھر یہ باپ ان پر برابر تقسیم کر دے گا (جوہرہ نیرہ)

امام ابو یوسف رحمہ نے فرمایا ہے کہ اگر فقیر لڑکا کسب و کمائی کرتا ہو، اور باپ اپاہج لنجا ہو تو وہ بیٹے کی مزدوری میں مناسب طور پر شریک ہوگا اس لئے کہ اگر وہ اس کو شریک نہ کرے گا تو اس کے ہلاکت و تلف ہو جانے کا اندیشہ ہے اور امام خصاف رحمہ نے باب ادب القاضی میں ذکر کیا ہے کہ اگر باپ فقیر ہو اور کسب کے لائق نہ ہو اور بیٹا بھی فقیر ہے مگر بیٹا کسب کرتا

ان کی ضرورت کے مطابق نفقہ مقرر کر دے گا اور نابالغ کے لئے اگر خادم و غلام کی ضرورت ہوگی تو خادم بھی خرید دے گا، اس لئے کہ غلام و خادم بھی ان کے مصالح میں سے شمار ہے اور ایسے ہی ہر چیز کا حکم جو ان کے مصالح میں سے ہو یہی ہے، کہ قاضی اس کے حصے سے اس کے لئے خرید دے،

اور اگر میت نے کسی کو اپنا وصی نہیں مقرر کیا ہے اور اس کی اولاد میں صغیر و کبیر (نابالغ و بالغ) دونوں موجود ہیں تو ان میں سے ہر ایک کا نفقہ ان کے حصۂ میراث سے ہوگا اور اسی تفصیل سے جس کو ہم پہلے بیان کر آئے ہیں اور قاضی ان کے لئے ان مال میں ایک وصی (ذمہ دار و نگران) مقرر کر دے گا،

اور اگر شہر میں (یعنی اس خطہ میں) کوئی قاضی نہ ہو اور کبیر (بالغ اولاد) نے ان نابالغوں کو ان کے حصہ میں نفقہ دیدیا تو وہ دینے والے ضامن ہوں گے مگر یہ حکم قضاءً ہے ورنہ دیانۃً اور فیما بینی و بین اللہ ضامن نہ ہوں گے (ذخیرہ) ہمارے مشائخ نے فرمایا ہے کہ مثلاً دو شخص سفر میں ہوں اور ان میں سے ایک پر بے ہوشی طاری ہوگئی اور دوسرے نے اس بے ہوش کے مال سے اس کی ضرورت میں خرچ کیا تو استحساناً ضامن نہ ہوگا، اور اسی طرح اگر ایک مرگیا اور دوسرے نے اسی کے مال سے اس کی تجہیز و تکفین کردی تو بھی استحساناً ضامن نہ ہوگا اور یہی حکم ماذون (بیع و شراء کی اجازت یافتہ غلام) غلاموں کا بھی ہے کہ اگر دوسرے شہر (آبادی) میں ہوں اور ان کا مولیٰ فوت ہوگیا اور انہوں نے راستہ میں خرچ کیا تو ضامن نہ ہوں گے مگر قضاءً ضامن ہوں گے (خلاصہ)

اور اگر بالغ اور بڑی اولاد نے چھوٹی اور نابالغ اولاد پر خرچ کیا اور اس کا اقرار نہ کیا اور نہ کچھ حساب دیا لیکن جسقدر نابالغ کا حصہ باقی ہے اس کا اقرار کیا تو امید ہے کہ کبیر (بالغ) پر کچھ ضمان نہ آوے گا اسی طرح اگر کوئی شخص فوت ہوگیا اور کسی کو اپنا وصی مقرر نہیں کیا اور اس کی نابالغ اولاد موجود ہے، اور اس کا کچھ مال (سرمایہ) کسی دوسرے شخص کے پاس ودیعت و امانت ہے تو اس امین کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اس امانت رکھنے والے (مودع) کی اولاد کو اس میں سے از خود نفقہ دے اور میت کے مال میں سے محسوب کرے، لیکن اس کے باوجود بھی اگر اس امین نے میت کا سب مال ان کو نفقہ میں دیدیا اور پھر قسم کھائی کہ مجھ پر اب میت کا کچھ مال نہیں ہے تو امید ہے کہ آخرت میں اس سے کچھ مواخذہ نہ ہوگا (بشرطیکہ صحیح قسم کھائی ہو اور دیانت و انصاف سے ان پر خرچ کیا ہو (وجیز کردری)

پانچویں فصل

ذوی الارحام کے نفقہ کے بیان میں

(ذوی الارحام ایسے رشتہ دار کو کہتے ہیں جن سے رحمی تعلق بھی ہو یعنی کسی نسل میں دونوں کا رحم مادر مشترک ہو جاتا ہو۔ مترجم) ماں دار بیٹا اپنے محتاج والدین کو نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا، خواہ دونوں مسلمان ہوں، یا ذمی ہوں، خواہ دونوں کسب و کمائی کرنے پر قادر ہوں یا نہ ہوں، ہاں اگر والدین حربی (دارالحرب میں رہنے والے) ہوں اور فقط امان لیکر دارالاسلام میں آئے ہوں تو ان کا یہ حکم نہیں ہے، اور مال دار بیٹے کے ساتھ والدین کا نفقہ دینے میں کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے

تو نفقہ محض لڑکے پر ہوگا، اگرچہ دونوں قرب و بعد میں برابر ہیں، لیکن لڑکے کو اس تاویل کی وجہ سے ترجیح دی جائے گی جو اس شخص کو لڑکے کے مال میں (روایت میں) ثابت ہے (یعنی انت ومالک لابیک الحدیث) اور اگر اس شخص کے دادا و پوتا مالدار ہوں، تو نفقہ دونوں پر حق میراث کی مقدار پر واجب ہوگا یعنی دادا پر فقط نفقہ کا ایک چھٹا (۱/۶) حصہ واجب ہوگا اور بقیہ کل پوتے پر واجب ہوگا،

اور اگر اس کے ایک لڑکی اور ایک حقیقی بہن ہو اور وہ دونوں مالدار ہوں تو نفقہ صرف لڑکی پر واجب ہوگا اگرچہ میراث میں دونوں برابر ہوں گی، اسی طرح اگر اس شخص کے ایک لڑکا نصرانی ہو (یعنی غیر مسلم ہو) اور اس کا ایک بھائی مسلمان ہو اور وہ دونوں مالدار ہوں تو نفقہ فقط لڑکے پر واجب ہوگا اگرچہ میراث فقط مسلمان (بھائی) کو ملے گی، اور اسی طرح جب اس کے ایک لڑکی اور ایک مولیٰ عتاقہ (آزاد کردہ غلام یا باندی) ہو اور وہ دونوں مالدار ہوں تو نفقہ محض لڑکی پر واجب ہوگا اگرچہ دونوں میراث میں برابر ہوں گی، اسی طرح جب کوئی عورت محتاج تنگ دست ہو اور اس کے ایک لڑکی اور ایک حقیقی بہن ہو اور دونوں مالدار ہوں تو نفقہ محض اس کی لڑکی پر واجب ہوگا اگرچہ دونوں میراث میں شریک ہوں گی (محیط)

اور اگر کسی محتاج و معذور شخص کے ماں اور دادا ہو تو اس کا نفقہ ان دونوں پر ان دونوں کی میراث کی مقدار کے مطابق تین حصہ کر کے واجب ہوگا ایک حصہ (ایک تہائی) ماں پر اور دو حصہ (دو تہائی) دادا پر، اور اسی طرح اس کے لئے ماں اور حقیقی بھائی، یا حقیقی بھتیجا، یا حقیقی چچا، یا کوئی ایک شخص عصبہ نسبی میں سے ہو تو نفقہ فقط دو پر ان کے میراث کی مقدار کے مطابق تین حصہ کر کے واجب ہوگا ایک حصہ (۱/۳) ماں پر اور دو حصہ (۲/۳) اس کے عصبہ پر واجب ہوگا، اور اگر اس محتاج و معذور کا دادا اور دادی دونوں مالدار ہوں، تو نفقہ ان دونوں پر چھ (۶) حصہ کر کے ایک حصہ دادی پر اور بقیہ دادا پر واجب ہوگا اور اگر اس کے حقیقی چچا اور حقیقی پھوپھی مالدار ہوں تو نفقہ فقط چچا پر عائد ہوگا نہ کہ پھوپھی، اسی طرح اگر حقیقی چچا اور حقیقی ماموں ہو تو نفقہ محض چچا پر ہوگا اور اگر اس کی حقیقی پھوپھی اور حقیقی ماموں مالدار ہوں تو نفقہ دونوں میں تین سہام کر کے دو سہم پھوپھی پر اور ایک سہم ماموں پر واجب ہوگا، اسی طرح اگر حقیقی خالہ (ماں کی حقیقی بہن) ہوں تو نفقہ ایک تہائی خالہ پر اور دو تہائی ماموں پر ہوگا،

اور اگر اس کا حقیقی ماموں اور حقیقی چچا کا لڑکا مالدار ہو تو نفقہ صرف ماموں پر عائد ہوگا اگرچہ میراث کل تنہا چچا کے لڑکے کو بوجہ عصبہ ہونے کے پہونچ جائے، اس لئے کہ نفقہ واجب ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ شخص جس پر نفقہ عائد ہو رہا ہے وہ ذو رحم محرم میراث کا بھی اہل ہو، پس اگر ذو رحم ہے مگر محرم نہیں ہے، جیسے چچا کا لڑکا، یا محرم ہو مگر غیر ذی رحم ہو، جیسے دودھ شریک بھائی، یا دودھ شریک بہن، یا ذو رحم تو ہو مگر یہ حرمت قرابت سے نہ ہو (بلکہ کسی اور وجہ سے ہو مثلاً رشتۂ رضاعت سے ہو) جیسے چچا کا لڑکا[1] جو رضاعی (دودھ شریک) بھائی بھی ہو، تو ان پر نفقہ واجب نہ ہوگا (شرح طحاوی)

اور اگر کسی محتاج معذور کے تین متفرق بھائی مالدار ہوں (ایک حقیقی[2]، ایک علاتی[3] ایک اخیافی[4])، تو اس کا نفقہ عینی (حقیقی) بھائی پر اور اخیافی بھائی پر واجب ہوگا، چھ حصہ کر کے ایک حصہ اخیافی بھائی پر اور پانچ حصہ حقیقی بھائی پر

---

[1] کیوں کہ یہ چچا کا لڑکا اگرچہ ذو رحم ہے مگر اس کی حرمت رشتۂ رحمی سے اور قرابت رحمی سے نہیں ہے بلکہ رشتۂ رضاعت سے ہے پس محرم تو ہوا مگر قرابت سے نہیں، اور قرابت سے بھی محرم ہونا شرط ہے، [3] علاتی فقط باپ شریک بھائی [4] اخیافی فقط ماں شریک بھائی [2] حقیقی و عینی دو بھائی جن کے ماں باپ دونوں ایک ہی ہوں، ۱۲

اور باپ کو نہیں دیتا تو اگر باپ قاضی کے شکایت کرے کہ میرا بیٹا اس قدر کماتا ہے کہ اس میں سے مجھے بھی دے سکتا ہے، تو قاضی اس بیٹے کی کمائی و کسب کو دیکھے گا اگر اس کے کسب میں اس کے روزمرہ کے خرچ سے کچھ زیادہ دیکھے گا تو اس میں سے باپ کو بھی دینے پر مجبور کرے گا، اور اگر اس کے روزمرہ کے خرچ سے کچھ فاضل نہ دیکھے گا تو لڑکے پر کچھ دینا واجب نہ کرے گا، یہ حکم قضاءً ہے ورنہ دیانۃً حکم دیا جائے گا کہ باپ کو بھی ساتھ میں کھلائے، اور یہ حکم اس وقت ہے، جب بیٹا غیر شادی شدہ اور تنہا ہو، اور اگر بیٹے کے بیوی بچے ہوں تو بیٹے کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے باپ کو بھی اپنے اہل و عیال میں داخل کرلے اور مثل اپنے عیال کے ایک اس کو بھی قرار دے لے، مگر اس کو مجبور نہ کیا جائے گا کہ باپ کو بھی کچھ علیحدہ دیا کرے

اور اگر باپ کھانے کمانے کے لائق ہو، تو لڑکے کو کسب کرنے اور نفقہ دینے پر مجبور کیا جائے گا، یا نہیں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اور بعض مشائخ رحمہم نے فرمایا ہے کہ جبر کیا جائے گا (محیط) اور دادا کے حق میں استحقاق نفقہ کے لیے ظاہر روایت کے مطابق صرف فقیر و محتاج ہونے کا اعتبار ہے (کمانے اور کسب کرنے کے قابل نہ ہونے کا اعتبار نہیں ہے) جیسا کہ باپ کے حق میں گذر چکا اور نانا کا بھی مثل دادا کے ہے اور دادیاں و نانیاں بھی مستحق نفقہ ہوتی ہیں، اور دادی و نانی کے استحقاق نفقہ کے لیے وہی شرطیں و قیدیں معتبر ہیں، جو دادا و نانا کے حق میں ہیں (محیط)

اور نفقہ ہر ذی رحم[1] محرم کے لیے واجب و ثابت ہوتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ وہ ذی رحم محرم محتاج و معذور ہو، جیسے نابالغ لڑکا جو فقیر ہو، یا بالغہ فقیر عورت ہو، یا بالغ مرد ہی ہو لیکن اپاہج لنجا یا اندھا ہو اور یہ نفقہ مقدار میراث کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے، اور ان لوگوں پر خرچ کرنے کے لیے مجبور کیا جائے گا (ہدایہ) اور مقدار میراث کا درحقیقت ہر وقت متعین و معلوم ہونا شرط نہیں ہے، بلکہ فقط وراثت کی اہلیت کا ہونا شرط ہے (نقایہ)

اور اگر ذوی الارحام مال دار ہوں تو ان کیواسطے نفقہ دینے کا حکم کسی پر نہ کیا جائے گا، اسی طرح جو ذوی الارحام بالغ مرد ہوں، اور تندرست ہوں ان کے نفقہ کیواسطے بھی کسی پر حکم نہ دیا جائے گا اگرچہ سرپرست فقیر ہی کیوں نہ ہوں، ذوی الارحام عورتیں اگرچہ بالغ ہوں اور تندرست ہوں ان کے لیے نفقہ دینا واجب ہوتا ہے بالخصوص جب وہ نفقہ کی محتاج ہوں (ذخیرہ)

اور زوجہ کو نفقہ دینے میں شوہر کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے گا، اگر عورت کا شوہر تنگ دست ہو اور اس کا بیٹا جو دوسرے شوہر سے ہو، اگرچہ مال دار ہو، اسی طرح باپ بھائی ہوں اور اگرچہ مال دار ہوں، مگر اس عورت کا نفقہ محض شوہر پر واجب ہے گا ان لوگوں پر واجب نہ ہوگا، لیکن ان کو یہ حکم دیا جائے گا، کہ اس عورت کو بروقت نفقہ دیں اور جب اس کا شوہر آسودہ حال ہو جاوے، تو اس سے وصول کرلیں (بدائع)

اور اگر کسی محتاج شخص کا باپ اور پوتا دونوں مال دار ہوں تو اس کا نفقہ اس کے باپ پر واجب ہوگا اور کسی فقیر و محتاج شخص کی لڑکی اور پوتا دونوں مال دار ہوں تو اس کا نفقہ محض لڑکی پر واجب ہوگا اگرچہ میراث دونوں کو پہونچتی ہے اور اگر کسی فقیر و محتاج شخص کی نواسی یا نواسا یعنی لڑکی کی لڑکی، یا لڑکی کا لڑکا اور اس کا حقیقی بھائی (جو ایک ہی ماں باپ سے کیوں نہ ہو) یہ دونوں مال دار ہوں تو اس کا نفقہ لڑکی کی اولاد پر عائد ہوگا، خواہ وہ مذکر ہوں یا مونث اور اگرچہ میراث کا مستحق محض سگا بھائی ہوگا یہ دختر (لڑکی) کی اولادیں نہ ہوں گی، اور اگر اس محتاج و فقیر شخص کے باپ اور بیٹا دونوں مال دار ہوں

---

[1] ذی رحم رحم برابیا رشتہ دار جس سے کسی درجہ میں رحم مشترک ہو اور نکاح ہمیشہ کے لیے ان سے حرام ہو۔ ۱۲

اور اگر لڑکے پر باپ کے لیے روٹی کپڑا منجانب مقرر کر دیا گیا، اور لڑکے نے ایک ماہ کا نفقہ (خوراک) اور ایک سال کا کپڑا دیدیا
پھر باپ نے کہا کہ وہ ضائع یا گم ہو گیا تو اگر قرائن سے باپ سچا معلوم ہوتا ہو تو لڑکا دوبارہ دینے پر مجبور کیا جائے گا ایسا ہی حکم
تمام ذو رحم رشتہ داروں کا ہے (تاتارخانیہ)

اور اگر باپ محتاج و عاجز ہو اور بیٹا اس کو نفقہ دینے سے انکار کر رہا ہو اور وہاں کوئی قاضی و حاکم نہیں ہے، جس کے ذریعہ سے وصول کر سکے تو باپ کو جائز ہے کہ بیٹے کے مال سے چرا کر بقدر کفایت خرچ کرے، یا باپ اس میں گنہ گار ہو گا اور اگر وہاں قاضی وقت موجود ہو تو چرا کر خرچ کرنے سے گنہ گار ہو گا اور اگر مالدار بیٹے نے محض اس قدر نفقہ دیا ہو جو باپ کو کافی نہ ہو تو کفایت کرنے کی مقدار تک باپ کو خود لے لینا جائز ہے، مقدار کفایت سے زیادہ چرانے میں گنہ گار ہو گا اسی طرح جب باپ محتاج نہ ہو اور لڑکے پر اس کا نفقہ شرعاً واجب نہ ہو تو باپ کو بیٹے کا مال چرا کر لینا جائز نہیں ہے (بحر)

اور اگر باپ کے ملک میں ایک ہی مکان ایک ہی سواری ہو تو ہمارے مذہب (یعنی مذہب احناف) یہ ہے کہ بیٹے پر نفقہ مقرر و لازم کیا جائے گا، ہاں اگر مکان میں اس کی سکونت معتاد سے کچھ زائد مقدار ہو تو باپ کو حکم دیا جائے گا کہ فاضل حصہ فروخت کر کے اس کو اپنے اوپر خرچ کرے اور جب وہ خرچ ہو جائے اور مفلسی ابھی باقی رہے تو اب لڑکے پر اس کا نفقہ مقرر و لازم کر دیا جائے گا، اسی طرح اگر باپ کے پاس عمدہ بیش قیمت سواری ہو تو حکم دیا جائے گا کہ اس کو فروخت کر کے معمولی قیمت کی سواری خرید کر فاضل رقم سے اپنے اوپر خرچ کرے اور جب یہ رقم خرچ ہو جائے تو پھر بیٹے پر نفقہ مقرر کر دیا جائے گا اور اس حکم میں ماں باپ، اولاد اور سارے ذو رحم محرم رشتے یکساں ہیں سب کا حکم یہی ہے اور یہی صحیح مذہب ہے (ذخیرہ)

اختلاف اور دین کیساتھ وجوب نفقہ کا حکم

اور اختلاف دین کیساتھ نفقہ واجب نہیں ہوتا، لیکن بیوی، والدین، دادا، دادی، اور اولاد اور اولاد کی اولاد، خواہ مذکر ہوں، یا مؤنث، یہ لوگ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان کا حکم باوجود اختلاف دین کے واجب ہوتا ہے اور نصرانی پر مثلاً اس کے مسلمان بھائی کا اور مسلمان پر مثلاً اس کے نصرانی بھائی کا نفقہ واجب نہیں ہوتا (ہدایہ) مسلمان اور ذمی پر ان کے حربی[1] والدین کا نفقہ واجب نہیں ہوتا اگرچہ وہ دارالاسلام میں عارضی امن لے کر قیام پذیر ہی کیوں نہ ہوں (یعنی اگرچہ مستامن ہوں جب بھی واجب نہ ہو گا) اسی طرح وہ حربی عارضی اماں لیکر ہمارے دار (دارالاسلام) میں داخل ہوا ہو اپنے ان والدین کے نفقہ پر مجبور نہ کیا جائے گا جو والدین مسلمان ہوں یا ذمی[2] ہوں (محیط) اور تمام ذمی آپس میں نفقہ کے حکم میں بالکل مسلمانوں کی طرح ہیں اگرچہ ان کے مذہب آپس میں کچھ مختلف کیوں نہ ہوں (محیط یعنی ان پر ضروری ہے کہ نفقہ کے اندر ذمی التزام رکھیں جس طرح مسلمانوں پر لازم ہے) اور جب وہ ذمی اسلام قبول کرے اور اس کی بیوی اہل کتاب سے (نصرانی المذہب) نہ ہو اور اسلام لانے سے انکار کرے حتیٰ کہ ان دونوں میں تفریق و جدائی کر دی گئی ہو، تو اس عورت کے لئے عدت کے نفقہ کا استحقاق نہ رہے گا اور اگر محض عورت مسلمان ہوئی اور اس کے شوہر نے اسلام لانے سے انکار کیا اور دونوں میں تفریق کر دی گئی تو شوہر پر نفقہ، وسکنی (یعنی روٹی کپڑا اور رہنے کا مکان) عدت تک لازم رہے گا (مبسوط) اور اگر حربی مرد اور اس کی بیوی دونوں اماں لے کر دارالاسلام میں داخل ہوئے اور عورت نے قاضی کے

[1] حربی دارالحرب کا رہنے والا غیر مسلم [2] ذمی دارالاسلام کا غیر مسلم باشندہ ۱۲

حق وراثت کی مقدار سے واجب ہوگا اور اگر اس کے چچا و پھوپھی و خالہ مال دار ہوں تو نفقہ محض چچا پر واجب ہوگا اور چچا بھی فقیر ہو تو پھر نفقہ پھوپھی و خالہ پر برابر برابر واجب ہوگا،

نفقہ واجب ہونے میں قاعدہ کلیہ

اور اصل قاعدہ اس باب میں یہ ہے جو شخص عصبہ ہونے کی وجہ تمام میراث تنہا لینے والا ہو اگر وہ فقیر تنگ دست ہو تو اس کی مثل مردہ قرار دیا جائے گا، اور جب وہ مردہ قرار دید یا جائے گا تو اس کے بعد والے مستحقین وراثت پر ان کے استحقاق وراثت کے اعتبار سے نفقہ واجب کردیا جائے گا اور اگر شخص ایسا وارث ہو کہ تنہا تمام ترکہ جمع نہیں کرسکتا، بلکہ محض بعض وراثت کا حق دار ہے تو اس کو تنگ دستی کی صورت میں مثل مردہ نہیں قرار دیا جائے گا، بلکہ اس کے ساتھ بقیہ وارث ہونے والوں پر ان کے استحقاق وراثت کے اعتبار سے نفقہ واجب کردیں گے، اور اس قاعدہ کلیہ کی توضیح مثال کے طور اس طرح ہے کہ مثلاً ایک شخص عاجز تنگدست ہے، اور اس کا ایک بالغ بیٹا بھی تنگ دست معذور ہے، یا نابالغ ناقابل کسب و مزدوری ہے اور اس کے تین متفرق بھائی (ایک عینی، ایک علاتی، ایک اخیافی) مال دار ہیں تو اس عاجز و تنگ دست کا نفقہ اس کے حقیقی و اخیافی بھائی پر چھ برابر حصے کرکے واجب ہوگا ایک چھٹا حصہ اخیافی بھائی کے ذمہ اور بقیہ پانچ حصہ عینی بھائی کے ذمہ واجب ہوگا اور اس کے معذور محتاج بیٹے کا نفقہ تنہا اس کے حقیقی بھائی پر واجب ہوگا،

اور اگر اسی شخص کے جس کے ایک تنگدست معذور بالغ لڑکا یا نابالغ ناقابل کسب مزدوری لڑکا بھی ہو اور تین متفرق بہنیں ہوں ، ایک حقیقی، ایک علاتی، ایک اخیافی، تو اس کا نفقہ تینوں بہنوں پر پانچ برابر حصہ کرکے اس طرح واجب ہوگا کہ تین خمس (۳/۵) عینی بہن پر اور ایک خمس (۱/۵) علاتی بہن پر اور ایک خمس (۱/۵) اخیافی بہن پر واجب ہوگا، بالکل اسی طرح جس طرح ان کی میراثوں کی مقدار ہے اور اس کے معذور لڑکے کا نفقہ تنہا اس کی حقیقی پھوپھی یعنی باپ کی حقیقی بہن پر واجب ہوگا، اور اسی مسئلہ مذکورہ میں بجائے لڑکے کے لڑکی فرض کرلی جاوے اور بقیہ صور بحالہ باقی رکھی جاوے تو اس فقیر عاجز کا نفقہ متفرق بھائیوں کی صورت میں اس کے حقیقی بھائی پر اور متفرق بہنوں کی صورت میں اس کی حقیقی بہن پر واجب ہوگا اور اسی طرح اس عاجز فقیر کی لڑکی کا نفقہ اس لڑکی کے حقیقی چچا یا حقیقی پھوپھی پر واجب ہوگا (بدائع)

نفقہ میں تنازع کے وقت فیصلہ کا طریقہ

اور اگر باپ اور بیٹے میں اختلاف ہو، باپ یہ کہے کہ میں تنگدست ہوں، اور بیٹا یہ کہے کہ یہ مال دار ہیں ان کا نفقہ مجھ پر واجب نہیں ہے، تو منتقیٰ میں مذکور ہے کہ باپ پر اپنی تنگدستی کے لئے گواہ و ثبوت پیش کرنا ضروری ہوگا، اگر باپ گواہ پیش نہ کرسکے تو بیٹے کا قول قسم کے ساتھ قبول کرلیں گے باپ کا محض یہ کہنا کہ میں تنگ دست ہوں مقبول نہ ہوگا اگرچہ باپ کا ظاہر حال اس کے قول کی شہادت کیوں نہ دے رہا ہو اور اگر بیٹے نے اقرار کرلیا کہ وہ غلام تھا، پھر آزاد کیا گیا ہے تو نفقہ اس پر واجب ہوگا اور اگر باپ نے لڑکے کے مال سے خرچ کرلیا ہو، پھر لڑکے نے باپ کے خلاف قاضی کے پاس مقدمہ کیا اور کہا کہ تم نے مال دار ہوتے ہوئے میرا مال خرچ کرڈالا ہے اور باپ نے جواب میں کہا کہ میں نے محتاجی اور تنگ دستی کی حالت میں خرچ کیا ہے تو مشائخ نے فرمایا ہے کہ باپ کا حال مقدمہ کے دن دیکھا جائے گا اگر اس دن تنگ دست ہوگا تو باپ کا قول (خلاف قیاس، استحساناً) نفقۂ مثل کی حد تک مقبول ہوگا اور اگر اس دن باپ خوش حال ہوگا تو بیٹے کا قول معتبر ہوگا، اور اگر باپ و بیٹا دونوں نے اپنے اپنے مدعا پر گواہ پیش کردیئے تو بیٹے کے گواہوں کی گواہی قبول ہوگی، منتقیٰ کے اطلاق سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے (خلاصہ)

کا ایک غلام ہے اس کا مالک اس کو کھانے پینے کو نہیں دیتا اگر یہ غلام کما سکتا ہو تو اس کے لئے اپنے مالک کی رضامندی کے بغیر مالک کے مال سے کھانا جائز نہیں البتہ اگر عاجز ہے تو کھانا جائز ہے اور اگر غلام کما سکتا ہے مگر مالک نے روک رکھا ہے اب غلام یہ کہے کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں کماؤں یا میرے کھانے پینے کا ذمہ لیجئے اگر اس نے اجازت کمانے کی نہ دی تو غلام مالک کے مال سے جس طرح بھی ملے کھائے (تاتارخانیہ) جس غلام کو بیچ دیا گیا اس کے اخراجات کا ذمہ جب تک خریدنے والا قبضہ میں لے فروخت کرنیوالے پر ہے جب تک اس کے پاس اس کے قبضہ میں رہے یہی صحیح ہے اگر بیع بخیار ہو تو بالآخر جس کی ملک ہو جائے اس پر واجب ہے، بعض نے کہا اس کے اخراجات کا ذمہ دار بیچنے والا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ تمام انتظامات قرض لیکر کئے جائیں مگر جو مالک بنے وہی ادا کرے گا (شرح نقایہ برجندی)

جو غلام بطور امانت کے رکھا گیا ہے اس کے اخراجات کا ذمہ دار جس کا غلام ہے اسی پر ہے اور جو غلام مانگ کر لیا گیا ہے (تاکہ اس سے خدمت لیجائے) جس نے مانگا ہے وہ اخراجات کا ذمہ دار ہوگا (بدائع) اگر کسی شخص نے کسی کا غلام چھین لیا جب تک مالک کو غلام واپس نہ کیا جائے گا اس مدت تک غاصب اس کے اخراجات کا ذمہ دار ہوگا، اگر غصب کرنیوالے نے قاضی کے یہاں درخواست دی کہ اس غلام کے اخراجات کا اس غاصب کو حکم دیا جائے یا اس غلام کو فروخت کرنے کا حکم دیا جائے یہ درخواست قابل پذیرائی نہ ہوگی لیکن اگر غاصب کی طرف سے ڈر ہے (کہ وہ غلام کو فروخت کر دے گا) اس صورت میں قاضی اس غلام کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے پاس رکھ لے گا اگر زید نے عمر کے پاس ایک غلام بطور امانت کے رکھا اور خود غائب ہو گیا، مثلاً سفر میں چلا گیا اب غلام قاضی کے پاس آیا اور کہا کہ (صورت حال یہ ہے) اس لئے یا تو عمر کو حکم دیجئے کہ وہ میرے اخراجات کا انتظام کرے یا مجھے بیچ ڈالے تو قاضی کو اختیار ہے چاہے اس بات کا حکم دے کہ عمر اس غلام کو کسی کام پر لگا دے اس سے جو معاوضہ ملے اس سے اس کے اخراجات کا انتظام کر دے، یا اگر مصلحت اسی میں ہے کہ بیچ دیا جائے تو قاضی بیچنے کا حکم جاری کر دے، وہ غلام جو رہن رکھا گیا ہے اگر اس کا رہن ثابت ہو جائے تو اس کے ساتھ وہ معاملہ ہوگا جو امانت رکھے ہوئے غلام کے بارے میں گذرا (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص کے پاس ایک کم عمر غلام ہے اس نے دوسرے شخص سے کہا تیرا یہ غلام میرے پاس امانت ہے اس نے انکار کیا اس انکار کرنے والے شخص سے قسم لی جائے گی کہ واللہ میں نے اس غلام کو اس کے پاس امانت نہیں رکھا (قسم کے بعد قاضی کا حکم ہوگا جس کے قبضے میں غلام ہے وہ اس کے جملہ اخراجات کا انتظام کرے گا (اگر یہی صورت بڑے غلام میں پیش آئی) تو قسم نہ لی جائے گی بلکہ جو اس غلام سے نفع حاصل کر رہا ہے اخراجات اس کے ذمہ ہوں گے خواہ مالک ہو یا مالک نہ ہو (غایۃ السروجی)

اگر زید نے عمر کے لئے وصیت کی کہ میرا غلام اس کو دیا جائے لیکن ایک سال تک وہ بکر کی خدمت کرے گا وصیت پوری کی گئی (ایک سال کا خرچ) بکر کے ذمہ ہوگا، اگر وہ غلام اتنا کم عمر ہے کہ خدمت نہ کر سکے تو اس کے اخراجات کا ذمہ دار اس کا مالک ہوگا یہاں تک کہ وہ خدمت کے لائق ہو جائے اب ایک سال اگر وہ خدمت بکر کی کرے گا تو خرچ و اخراجات کا ذمہ دار بکر ہوگا اس لئے کہ وہ اس خدمت بلا معاوضہ کے لے رہا ہے اگر وہ غلام بکر کے پاس بیمار ہو گیا تو یہ بیماری دو حال سے خالی نہیں، یا تو خدمت سے معذور ہو گیا مثلاً لنجا ہو گیا اس صورت میں اخراجات کا ذمہ دار اصل مالک ہوگا اور اگر بیماری ایسی ہے کہ خدمت بھی کر سکتا ہے تو اخراجات مخدوم کے ذمہ ہوں گے اور اگر مرض بڑھ گیا اور قاضی نے مصلحتاً بیچنے کو کہا، پھر اس کی قیمت سے دوسرا غلام خرید لیا گیا تو اس دوسرے غلام کا مالک بھی وہی ہوگا جو پہلے غلام کا مالک تھا البتہ خدمت کرتے ہیں یہ پہلے غلام کا نائب اور قائم مقام ہے، اگر زید نے اپنی باندی کے لئے وصیت کی کہ یہ عمر کو دی جائے اور جو اس کے پیٹ میں ہے وہ بکر کو دیا جائے تو اس باندی کے جملہ اخراجات عمر پر ہوں گے (محیط سرخسی) اگر ایک غلام دو شخصوں کی ملکیت میں ہے تو اس کے اخراجات ان دونوں پر ان کے حصوں کے مطابق لازم

ذریعہ نفقہ طلب کیا تو قاضی اس کے لئے اس کے شوہر پر نفقہ مقرر کرے گا اور سیر کبیر میں فرمایا ہے، کہ اگر قاضی نے بیوی اور والدین اور اولاد کا نفقہ ایسے مسلمان کے مال میں مقرر و لازم کر دیا جو دارالحرب میں قید تھا، پھر گواہ قائم ہو گئے کہ یہ قیدی (نعوذ باللہ) مرتد ہو گیا ہے اور قاضی کے نفقہ مقرر کرنے سے قبل مرتد ہوا ہے تو عورت نے جو نفقہ لیا ہے وہ اس کی ضامن ہوگی اور اگر عورت کہے کہ میرے نفقہ عدت میں یہ نفقہ محسوب کر لیا جاوے تو قاضی حکم دے گا کہ تیرے واسطے کچھ نفقہ لازم نہیں ہے (محیط) اور اگر کسی ذمی نے اپنے محرمات ابدیہ میں سے کسی عورت سے نکاح کر لیا ہو اور وہ نکاح ان کے مذہب میں صحیح شمار ہوتا ہو اور عورت اس شخص (شوہر) سے نفقۂ نکاح کا مطالبہ کرے تو امام ابو حنیفہ رح کے قیاس کے مطابق اس عورت کے لئے نفقۂ نکاح مقرر کیا جائے گا اور تمام مشائخ رح کا اس پر اتفاق ہے، کہ بغیر گواہوں کے نکاح میں بھی عورت نفقہ کی مستحق رہتی ہے (ذخیرہ)

چھٹی فصل باندی اور غلام کے اخراجات کے بیان میں

مالک پر اپنے غلام اور باندی کے اخراجات کی کفالت ضروری ہے ان میں ملکیت پوری ہو جیسے خالص غلام یا ادھوری جیسے مدبر اور ام ولد، ان میں چاہے کمسن ہوں یا بڑی عمر والے، خواہ ہاتھ پاؤں سے بے کار ہوں یا بالکل تندرست ہوں خواہ اندھا ہو یا آنکھوں والا، اور اگر ان میں سے کوئی غلام کسی کے پاس رہن ہے یا معاوضہ خدمت طے کر کے اپنے یہاں خدمت کے لئے بلا لیا، ان کے خرچ و اخراجات مخدوم کے ذمہ ہوں گے (سراج الوہاج) اگر مالک نے کھانے پینے کے اخراجات کے تکفل سے انکار کر دیا غلام و باندیوں میں سے جو اس قابل ہیں کہ محنت کر سکیں ان کو محنت و مزدوری کی اجازت دی جائے گی اور اس محنت سے جو حاصل ہو گا اس سے ان کے اخراجات کا انتظام ہو گا اور ان میں جو کم سن ہے اس قابل نہیں کہ محنت کر سکے اس کے اخراجات مالک کے ذمہ ہوں گے اور اگر اتنی استطاعت مالک میں نہیں ہے تو اس کو فروخت کرنے کا حکم دیا جائے گا لیکن اگر وہ غلام و باندی مدبر اور ام ولد ہیں تو مالک کو مجبور کیا جائے گا کہ ان کے اخراجات برداشت کرے کیوں کہ مالک کو مدبر اور ام ولد کے فروخت کرنے کا حق نہیں اس لئے کہ ملکیت ناتمام اور ناقص ہے، اگر باندی ایسی ہے کہ کسی وجہ سے محنت نہیں کر سکتی مثلاً خوبصورت ہے اس وجہ سے فتنہ کا خوف ہے تو اب مالک کو دو صورتوں میں سے ایک صورت سے مجبور کیا جائے گا یا اس کو فروخت کرے یا اس کے اخراجات کا انتظام کرے (فتح القدیر) اور اگر ان کی کمائی ان کے خرچہ کے لئے ناکافی ہو تو بقیہ اخراجات کا پورا کرنا مالک پر ضروری ہو گا اور اگر ان کے خرچہ سے زائد ہے تو (بقیہ رقم) مالک کی ہو گی (سراج الوہاج)

(خالص غلام یعنی جس میں صرف ایک شخص مالک ہو اور اس میں کسی وقت بھی آزادی کی توقع نہ ہو) اس کے کھانے پینے کا انتظام اس طرح ضروری ہو گا کہ عمومی طور پر جو غذا علاقے میں استعمال کی جاتی ہے مالک اس کے لئے وہی غذا بقدر ضرورت مہیا کرے گا یہی صورت کپڑے میں ہو گی لیکن محض اتنا کپڑا کہ جس سے محض ستر پوشی ہو سکے ناجائز ہے (بلکہ مروج پورا لباس دینا ہو گا) البتہ غلام کو علاقہ کی عمومی غذا اور مروج لباس مہیا کرنے کے بعد مالک اپنے کھانے پینے میں اپنی حیثیت کے مطابق اگر زیادہ اہتمام کرے تو غلام کو اپنے لئے کسی اضافہ کے مطالبہ کا حق نہیں ہو گا، اور مالک پر اپنے مکاتب کا نفقہ دینا واجب نہیں اور وہ غلام جس کا کچھ حصہ آزاد ہو گیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (بدائع الصنائع)

لہ مدبر ام ولد۔ مدبر وہ غلام کہلاتا ہے جس کو آزادی کو مالک نے اپنے مرنے پر معلق کر دیا ہو، ام ولد باندی سے جماع کیا ہو پھر مالک نے دعوی کیا کہ یہ حمل میرا ہے ان دونوں کی آزادی کا چونکہ شرعاً ایک وقت مقرر ہو چکا ہے اس لئے ان میں ملکیت ناقص ہو جاتی ہے اور مالک کو فروخت کرنے کا مجاز نہ ہو گا (مترجم)

برداشت کرے (اس مدت میں) یہ باندی کسی دین دار پاکباز عورت کی (حفاظت میں) رہے گی اور اس حفاظت کی اجرت بیت المال میں سے ادا کی جائے گی، اگر گواہوں کی حالت معلوم کرنے میں دیر لگی اور یہ قابض مدعیٰ علیہ اخراجات برداشت کرتا رہا، پھر اگر گواہوں کی گواہی قبول کی گئی اور اس عورت کی آزادی کا فیصلہ کر دیا گیا تو یہ خرچ کرنیوالا جملہ مصارف اخراجات اس عورت سے واپس لے گا خواہ اس عورت نے بالکل اپنے آزاد ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو، یا یہ کہا کہ مجھے میرے مالک نے آزاد کر دیا تھا، وجہ یہ ہے کہ اس نے بلا کسی حق کے نفقہ لیا ہے اور اسی طرح اگر اس عورت نے اس شخص کے مال سے کوئی چیز کھائی ہوگی تو ادائیگی اس کے ذمہ ہوگی،

اور اگر گواہوں کی گواہی رد کر دی گئی، تو یہ باندی مالک کے پاس واپس کی جائے گی اور اس کا مالک اس (مدت) کے اخراجات میں سے کچھ واپس نہیں لے سکتا، اور جو اس کے علاوہ اس نے بلا اجازت لیا ہے، اس کو بھی واپس نہیں لے سکتا۔ ایسے ہی اگر ایک شخص کے پاس ایک باندی ہے اس نے قاضی سے یہ شکایت کی یہ مجھے کھانے پینے کو نہیں دیتا قاضی اس شخص کو حکم کرے گا، کہ اخراجات برداشت کرے یا اس کو فروخت کر دے پھر اگر قاضی نے اس کو اس کے اخراجات برداشت کرنے پر مجبور کیا، پھر گواہوں نے گواہی دی کہ یہ باندی نہیں بلکہ آزاد ہے اور قاضی نے اس کی آزادی کا حکم دیدیا تو اس کا اس سے جتنی مدت اس پر خرچ ہوا ہے ان کو واپس لے گا اور مالک کا جو کچھ مال مالک کی بغیر اجازت حاصل کیا تھا اس کو بھی مالک واپس لے سکتا ہے، اور جو کچھ اس کی اجازت سے خرچ کیا ہے یا کھایا پیا ہے وہ واپس نہیں لے سکتا،

زید نے اسیر باندی کے لئے جو عمر کے قبضہ میں ہے دعویٰ کیا کہ یہ میری ہے، عمر نے انکار کر دیا زید نے اپنے دعویٰ پر گواہوں سے گواہی دلادی تو قاضی اس باندی کو کسی عادل کے پاس رکھ کر ان گواہوں کا حال معلوم کرے گا اور چونکہ وہ باندی اب تک عمر کے قبضہ میں تھی وہ بظاہر اس کی ملک تھی اس لیئے اس (تحقیقاتی مدت) کے خرچہ کی کفالت عمر ہی کرے گا، اگر عمر اخراجات برداشت کرتا رہا، اور تحقیقات کے بعد شاہدوں کی شہادت رد کر دی گئی، تو مذکورہ باندی عمر کی رہے گی اور باندی پر کچھ واجب نہیں،

اور اگر گواہوں کے حالات درست معلوم ہوئے اور قاضی نے زید کی ڈگری کر دی تو عمر نے جس قدر خرچ کیا ہے وہ زید سے نہیں لے سکتا، وجہ یہ ہے کہ اتنی بات صاف ظاہر ہو گئی کہ یہ باندی غصب کردہ تھی اور اس نے غاصب کا مال کھایا اور یہ قاعدہ ہے کہ مغصوب اگر غاصب کے حق میں غلطی کرے تو وہ رائیگاں اور بیکار جاتا ہے (قاضی خاں) اگر تمام مسئلہ بحالہ رہے اور فرق صرف اتنا ہے، کہ بجائے باندی کے غلام ہو تو قاضی گذشتہ صورت کی طرح کسی اور معتمد کے پاس اس کو نہ رکھائے گا، بلکہ مدعیٰ علیہ اپنے خرچ کے ساتھ غلام کے خرچ کا بھی کفیل ہوگا یہ جب ہے جب کہ مدعیٰ اخراجات کا انتظام نہ کر سکتا ہو اگر مدعیٰ علیہ سے ڈر ہے کہ غلام کو ضائع کر دے گا اب قاضی اس کو کسی تیسرے شخص مثلاً معتمد علیہ کے پاس رکھے گا بخلاف باندی کے، اسی طرح اگر مدعیٰ علیہ فاسق ہے مثلاً لڑکوں کے ساتھ برائی کرنے میں مشہور ہے تو قاضی اس کے قبضہ سے نکال کر کسی دین دار صالح آدمی کے پاس رہنے کا حکم دے گا، یہ (ادل بدل) گواہوں کی گواہی کے بعد نہ ہوگی بلکہ جہاں کہیں غلام کا مالک اس بری حرکت سے مشہور ہوگا وہاں اس کے قبضہ سے کسی صالح باخدا آدمی کے قبضہ میں دیا جائے گا اس تبدیلی کا مقصد مالک کو اس بری حرکت سے روکنے اور نیک عمل کی عملی تعلیم ہے یہ غلام جب تک اس عادل شخص کے پاس رہے گا اس کے لئے یہ حکم ہوگا، اگر کمائی کر سکتا ہے، خود کمائے کھائے، بخلاف باندی کے کہ وہ کمانے سے عاجز ہوتی ہے یہاں تک کہ اگر باندی کو کوئی ہنر آتا بھی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ کمانے میں مشہور بھی ہے، مثلاً روٹی پکاتا جانتی ہے یا غسالہ ہے تو اس کو بھی حکم دیا جائے گا، شیخ ابوبکر بلخیؒ اور ابو اسحاق حافظ نے فرمایا کہ اگر غلام بوجہ بیماری یا کم عمری

ہوں گے۔ اسی طرح اگر غلام دو شخصوں کے قبضہ میں ہے، اور ہر ایک اس بات کا دعویدار ہے کہ غلام میرا ہے اور گواہ کسی کے پاس نہیں تو اس کا خرچہ دونوں پر واجب ہوگا، مشائخ رحمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ایک باندی دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے اس کے ایک بچہ پیدا ہوا دونوں مالکوں نے دعویٰ کیا کہ یہ میرے نطفہ سے ہے تو اس بچے کے اخراجات دونوں پر لازم ہوں گے (جیسا کہ نسب دونوں سے ثابت ہوگا) اور اگر یہ لڑکا بڑا ہوگیا اور یہ دونوں (بیٹے ہونے کے دعویدار) تنگ دست ہو گئے، تو اس پر ان دونوں کا خرچ لازم ہوگا (بدائع)

اور اگر ایک غلام ہے، اور دو شریکوں میں مشترک ہے ایک شریک غائب ہوگیا دوسرے شریک نے بلا حکم قاضی اور بدون اجازت شریک کے اس غلام کے جملہ اخراجات برداشت کئے (جتنا دوسرے شریک کی طرف سے کیا ہے) یہ احسان ہوگا (فتح القدیر)

ایک غلام ہے اس کے دو مالک ہیں ان میں سے ایک نے دوسرے کے پاس اس کو چھوڑ دیا اور خود غائب ہوگیا شریک نے یہ مقدمہ قاضی کے یہاں پیش کیا اور اس پر گواہ قائم کئے، قاضی کو اختیار ہے چاہے (اس گواہی کو) قبول کرے یا نہ کرے، اگر قبول کرلیا تو اس غلام کے اخراجات اس شریک کے ذمہ ہوں گے (رہی اس غلام کی ملکیت) تو حکم وہی ہے جو ودیعت کی صورت میں گذرا (فتاویٰ قاضی خاں)

ایک شخص نے ایک کم عمر غلام یا باندی کو آزاد کیا، آزادی کے بعد اخراجات کا ذمہ دار یہ آزاد کرنیوالا نہیں ہے بلکہ اگر ان کے پاس مال نہ ہو تو ان کے اخراجات کا انتظام بیت المال سے کیا جائے گا، ایسے ہی اگر بہت بوڑھا یا لنجا ہے یا مریض ہے (ان کو آزاد کردیا گیا) ان کے اعزا میں کوئی نہیں ان کا انتظام بھی بیت المال سے ہوگا (مضمرات)

اور اگر اپنے غلام کو آزاد کیا وہ بالغ ہے اور تندرست ہے اس کے اخراجات اس کی کمائی سے ہوں گے (بدائع) ایک شخص نے ایک بھگوڑا غلام پکڑا اس غرض سے کہ اس کے مالک کے پاس لیجائے اور بدون قاضی کے حکم کے اس کے اخراجات برداشت کئے یہ شخص محسن ہوگا، اس لئے (اگر اس کے مالک کو واپس دے) تو اس سے اس خرچ کا مطالبہ نہیں کرسکتا (اسلئے کہ احسان تھا) (قاضی خاں)

ایک شخص نے ایک بھاگا ہوا غلام پکڑا اس کے بعد اس کے مالک کو تلاش کیا، لیکن مالک نہیں ملا، پھر قاضی کے یہاں جا کر واقعہ کی خبر کی اور درخواست کی کہ مجھے اس کے اخراجات کے تکفل کی اجازت دی جائے، لیکن قاضی بلا گواہوں کے اس بات کی طرف توجہ نہیں کرے گا البتہ اگر گواہ بھی گواہی دیں اب قاضی کو اختیار ہے چاہے گواہی قبول کرے یا نہ کرے۔ جیسے لقیط[1] اور لقطہ کا حکم ہے (یعنی اس میں بھی قاضی کو اختیار ہوتا ہے، گواہی قبول کرے یا نہ کرے)

اگر گواہی قبول کرلی تو اگر اس شخص کا نفقہ دینا اس غلام کے مالک کے حق میں بہتر ہو تو قاضی حکم اخراجات کے تکفل کا دیگا اگر نفقہ دینا بہتر معلوم نہ ہو مثلاً یہ خوف ہو کہ ان اخراجات کی قیمت اتنی ہی ہو جائے گی جتنے کا یہ غلام ہے تو اس کو یہ حکم دیگا کہ یہ اس غلام کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو رکھ لے (ذخیرہ)

ایک شخص کے قبضہ میں باندی ہے اور گواہوں نے گواہی دی کہ یہ آزاد ہے تو گواہی قبول کی جائے گی اگرچہ قاضی ان گواہوں کے حالات سے واقف نہ ہو پھر ان گواہوں کے حالات دریافت کرے گا مگر جب تک حالات معلوم ہوں اس درمیان میں اس قابض کو حکم ہوگا کہ اس کے مقدار اخراجات برداشت کرے (بلکہ اگر یہ انکار کرے) تو اس کو مجبور کرے گا کہ اخراجات

[1] پڑا ہوا بچہ یا پڑی ہوئی کوئی چیز ۱۲

کے کمانے سے عاجز ہے تو مدعیٰ علیہ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس کے اخراجات کا انتظام کرے،

(اگر محل دعویٰ) غلام نہیں بلکہ جانور ہے اور مدعیٰ علیہ کے پاس یوں نہیں رکھا جا سکتا کہ اس سے خوف ہے کہ کبھی ضائع نہ کر دے اور مدعیٰ علیہ کو کوئی کفیل بھی نہیں ملتا اور مدعیٰ علیہ اس پر قادر نہیں کہ اس کا انتظام کر سکے اب قاضی مدعی سے کہے گا کہ میں مدعیٰ علیہ کو اس جانور کے لئے انتظامات پر مجبور نہیں کر سکتا اگر تمہارا جی چاہے تو عادل شخص کے پاس اس کو رکھ چھوڑیں اور تم اس کے لئے انتظامات کرنا ورنہ عادل شخص کے پاس نہ رکھا جائے گا، باندی اور غلام میں ایسا نہیں ہے (محیط)

جس شخص نے کسی جانور کو خریدا اس پر اس کے چارہ پانی کا انتظام کرنا واجب ہے لیکن اگر اس نے انکار کیا تو اس کو دینے یا فروخت کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا بلکہ فیما بینہ وبین اللہ دیانۃً اس کو حکم دیا جائے گا کہ اس کو فروخت کرے یا اس کو چارہ پانی دے یہ چیز بطور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ہے یہی زیادہ صحیح ہے،

دودھ دینے والے جانور کا بالکل بمبالغہ دودھ لینا مکروہ ہے یہ جب ہے جب کہ اس کو چارہ کم ملتا ہو اس سے جانور کو نقصان پہونچ سکتا ہے اور بالکل دودھ نہ نکالنا بھی مکروہ ہے، مستحب یہ ہے کہ دودھ نکالنے والا اپنے ناخن کٹائے تاکہ جانور کو اذیت نہ ہو اور یہ بھی مستحب ہے کہ جب تک بچہ دودھ پیتا ہو اور کوئی چیز نہ کھاتا ہو جانور کا دودھ نہ لیا جائے مگر اتنا کہ جو بچہ سے بچ رہے،

جانور کو ایسی تکلیف دینا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتا مثلاً زیادہ بوجھ لادنا اور برابر اس کو مارنا وغیرہ مکروہ ہے (جوہرہ نیرہ)

ایک جانور دو شخصوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک حصہ دار نے چارہ دینے سے انکار کر دیا، دوسرے حصہ دار نے قاضی کے یہاں درخواست دیدی کہ مجھے (اس کے بارہ میں) چارہ دینے کی اجازت دی جائے (یہ اجازت اس لئے لے رہا ہے تاکہ یہ چیز محض احسان نہ ہو) بلکہ واپس لے سکے قاضی اس پہلے منکر حصہ دار سے کہے گا کہ یا تو چارہ دو ورنہ حصہ فروخت کر دو، امام خصاف رح نے بھی نفقات میں ایسا ہی ذکر فرمایا ہے (محیط)

اگر کسی شخص کی ملکیت میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ ہو تو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ کچھ شہد مکھیوں کے واسطے (چھتوں) میں چھوڑ دے اور گرمیوں کی بہ نسبت جاڑوں میں زیادہ چھوڑنا مستحب ہے،

اور اگر ان کی غذا کے واسطے بجائے شہد کے کوئی اور چیز موجود ہو تو اب چھوڑنا ضروری نہیں ہے، واللہ اعلم

قد تم کتاب الطلاق وسیشرع بعد ذلک کتاب العتاق
ان شاء اللہ تعالیٰ

34836
22.7.70
CATALOGUED
SIMLA

فتاویٰ عالمگیری اُردو

اُردو کے دینی و فقہی لٹریچر میں عظیم الشان اضافہ

ایک عظیم کتاب

● سلطنتِ مغلیہ کی علمی اور دینی تاریخی یادگار جس کی ترتیب و تدوین پر اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمۃ نے تیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ خرچ کیا ● سینکڑوں علمائے اُمت اور مفتیانِ دین کی عرق ریز کاوش کا عظیم الشان شاہکار ● فقہ اسلامی کا مستند و معتبر مجموعہ، اسلامی زندگی کا مرقع ● عبادت معاشرت، معاملات اور زندگی کے تمام مسائل کی انسائیکلوپیڈیا ● دنیائے اسلام کی تسلیم کردہ مستند و گراں قدر کتاب ● مسلم پرسنل لا سے متعلق ایک قانونی دستاویز، ایک تاریخی ماخذ ● قرآن و سنت کا نچوڑ، اسلاف و اکابر کی تحقیقات کا حاصل اور فقہ اسلامی کے ہزار سالہ ذخیرے کا عطر

● ہندو پاک کے تمام دینی اداروں کے نزدیک قابل استفادہ اور معتبر فقہی مجموعہ۔

● جدید مسائل اور نئے تقاضوں کے پیش نظر بالکل تازہ عالمانہ مفید گراں قیمت فٹ نوٹس اور ضمیمے۔ تصحیح کا خاص اہتمام

—— یہ عظیم فتاویٰ اعلیٰ ترین علمی مجلس کی نگرانی میں صوری و معنوی خوبیوں، نئے انداز، نئی ترتیب اور نئے ڈھنگ سے پابندی کے ساتھ

دو ماہی سلسلہ کی صورت میں شائع ہو رہا ہے

آج ہی ممبر بن جائیے —— اور —— بنائیے

ہر جلد کی ضخامت تقریباً سو صفحات، سائز ۲۰×۳۰/۸ جاذبِ نظر ٹائیٹل۔ قیمت ۲ روپے ۲۵ پیسے (علاوہ محصول)

فیس ممبری صرف ایک روپیہ

ممبران کیلئے ایک روپیہ پچاس پیسے علاوہ محصول

ایک مبارک تحفہ

زیرِ سرپرستی:
مفکرِ ملت حضرت الحاج مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی ورکنگ صدر جمعیۃ علماء ہند و ممبر مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند۔ چیئرمین سنٹرل حج کمیٹی

نگرانِ ترجمہ و حواشی وغیرہ
(۱) حضرت مولانا مفتی محمود احمد صاحب صدیقی نانوتوی ممبر مجلس شوریٰ اعزازی صدر مفتی دارالعلوم دیوبند
۲- حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب نائب مفتی دیوبند

ہر قسم کی درسی و غیر درسی کتابیں۔ قرآن مجید حمائل سپارے وغیرہ ملنے کا پتہ • کتب خانہ محمودیہ دیوبند یوپی •

مکتبہ آفتاب ہدایہ آستانہ مفتی اعظم - ابوالمعالی - دیوبند

U
297.14
Au 62.1 F

U
297.14
Au 62.XII F;
1

Library IIAS, Shimla
U 297.14 Au 62.I F- Au 62.XIII
00034836